بانئ جامعہ نعیمیہ مرادآباد

صاحبِ تفسیر خزائن العرفان، فخر الاماثل، صدرالافاضل

حضرت علامہ، مولانا، حکیم

سیّد محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی

قدس سرہ العزیز

کی شاعری کا ادبی جائزہ مع مجموعہ کلام ''ریاض نعیم'' بعنوان

صدرالافاضل اورفن شاعری

موسوم بہ اسمِ تاریخی

نورِ رِیاضِ نعیم

۱۴۳۷ھ

مؤلّفہٗ

ڈاکٹر محمد آصف حُسین

نام کتاب : صدرالافاضل اورفن شاعری
مؤلف : ڈاکٹرمحمد آصف حسین
ناشر : مؤلف
سنہ تصنیف : ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۶ء
سنہ اشاعت : ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق اگست ۲۰۱۷ء
کمپیوٹر کمپوزنگ: کمپیوٹر ایرا، دیوان کا بازار، مراد آباد
صفحات : ۲۸۸
تعداد : ۱۰۰۰
قیمت :

SADR UL AFAZIL AUR FANNE SHAYERI
BY DR. M. ASIF HUSAIN
(EDITION 2017)

کتاب ملنے کے پتے :
- حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی
مہتمم جامعہ نعیمیہ، دیوان کا بازار، مراد آباد
- نعیمی شعبۂ تحقیق وتصنیف
جامعہ نعیمیہ، دیوان کا بازار، مراد آباد

اِنْتِسَابْ

میں اپنی اس کاوش کو

اُسْتَاذُالْاَسَاتِذَہ،فَخْرُالْجَھَابِذَہ،زُبْدَۃُالْعَارِفِیْن،قُدْوَۃُالسَّالِکِیْن

حضرت علامہ مولانا **شاہ ابوالفضل فضل احمد** صاحب قدس سرہ العزیز

و

قُدْوَۃُالْفُضَلَاء،اَمِیْنُ الْعُلَمَا،اِمَامُ الْاَصْفِیَاء

حضرت علامہ مولانا **محمد گُل خاں** صاحب قدس سرہ العزیز

اور

حَامِیِ سُنَّتْ،نَصِیْرِمِلَّتْ

حضرت الحاج **مُلّا محمد اشرف شاذلی** رحمۃ اللہ علیہ

کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں

●

ڈاکٹرمحمد آصف حُسین

مادہ ہائے تاریخ از مؤلف

(تصنیف ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰۱۶ء، اشاعت ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء)

صدرالافاضل اورفن شاعری

موسوم بہ اسمِ تاریخی

نورِ ریاضِ نعیم

۱۴۳۷ھ

یعنی

انوارِ کلامِ صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین

۲۰۱۷ء

مُؤلِّف نیکِ اَختر

۱۴۳۷ھ

عاصی محمد آصف حسین اشرفی عفی عنہ

۱۴۳۸ھ

خادمِ علومِ جدیدہ، جامعہ نعیمیہ، مرادآباد، انڈیا

۱۴۳۸ھ

فہرست مشمولات

حصہ دوم

قربِ الٰہی کا ذریعہ

از : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خاں صاحب نعیمی مدظلہ العالی
(مفتی اعظم، جامعہ نعیمیہ، مرادآباد)

حضرت صدرالافاضل، فخرالاماثل، مفسر قرآن کریم واحادیث نبویہ اُن نفوسِ قدسیہ میں ہیں جنھیں مولیٰ تعالیٰ نے فضل وکمال کی بے شمار خوبیاں عطافرمائیں۔تدریس وتقریر و تحریر ومناظرہ ومجادلہ،تصنیف وتالیف، زُہدوتقویٰ وغیرہ خوبیاں آپ کی جبلت میں شامل کردی گئیں مگر معرفت ووصل ان سب پر غالب تھا جیسا کہ اُن کے اشعارِ مبارکہ سے نمایاں ہے۔ فرماتے ہیں:

اے دل از انتظارِ یار چہ سود
و ز غمِ ہجر بے قرار چہ سود
گرنہ باشد مکانِ دوست بہ دل
نالہ و آہ و چشمِ زار چہ سود
چوں نباشد بہار در باطن
فصلِ گُل موسمِ بہار چہ سود
خانۂ دل ز غیر خالی کن
بر رُخِ آئینہ ، غبار چہ سود

''ریاضِ نعیم'' کے تقریباً جملہ اشعار اسی کے آئینہ دار ہیں اور یہی انسانیت کا کمال ہے کہ جملہ اوصافِ ارتقا پر نعمت عرفان ووصل غالب رہے۔تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت صدرالافاضل جہاں اُمورِ مذکورہ کے شہ سوار تھے وہیں عارف باللہ، واصل الی اللہ کے مقامِ رفیع پر بھی فائز تھے۔ذالك فضل الله يو تيه من يشاء۔

حمد ونعت اور مناقب پر مشتمل مجموعہ مبارکہ ''ریاضِ نعیم'' اسم بامسمّٰی ہے۔اس کی ترتیب جدید اور حضرت صدرالافاضل کے شجرۂ مبارکہ عالی خاندان حضرات نیز اساتذہ کرام کے احوال وحقائق کو محب گرامی ڈاکٹر محمد آصف حسین نے اپنی مساعی جمیلہ صرف کرکے نہایت اچھے اور واضح انداز میں ''صدرالافاضل اورفن شاعری'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔یہ بھی قربِ الٰہی کا ایک ذریعہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے انبیا کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بزرگوں کا تذکرہ فرمایا تاکہ لوگ اُن کے آئینے میں خود کو سنواریں اور ولایت کے مقام پر نوازے جائیں۔

مولیٰ تعالیٰ اس کتاب سے خواص وعوام مسلمانوں کو مستفیض فرمائے اور مرتب گرامی قدر کو ان کی خدمات کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے اور اربابِ ذوق کو اُن کے چمن جامعہ نعیمیہ اور خاندان عالی سے ہمیشہ منسلک رکھے۔آمین بجاہِ حبیب الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر محمد ایوب نعیمی
خادمِ جامعہ نعیمیہ، مرادآباد

۲۹؍ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ
مطابق ۶؍ستمبر ۲۰۱۶ء

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

حضرت علامہ مولانا محمد یامین صاحب نعیمی مدظلہ العالی
(مہتمم جامعہ نعیمیہ، مرادآباد)

احقر اُن چند خوش نصیب لوگوں میں سے ہے جنھیں حضور صدرالافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت اور اُن کی دُعاؤں کے حصول کا شرف حاصل ہے۔ ۱۹۴۵ء میں جب تایا محترم حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نعیمیہ میں داخل کرایا تو اُس وقت احقر کی عمر چھ برس تھی۔ تایا محترم اُس وقت جامعہ ہٰذا میں مدرس تھے اور حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔ ۱۹۵۲ء میں تایا محترم مہتمم بنائے گئے۔ ۱۹۶۱ء میں احقر دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوا۔ ۱۹۷۳ء میں تایا صاحب کا انتقال ہوا اور حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم بنائے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں جامعہ کے سرپرست سرکارِکلاں حضور سیّد محمد مختار اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز نے احقر کو مختارِ عام بنایا۔ احقر نے معذرت کے ساتھ کہا کہ حضور میں اس ذمہ داری کو سنبھالنے کا اہل نہیں ہوں۔ حضور سرکارِکلاں نے ارشاد فرمایا، گھبراتے کیوں ہو؟ ذمہ داری دینے والا تو اہل ہے۔ حضور سرکارِکلاں کا یہ فرمانِ عالی شان کس قدر معنی خیز تھا یہ آج سمجھ میں آتا ہے۔ یقیناً صدرالافاضل سے نسبت کا فیضان اور حضور سرکارِکلاں کا ہی روحانی تصرف ہے کہ اس ذمہ داری کو سنبھالتے ہوئے چالیس برس سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

فخر الاماثل سیّدی صدرالافاضل کا شمار اپنے دور کی عبقری شخصیات میں ہوتا ہے۔ جامعہ نعیمیہ کے قیام کے علاوہ آپ نے تصنیف وتالیف کے ذریعے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ملّت کا اہم سرمایہ ہیں۔ اس سرمائے کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اہتمام کی ذمہ داری

سنبھالنے کے بعد دیگر منصوبوں کے علاوہ صدرالافاضل کی تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی اشاعت احقر کی پہلی ترجیح تھی۔کئی نادرونایاب کتب حاصل کر کے اُنھیں شائع بھی کرایا۔اس سلسلے میں ۱۹۹۵ء میں ''ریاضِ نعیم'' بھی شائع کی گئی تھی۔کسی صاحب نے ریاضِ نعیم دیکھ کر کہا کام تو اچھا ہوا لیکن ادھورا ہے۔اُن کا اشارہ اس طرف تھا کہ مجموعے کے آغاز میں شاعر کے حالات اور کلام کا فکری فنی جائزہ شامل کیا جانا چاہیے تھا۔مجھے بھی احساس ہوا کہ بات تو ٹھیک ہی ہے۔لہٰذا ارادہ کرلیا کہ آئندہ اس کمی کو پورا کر کے جدید انداز میں شائع کروں گا۔لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے۔کئی اہلِ علم ودانش حضرات سے گزارش بھی کی لیکن لاحاصل رہی۔کسی نے کہا کہ اتنے مختصر مجموعے پر کیا لکھا جائے۔کسی نے کہا کہ فنی اعتبار سے کلام میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے کہ اس پر زیادہ کچھ لکھا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مرادآباد کے نوجوان ادیب ومحقق ڈاکٹر محمد آصف حسین کو جن پر اسلاف کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانے اور اُنھیں باقی رکھنے کی دھن سوار ہے۔ بالخصوص مرادآباد کی تاریخ اور یہاں کی تاریخی شخصیات سے اُنھیں گہرا شغف ہے۔اُنھوں نے اس کام کو کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور بڑی محنت ولگن کے ساتھ تحقیق وتنقید کے اُصول وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ذمہ داری کو حسن وخوبی انجام دیا۔بالخصوص صدرالافاضل کے آباواجداد پر جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے شاید کوئی دوسرا شخص اس کام کو نہیں کرسکتا تھا۔صدرالافاضل کے معاصرین ومعاونین اور اُن کے اساتذہ کرام حضرت شاہ فضل احمد صاحب قدس سرہ العزیز اور شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب قدس سرہ العزیز نیز صدرالافاضل کے محسنِ خاص حضرت حاجی مُلا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر جو کچھ لکھا ہے وہ خالص تحقیقی نوعیت کا ہے۔اور ان شخصیات پر اتنی وقیع معلومات پہلی بار منظرِ عام پر آرہی ہے۔صدرالافاضل کی شاعری کا فکری وفنی مطالعہ جتنی عرق ریزی کے ساتھ اُنھوں نے کیا ہے وہ جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔اُمید ہے کہ عزیزی ڈاکٹر محمد آصف حسین کی یہ کاوش ''نعیمیات'' کے باب میں ایک

اہم اضافہ ثابت ہوگی۔

اللہ عزوجل بطفیل مدینۃ العلم حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیزی ڈاکٹر محمد آصف حسین کی صلاحیتوں میں مزید اضافہ فرمائے اور فیضانِ صدرالافاضل سے سرفراز فرما کر اُن کی کاوش ''صدرالافاضل اورفن شاعری'' کوقبول عام عطافرمائے۔آمین

یکم ستمبر ۲۰۱۶ء

محمد یامین نعیمی
مہتمم جامعہ نعیمیہ
دیوان کا بازار، مرادآباد

بارگاہِ صدرالافاضل میں عظیم ترین خراجِ عقیدت

از : حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب کلیمی مدظلہ العالی
(مفتی اعظم جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد مرادآباد)

زبان وادب میں فن شعروشاعری کو وہ عروج حاصل ہے کہ ہر دَور میں اصحابِ علم وفن اور اربابِ فکروتصوّف یہاں تک کہ علماومشائخ سے لے کر جماعت علم و دانش نے اپنی زندۂ جاوید یادگاریں چھوڑی ہیں۔اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی فخرالاماثل، صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم سیّد محمد نعیم الدین قادری مرادآبای قدس سرہ العزیز کی عبقری شخصیت ہے۔

حضرت صدرالافاضل کی شاعری متلاشیانِ حق وصداقت کے لیے ابدی ریاضِ نعیم ہے۔آپ کی شاعری جزوقتی، اتفاقی اور کسبی نہیں ہے بلکہ کئی نسلوں سے آپ کا علمی وادبی اور روحانی خانوادہ اِس دُرِنایاب اور گوہرِ بے مثال سے وہبی اور عطائی دَور پر مالا مال نظر آتا ہے ۔ جس کے ثبوت اور وضاحت کے لیے دَورِحاضر کے نوجوان محقق محترم ڈاکٹر محمد آصف حُسین کی اس موضوع کے تعلق سے تلاش وجستجو بعنوان ''صدرالافاضل اورفن شاعری'' کا مطالعہ فرمائیں۔

صدرالافاضل کے پیش روخاندانی عظیم ومقتدر شعرائے کرام جیسے حضرت کریم الدین آرزوؔ، حضرت غلام محی الدین ہوشؔ، حضرت امین الدین راسخؔ اور حضرت معین الدین نزہتؔ علیہم الرحمۃ اور مابعد میں آپ کے وہ عبقری تلامذہ واولاد واحفاد مثلاً حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد نذیرالاکرم نعیمی اکرمؔ مرادآبادی قدس سرہ پر تحقیق اور خاطرخواہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

فقیر راقم السطور کو اُس وقت خوشی کی انتہا نہ رہی جب مرادآباد کے معروف ادیب و محقق ڈاکٹر محمد آصف حُسین صاحب نے ''صدرالافاضل اورفن شاعری کا نسخہ اظہارِخیال کے لیے عنایت فرمایا۔میں بہت قریب سے ڈاکٹر آصف صاحب کو جانتا ہوں اور اکثر علم وادب

کے موضوع پر تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہتا ہے اوران کے کئی رشحاتِ قلم میری نظر سے گزرے ہیں جنھیں دیکھ کر ان کی تحقیقی صلاحیتوں اوران کے کام کرنے کے انداز کی داد دینی پڑتی ہے۔اس کتاب میں بھی صدرالافاضل کی شخصیت کے کئی اہم گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اب تک پردۂ خفا میں تھے۔مثلاً صدرالافاضل کے والد، دادا، پردادا کے حالات، اساتذہ صدرالافاضل حضرت شاہ فضل احمد صاحب، حضرت علامہ مولانا محمد گل خاں صاحب علیہم الرحمۃ اور محسن ِ صدرالافاضل حضرت الحاج مُلّا محمد اشرف شاذلی علیہ الرحمۃ کے حالات ڈاکٹر صاحب کی فکر اور طریقۂ تحقیق کے آئینہ دار ہیں۔اسی طرح صدرالافاضل کی شاعری اوراس کے فنّی محاسن پر جتنی تفصیل سے موصوف نے لکھا ہے، اُس سے اوّلیت کا سہرا اُن کے سر بندھتا ہے۔مجھے اُمید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اس کتاب کو قبولیت خاص وعام حاصل ہوگی اور بارگاہِ صدرالافاضل میں عظیم ترین خراجِ عقیدت ومحبت تصوّر کیا جائے گا۔

تصنیف وطباعت کے جدید تقاضوں کے ساتھ ''صدرالافاضل اورفن شاعری'' کی اشاعت پر میں محترم ڈاکٹر محمد آصف حُسین صاحب اور اُن کے تمام احباب واعوان کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور قارئین سے دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔

۲۸/اگست ۲۰۱۶ء

عرض گزار
فقیر ابوالضیاء محمد عبدالمنّان کلیمی عفی عنہ
مفتی ومہتمم وصدرالمدرسین
جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد، مرادآباد

مکتوبِ گرامی

محب اعلیٰ حضرت،معروف ماہرزبان دانی ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

(سابق صدر شعبۂ اُردو،ایم ایچ پی جی کالج،مرادآباد)

عزیزی ڈاکٹر آصف میاں!وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

یہ آپ نے اچھا کیا کہ پروف ریڈنگ کے لیے حضرت صدرالافاضل کے دیوان کی کمپوزنگ مجھے بھی بھیج دی۔کمپیوٹر کمپوزنگ کے دور میں جتنے زیادہ لوگوں سے پروف ریڈنگ کرالی جائے اچھا رہتا ہے۔اس لیے کہ کمپوزر یا مصنف کتنی توجہ اور دیدہ ریزی کے ساتھ پروف ریڈنگ کریں غلطیاں ضرور رہ جاتی ہیں۔(اگرچہ کسی بھی کتاب کا صدفی صد درست ہوجانا عام حالات میں ممکن نہیں ہوتا۔آپ خود بھی یہ ضرور محسوس کریں گے کہ کمپوزنگ کی جو بعض غلطیاں میں نے درست کی ہیں اُن پر آپ کی نظر ٹھہرنی مشکل تھی۔)

حضرت صدرالافاضل کا مطبوعہ کلام اب تک اتنا کم ہے کہ اس کو ہی کتابی شکل دے دینا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا۔اس لیے جب بھی اُن کا کلام شائع ہوا اُن کے والد محترم مولوی نزہت مرادآبادی کے کلام کے ساتھ شائع ہوا۔اب جو مزید کلام دستیاب ہوا وہ بڑا باوقعت معلوم ہوتا ہے۔حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے فن شاعری کے بعض ایسے نمونے بھی تخلیق کیے ہیں جو اس عہد میں نایاب ہیں۔اُن کی بازیافت اور صحت میں آپ نے جو محنت کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

اس سلسلے میں آپ کا خاص کام حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے گمشدہ حالات کی دستیابی ہے۔یہ کام جیسا کچھ بھی ہے مگر میرے لیے نئی معلومات ہے۔میرا خیال ہے کہ یہ کام کسی دوسرے شخص کے لیے اس حالت میں ممکن نہ ہوتا۔آپ کی محنت،توجہ اور دلچسپی کی داد بہر حال دینی ہوگی۔

آپ کی فرمائش اس دیوان کا تاریخی نام نکالنے کی بھی تھی۔ جواباً عرض ہے کہ یہ نام ’’نورِریاضِ نعیم‘‘ بھی ہوسکتا ہے۔ اگرآپ پسند کریں۔

قطعہ تاریخ تصنیف وطباعت کی فرمائش کی تعمیل میں جو ہوسکا وہ حاضر کرتا ہوں۔

رہی آپ کی فرمائش کتاب پر پیش لفظ لکھنے کی تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ میں کسی کی کتاب پر پیش لفظ لکھتا ہوں اور نہ اپنی کسی کتاب پر کبھی کسی سے لکھایا ہے۔ اس ادبی بیساکھی کا میں قائل نہیں ہوں۔ اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ اُمید ہے مزاج بہ عافیت ہوگا۔

۲۹؍اگست ۲۰۱۶ء

سیف خاں سرائے، سنبھل

فقط والدعا والسلام

احقرالعباد صابر سنبھلی عفی عنہ

صدرالافاضل کی علمی وادبی عظمت کا نیاباب

از: فخرِ شہرِ جگر گوہر زادہ منصورؔ عثمانی صاحب زید مجدکم
(بین الاقوامی شہرت یافتہ شاعر و ناظمِ مشاعرہ)

عظیم المرتبت عالمِ دین، عارف باللہ، صاحب تفسیر خزائن العرفان، بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم سیّد محمد نعیم الدین قدس سرہ کی ذاتِ گرامی دُنیائے سُنّیت کے لیے نہایت ادب واحترام کی حامل ہے۔ آپ کی تفسیر قرآن ہو یا دیگر تصانیف وہ تمام نہ صرف دَورِ حاضر کے لیے بلکہ رہتی دُنیا تک ربِّ کریم کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہِ حق وصداقت تک پہنچنے کے لیے معتبر روشنی اور مستند مشعل بنی رہیں گی۔

''ریاضِ نعیم'' صدرالافاضل کے ادبی، علمی وروحانی اکتسابات کا نادر شعری مجموعہ ہے۔ جس کا فکری وفنی جائزہ مرادآباد کے جواں سال ادیب ومحقق ڈاکٹر محمد آصف حُسین نے بڑی جامعیت کے ساتھ ''صدرالافاضل اور فن شاعری'' کے عنوان سے پیش کیا ہے جو بلاشبہ آصف صاحب کا بہترین کارنامہ ہے۔ موصوف نے جس ذمہ داری کے ساتھ 'ریاضِ نعیم' میں درآئی اغلاطِ کتابت کی تصحیح، جدید ترتیب اور انتخاب کلام اور عربی وفارسی اشعار کے ترجمے کا التزام کیا ہے وہ انتہائی قابل ستائش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ غیر مطبوعہ کلام بھی اس میں شامل کیا گیا ہے جو اب تک اہل ذوق کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ یہ اضافہ یقیناً آصف صاحب کے ذوقِ تحقیق وتجسس کا آئینہ دار ہے۔

ایسے جلیل القدر بزرگ کے علمی وفنی امتیازات پر عزیز گرامی ڈاکٹر محمد آصف حُسین نے اپنی محنت اور جذبۂ خدمت سے نہ صرف تلاش وتحقیق اور شوق وجستجو کا حق ادا کیا ہے بلکہ صدرالافاضل کی علمی وادبی عظمت کا نیاباب کھولا ہے۔ یہ وہ کام ہے جو صاحبانِ علم وفن کو بہت

پہلے کرنا چاہیے تھا،مگر اہل باطن کے مطابق رب تعالیٰ خاص کاموں کے لیے اپنے خاص بندوں کا ہی انتخاب کرتا ہے، کے مصداق یہ اعزاز ڈاکٹر محمد آصف حسین کو حاصل ہوا۔

میں عزیز گرامی ڈاکٹر محمد آصف حسین کو بے حد مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دُعا ہوں کہ ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔اور مستقبل میں اسی طرح علمی وادبی اور تحقیقی کارناموں کے لیے انھیں ذوق عمل اور شوقِ علم کی دولت کے ساتھ ساتھ خوب خوب آسانیاں اور ہمواریاں عطا فرمائے۔آمین

انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ عزیزی آصف حسین کی یہ کاوش آنے والے وقتوں میں صدرالافاضل کی علمی رفعتوں پر قلم اُٹھانے والوں کے لیے انتہائی مفید ومعاون ہوگی۔اور ایسے کارنامے انجام دیے جائیں گے جن سے صدرالافاضل کی عظیم البرکت ذات گرامی دُنیائے علم وادب کو مزید منور کرے گی۔اور نئی نسلوں کی دُنیا وعاقبت کے لیے ایک قیمتی تحفہ ثابت ہوگی۔

کتاب ہٰذا کے مؤلف برادرم ڈاکٹر محمد آصف حسین کے لیے بے شمار دُعاؤں کے ساتھ مجھے یہ عرض کرنے میں نہ کوئی تکلف ہے اور نہ کوئی تامل کہ اُنھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں،ترتیب دی ہیں اور آئندہ بھی اُن کا یہ سفر جاری رہے گا۔مگر مرادآباد کی علمی وادبی اور دینی وروحانی تاریخ میں ''صدرالافاضل اورفن شاعری'' کے ذریعے وہ ہمیشہ موجود رہیں گے اور اُن کا یہ امتیاز واعزاز اُنھیں دُنیا میں تادیر سرخ رو رکھے گا۔انشاءاللہ تعالیٰ

منصور عثمانی

۵رستمبر ۲۰۱۶

نجمہ ہاؤس، بارہ دری، مرادآباد

اظہارِ محبّت

از: نبیرۂ صدرالافاضل محترم سیّد محمد انعام الدین نعیمی صاحب زید مجدکم
(سجادہ نشین آستانۂ عالیہ نعیمیہ، دیوان کا بازار، مراد آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

جدی وسیّدی صدرالافاضل فخرالاماثل، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج سیّد محمد نعیم الدین صاحب محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی ذات مقدس کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اکثر لوگ حضرت کے تقریری، تصنیفی وتفسیری کارناموں سے واقف ہیں۔ بہت کم لوگوں کو حضرت کی شاعری کے حوالے سے معلومات ہے، جب کہ حضرت ایک بلند پایہ صاحب دیوان شاعر بھی ہیں۔ عزیزی ڈاکٹر محمد آصف حسین صاحب نے اس طرف توجہ کی اور حضرت کے دیوان 'ریاضِ نعیم' کو مع مقدمہ وفرہنگ وحواشی جدید طرز پر بعنوان "صدرالافاضل اور فن شاعری" شائع کیا نیز کچھ غیر مطبوعہ کلام شامل اشاعت کر کے اپنی محبت کا اظہار کیا۔

میری دُعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک سیّد عرب وعجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدومِ ناز کے طفیل اِن کو اور اِن کے معاونین کو اس خدمت کا بدلہ دونوں جہان میں عطا فرمائے اور فیضانِ صدرالافاضل سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

فقیر قادری نعیمی

سیّد محمد انعام مصطفٰے نعیمی

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ نعیمیہ، دیوان کا بازار، مراد آباد

اظہاریہ مع شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف نے ۱۹۹۷ء میں ایم اے (اُردو) میں داخلہ لیا اور خصوصی مطالعے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا انتخاب کیا۔ مقصد تھا اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور خدمات کا مطالعہ کرنا تا کہ معلوم ہو سکے کہ اُن کی نعت گوئی میں ایسی کیا خوبی ہے جو اُنھیں دیگر شعرا سے ممیّز و ممتاز کرتی ہے اور جس کی بنا پر اُنھیں اُردو ادب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ الحمدللہ! مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور تین فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا یہ کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے کا موقع ملا۔ دوسرا یہ کہ نعتیہ ادب سے دل چسپی پیدا ہوئی اور الحمدللہ اس عنوان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل ہوئی۔ تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ صدرالافاضل کی شخصیت اور خدمات کے مطالعے کا ذوق پیدا ہوا۔ وہ اس طرح ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' بک سیلرز کے یہاں دستیاب نہیں ہو سکا تو نظر جامعہ نعیمیہ کی طرف اُٹھی، یہاں حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی دامت برکاتہم مہتمم جامعہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ موصوف سے میری پہلی ملاقات تھی۔ موصوف نے انتہائی مشفقانہ گفتگو فرمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے حدائق بخشش کا نسخہ مرحمت فرمایا نیز ایک نسخہ ''ریاضِ نعیم'' کا بھی عطا فرمایا۔ یہ صدرالافاضل سے پہلا تعارف تھا۔ وہ بھی نام کی حد تک کیوں کہ ''ریاضِ نعیم'' میں کوئی تعارف شامل نہیں تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صدرالافاضل کی شخصیت اور خدمات پر کوئی کتاب بھی دستیاب نہیں ہے۔ بس ایک کتاب ہے ''حیات صدرالافاضل'' وہ انتہائی کمیاب ہے۔ راقم الحروف نے اس سلسلے میں نبیرۂ صدرالافاضل حضرت سیّد رضوان الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو اُنھوں نے بھی مذکورہ کتاب کا نام بتا دیا لیکن کتاب حاصل نہیں ہو سکی۔ بالآخر مہتمم

صاحب نے وہ کتاب مہیّا کرادی۔ پہلے ریاضِ نعیم کا مطالعہ کیا اور پھر ’حیاتِ صدرالافاضل‘ کا اور یہ طے کرلیا کہ اس سلسلے میں کچھ کام کرنا ہی ہے۔ لہٰذا ایک خاکہ بھی مرتب کرلیا لیکن بات آگے نہیں بڑھ سکی۔ وجہ یہ تھی کہ راقم الحروف اپنے اندر وہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ صدرالافاضل جیسی عبقری شخصیت پر کچھ لکھ سکے۔ کئی سال کا عرصہ گزر گیا۔ مہتمم صاحب جب بھی حکم فرماتے احقر یہی جواب دیتا کہ حضرت کسی عالم سے یہ کام کرالیجیے۔ لیکن ایک دن موصوف نے سخت لہجے میں کہا کہ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہے اور کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ صدرالافاضل کے مجموعہ کلام کا ادبی جائزہ لیتے ہوئے اس کی از سر نو ترتیب وتدوین کی جائے گویا کہ موضوع کو سمیٹ دیا گیا۔

چونکہ احقر کئی سال پہلے خاکہ مرتب کر چکا تھا اور سُست روی سے مواد بھی اکٹھا کر رہا تھا لہٰذا خیال پیدا ہوا کہ جو کچھ مواد اکٹھا ہو چکا ہے اس کو بھی مجموعہ کلام کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔

سب سے پہلے صدرالافاضل کے اساتذہ حضرت علامہ مولانا شاہ فضل احمد صاحب قدس سرہ العزیز وحضرت علامہ مولانا شاہ محمد گل خاں صاحب قدس سرہ العزیز اور محسن خاص حضرت الحاج مُلا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قلم بند کیے۔ یہ حضرات صدرالافاضل کی علمی وادبی زندگی میں اہم مقام رکھتے ہیں، لہٰذا صدرالافاضل کا ذکر ان حضرات کے بغیر نامکمّل ہے۔ چونکہ ان حضرات کے حالات زندگی لوگوں کے سامنے نہیں تھے۔ اس لیے حتی المقدور تحقیق وتجسس کے بعد ان کے جو کچھ حالات زندگی یا سوانح میّسر ہو سکے اُنھیں ترتیب دے کر کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ خالص تحقیقی نوعیت کے مضامین ہیں جو پہلی بار منظر عام پر آرہے ہیں۔

اسی طرح صدرالافاضل کے ساتھ آپ کے آباواجداد کا ذکر بھی ضرور آتا ہے۔ لیکن یہ ذکر نام سے آگے نہیں بڑھتا۔ چونکہ اس سلسلے میں آج تک کوئی تحقیقی کام ہو ہی نہیں سکا۔ بس ہر مضمون نگار ’’حیات صدرالافاضل‘‘ کے جملوں کے اعادے پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔ یہ جملے اتنی بار لکھے جا چکے ہیں کہ لوگوں کو حفظ ہو گئے ہیں۔ جب احقر نے اس سلسلے میں تحقیق وتجسس کی راہ

اختیار کی تومعلومات میں کچھ اضافہ ہوا جسے مستند مآخذ وحوالوں کے ساتھ اس کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت کریم الدین آرزوؔ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور اُن کے شاگردوں کا ذکر، اُن کے بھائی غلام محی الدین ہوشؔ کا ذکر اور حضرت معین الدین نزہتؔ کے کچھ حالات اور اُن کے چند تلامذہ کا ذکر یقیناً ایک اضافہ ہے، اُمید ہے کہ اس سے تحقیق وتنقید کی نئی راہیں ہموار ہوں گی اور صدرالافاضل کے علمی وادبی پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اس دعوے کو بھی تقویت ملے گی یہ خاندان ہمیشہ سے علم وادب کا گہوارہ رہا ہے اور مرادآباد ہی نہیں بلکہ بیرونِ شہر کے علمی وادبی حلقوں میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

چونکہ صدرالافاضل کی شخصیت کثیر الجہات ہے۔اور ایسی کئی جہتیں ہیں کہ جن پر لکھنا علما کا ہی کام ہے اور الحمد للہ خوش آئند بات یہ ہے کہ کئی عالم اس کام میں مصروف بھی ہیں لہٰذا یہاں حیات وخدمات پر تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے اجمالی خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے تا کہ قاری کو صدرالافاضل کے تعلق سے بنیادی معلومات حاصل ہو سکے۔البتہ اُن چیزوں پر قدرے تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے جو ابھی تک منظر عام پر نہیں تھیں ۔ بالخصوص صدرالافاضل کی شاعری پر ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی لہٰذا احقر نے اُردو ادب کا ادنیٰ طالب ہونے کے ناطے بساط بھر لکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس طرح کتاب دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ پہلا حصہ صدرالافاضل کے آباو اجداد اور اساتذہ کرام نیز صدرالافاضل کی شخصیت اور اُن کی شاعری کی خصوصیات پر مشتمل ہے اس حصّے کو ہم ریاضِ نعیم کا مقدمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔اس حصّے میں ضمناً چند اہم شخصیات اور دیگر چیزوں کا ذکر بھی آیا جن کی قدرے تفصیل حاشیے میں دی گئی۔قوسین میں مندرج نمبر انھیں حوالوں اور حواشی کے ہیں جو کتاب کے حصہ اوّل کے اخیر میں ''حوالے اور حواشی'' کے تحت درج کر دیے گئے ہیں۔

کتاب کا دوسرا حصہ صدرالافاضل کے مجموعہ کلام یعنی ریاضِ نعیم پر مشتمل ہے۔

چونکہ اصل مقصد ''ریاض نعیم'' کی تدوین وترتیب اورصدرالافاضل کی شاعری ہے۔
لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاعری پر گفتگو سے قبل ''ریاضِ نعیم'' پر روشنی ڈالی جائے۔

چونکہ صدرالافاضل کا شعری ذوق وشوق کسبی نہیں، وہبی تھا جو آپ کو ورثے میں حاصل ہوا تھا۔ آپ نے اس ذوق کو کبھی بھی باعثِ افتخار نہیں سمجھا اور نہ کبھی پورے انہماک کے ساتھ ادھر متوجہ ہوئے یعنی شعروشاعری آپ کا مشغلہ نہیں رہی، بلکہ جب کبھی قلب پر کوئی کیفیت وارد ہوئی، عشق رسول نے کروٹ لی یا مدینے کی یاد نے تڑپایا تو جذبات الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر شعر کے قالب میں صفحۂ قرطاس پر آ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنا مجموعہ کلام شائع نہیں کیا بلکہ ترتیب ہی نہیں دیا۔

اللہ عزوجل جزائے خیر عطا فرمائے حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم غلام معین الدین مخدوم سنعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۱ء) کو جن کی توجہ اور مساعی جمیلہ سے صدرالافاضل کا شعری سرمایہ ''ریاضِ نعیم'' کی شکل میں ہم تک پہنچا جیسا کہ وہ رقم طراز ہیں:

> ''سیدی (مولانا نعیم الدین) قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں بے شمار نعتیں اور نظمیں فرمائیں۔ افسوس کے وہ سب جمع نہیں کی گئیں بلکہ جس کے ہاتھ جو لگا وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ اس خادم نے بعض افراد سے اس معاملے میں رابطہ بھی قائم کیا مگر خاطرخواہ کلام فراہم نہ ہوسکا۔ مندرجہ ذیل کلام بھی وہ ہے جس کو میں نے اپنی حاضری کے دوران جمع کیا یا جس کو حضرت نے وقتاً فوقتاً فرمایا۔ ان میں سے کچھ نظمیں ایسی تھیں جو مقطعے سے خالی تھیں، آخری دنوں میں میں نے عرض کیا کہ انھیں مکمل فرما دیا جائے تو حضرت نے کچھ دن پہلے انھیں مکمل فرمایا .... بہر حال میں جس قدر کلام جمع کر سکا نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کلام کو کتابی شکل میں حضرت قدس سرہ کے وصال فرمانے کے بعد مرادآباد سے شائع بھی کیا تھا۔'' (حیاتِ صدرالافاضل ص ۲۰۱)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ:

(۱) صدرالافاضل نے بے شمار نعتیں اور نظمیں کہیں۔

(۲) صدرالافاضل نے اپنا کلام جمع نہیں کیا۔

(۳) صدرالافاضل کا کلام مختلف لوگ لے گئے۔

(۴) صدرالافاضل نے آخری دنوں میں کچھ مقطعے مولانا غلام معین الدین صاحب علیہ الرحمہ کے اصرار پر کہے۔

(۵) صدرالافاضل کا یہ کلام حضرت مولانا معین الدین صاحب کا جمع کردہ ہے۔

(۶) دوسرے لوگوں سے صدرالافاضل کا تھوڑا بہت کلام حاصل ہوا خاطر خواہ کلام حاصل نہیں ہوسکا۔

مندرجہ بالانکات کی روشنی میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ کلام پر صدرالافاضل نے نظرثانی نہیں فرمائی تھی بلکہ مرتب یعنی حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب کو جتنا کلام جہاں سے جیسا حاصل ہوسکا اُسے عقیدتاً بعینہ شائع کردیا گیا۔

جہاں تک دوسرے لوگوں کے کلام لے جانے کی بات ہے تو یہ درست ہے۔ چونکہ اُس دَور میں میلادخواں حضرات شعرا کرام سے کلام لے کر محفلوں میں پڑھا کرتے تھے۔ میلاد کی محفلوں میں صدرالافاضل کا کلام بھی پڑھا جاتا تھا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ راقم الحروف کو صدرالافاضل کے معاصر محلہ چوکی حسن خاں کے ساکن معروف میلادخواں صوفی نیاز علی اشرفی علیہ الرحمہ کی بیاض دستیاب ہوئی جس میں صدرالافاضل کے بہت سے کلام درج ہیں جو مطبوعہ ہیں (ان سے ریاضِ نعیم میں درآئی اغلاطِ کتابت کو درست کرنے میں مدد ملی) جب کہ دو غیر مطبوعہ کلام بھی دستیاب ہوئے۔ ان میں سے ایک اُردو نعت ہے جبکہ ایک فارسی کی تضمین ہے۔ یہ دونوں کلام اس ایڈیشن میں شامل کردیے گئے ہیں۔

محولہ بالا اقتباس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ مجموعے کا نام کس نے تجویز کیا۔ غالب گمان یہی ہے کہ اس کا نام ''ریاضِ نعیم'' بھی حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب کا تجویز کردہ ہے۔

ریاضِ نعیم کا پہلا ایڈیشن صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد اختصاص الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں شائع ہوا۔ جس پر مرتب کی حیثیت سے اُنھیں کا نام درج ہے جب کہ حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ کا علیہ نام بحیثیت ناشر لکھا گیا ہے۔ یہ مجموعہ کلام دیوان کی شکل میں ۲۰×۳۰/۱۶ کے سائز میں ہے جو کہ ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ ۸۰ صفحات پر مشتمل صدرالافاضل کے والد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ کا دیوان ''نزہت الناظرین'' بھی ہے۔ اس کے کاتب لائق سہسوری ہیں اور یہ جمال پریس دہلی کا چھپا ہوا ہے۔ از اوّل تا آخر کہیں بھی سنِ ترتیب یا سن اشاعت درج نہیں ہے۔ نیز سوائے مصنف کے نام اور القاب کے مصنف کا کوئی تعارف شامل نہیں ہے۔

ریاضِ نعیم کی دوسری اشاعت حضرت مولانا غلام معین الدین رحمۃ اللہ کی مرتبہ 'حیاتِ صدرالافاضل'' کے حصہ چہارم کی شکل میں ہوئی۔ حیات صدرالافاضل کا دوسرا ایڈیشن راقم السطور کے پیش نظر ہے یقیناً پہلے ایڈیشن میں بھی یہ دیوان شامل رہا ہوگا۔ اس طرح یہ ریاضِ نعیم کی تیسری اشاعت ہوگی، اس اشاعت میں صرف ریاض نعیم ہی شامل ہے، نزہت الناظرین کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس پر بھی کوئی سنِ اشاعت درج نہیں ہے۔ چونکہ یہ کتاب ہی مصنف 'ریاض نعیم' کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے لہٰذا قاری کو مصنف کے حالات وسوانح بآسانی میسر ہوجاتے ہیں۔

ریاضِ نعیم کی چوتھی اشاعت مکتبہ نعیمیہ سنبھل سے جون ۱۹۹۵ء میں ہوئی جو ۲۳×۳۶/۸ کے ۱۰۰ صفحات پر محیط ہے، جس کے ۳۸ صفحات پر 'ریاضِ نعیم' اور بقیہ صفحات پر 'نزہت الناظرین' ہے۔ اس کے کاتب حبیب احمد نعیمی اور ناشر حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی دامت برکاتہم ہیں۔ اس پر بار دوم درج ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک ناشر کی نظر سے 'حیات صدرالافاضل' نہیں گزری تھی۔ اسی لیے بار دوم لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی

مصنف کے حالات سے خالی ہے۔

راقم الحروف کے پیش نظر 'حیات صدرالافاضل' کا جدید نسخہ بھی ہے جو کہ ۲۰۰۰ء میں فرید بل اسٹال ،لاہور سے شائع ہوا ہے۔اس میں بھی 'ریاضِ نعیم' شامل ہے۔اس نسخے میں بھی کہیں اشاعت اوّل کی تاریخ درج نہیں ہے بلکہ اس پر الطبع الاوّل لکھ کر مزید اُلجھن پیدا کردی گئی ہے۔ادبی طریقہ کار اور تحقیق وتدوین کے اصول کے مطابق قدیم کتابوں کی جدید اشاعت کے وقت اُس کتاب کے مصنف کے حالات اور اُس کتاب کی اہمیت کو واضح کیا جانا چاہیے،لیکن افسوس اس نسخے میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ متذکرہ بالا اشاعتوں کے علاوہ بھی ریاض نعیم کی اشاعت ہوئی ہو جو راقم الحروف کی نظروں سے نہیں گزری لہٰذا محدود معلومات اور مطالعے کی حد تک عرض ہے کہ اگر ایڈیشن اور مکرر طباعت کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو زیر نظر مجموعہ 'ریاضِ نعیم' کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں کتابت وطباعت کی اغلاط اور اِن کے سبب پیدا ہونے والے فنّی اسقام کو حتی الامکان درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

'ریاض نعیم' کا پہلا ایڈیشن چونکہ دیوان کی شکل میں شائع ہوا تھا لہٰذا اب تک جتنی بار بھی اشاعت ہوئی وہ اُسی شکل میں ہوئی۔اب کیوں کہ دیوان ترتیب دینے کا رواج نہیں رہا ہے نیز یہ کہ راقم الحروف نعتیہ کلام کو غزلیات وغیرہ کے ساتھ مخلوط کر کے دیوان کی شکل میں شائع کرنے کا قائل نہیں کیوں کہ اس ترتیب میں ردیف کا خیال تو رکھا جاتا ہے لیکن حمد ومناجات اور نعت ومنقبت کو ترجیح حاصل نہیں ہو پاتی۔البتہ صرف نعتیہ دیوان ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔چونکہ ریاض نعیم میں حمد ومناجات اور نعت ومنقبت کے ساتھ عارفانہ کلام بھی شامل ہے لہٰذا اس کو بھی جدید نہج پر ترتیب دیا گیا ہے یعنی پہلے حمد پھر مناجات بعدہ نعت ومنقبت اور پھر عارفانہ کلام۔اس مجموعے کی ترتیب میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے:

(۱) اُردو اور فارسی کلام کے اختلاط کو ختم کر کے اُردو اور فارسی کا کلام الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

(۲) فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۳) عربی اشعار کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

(۴) اُردو کلام میں مستعمل مشکل الفاظ کی فرہنگ منسلک کردی گئی ہے تاکہ معمولی اُردو جاننے والے افراد اور ابتدائی جماعتوں کے طلبہ بھی اس سے مستفید و مستفیض ہوسکیں۔

چونکہ اصل مقصد ''ریاض نعیم'' کی ترتیب تھالہٰذا کتاب کا تاریخی نام ''نورِ ریاضِ نعیم'' (۱۴۳۷ھ) رکھا گیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں میرے بہت سے احباب وکرم فرما حضرات کا تعاون شامل رہا ہے جن کا شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فرض اور ادبی ذمہ داری ہے۔

سب سے پہلے تو میں حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی دامت برکاتہم ،مہتمم جامعہ نعیمیہ کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور یہ کام میرے سُپرد کیا۔موصوف صدرالافاضل سے بے پناہ عشق وعقیدت رکھتے ہیں اور صدرالافاضل کے مشن اور اُن کی کتب کی اشاعت کو اپنا خوش گوار فریضہ سمجھتے ہیں ۔آپ کی مساعی جمیلہ سے صدرالافاضل کی کئی نادرونایاب کتابیں منظرعام پر آچکی ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی نے اس کتاب کا مطالعہ کیا،فارسی کے کچھ کلام کا اُردو میں ترجمہ کیا نیز اپنے تاثرات بھی قلم بند فرمائے جو زینتِ کتاب ہیں۔اس کے لیے احقر موصوفِ گرامی کا بے انتہا شکرگزار ہے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنّان کلیمی صاحب نے مسودے کا مطالعہ کرنے کے بعد بہت حوصلہ افزائی کی۔اپنی بیش قیمت رائے اور دُعائیں تحریری شکل میں عطا فرمائیں۔لہٰذا اُن کا شکریہ ادا کرنا میرا خوش گوار فریضہ ہے۔

اُستاذِ محترم ،معروف ماہرزبان دانی ،رباعیات کے سات دواوین کے مصنف ،محب اعلیٰ حضرت ،ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب (سابق صدر شعبۂ اُردو، ایم ایچ کالج ،مرادآباد) نے ریاضِ نعیم کا مطالعہ کرنے کے بعد مفید مشوروں سے نوازا،کتابت وطباعت سے پیداشدہ فنی

اسقام کی نشاندہی کی، کچھ فارسی کلام کا ترجمہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی اور راقم الحروف کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ایک مکتوب ارسال فرمایا۔ نیز صدرالافاضل کی شاعری کے تعلق سے اپنا غیر مطبوعہ مضمون بھی مرحمت فرمایا جس کے لیے احقر صمیم قلب سے اُن کا شکر گزار ہے۔

اُستاذ محترم ماہرِ عروض ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب (سابق صدر شعبۂ اُردو، ہندو کالج مرادآباد) ساکن حال علی گڑھ سے فون پر کئی مرتبہ تبادلۂ خیال ہوا اور آپ نے مفید مشوروں سے نوازا۔

نبیرۂ صدرالافاضل محترم سیّد محمد انعام الدین نعیمی صاحب ابن سیّد محمد رضوان الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت نامہ تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

جامعہ نعیمیہ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان نعیمی صاحب اور حضرت مولانا اکبر علی نعیمی صاحب سے وقتاً فوقتاً مشورہ اور تبادلۂ خیال ہوا۔ ان حضرات نے عربی اشعار کی قرأت اور اُن کی تفہیم میں بڑی مدد فرمائی۔ لہٰذا ان حضرات کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں

شہر صدرالافاضل کے عالمی شہرت یافتہ شاعر اور ناظم مشاعرہ جناب منصورؔ عثمانی صاحب نے اپنے جذبات قلبی تحریری شکل میں عنایت فرمائے۔ ڈاکٹر مجاہد فرازؔ صاحب نے صدرالافاضل کی شاعری کے تعلق سے اپنا غیر مطبوعہ مضمون عنایت فرمایا۔ ڈاکٹر سید عظیم الحسن صاحب نے مسودے کا عروضی مطالعہ کیا اور پروف ریڈنگ میں معاونت فرمائی۔ مرادآباد کے نوجوان عالم دین جناب مولانا مفتی محمد دانش قادری صاحب اس کتاب کے سلسلے میں کئی مرتبہ ڈاکٹر صابر صاحب کے پاس سنبھل گئے آئے۔ شہزادۂ فخر ملت مولانا محمد احمد اکرمی صاحب اور سیّد یوسف علی صاحب نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور دُعاؤں سے نوازا۔ ان تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اپنے محسن و کرم فرما جناب انجم علی اور اکمل علی صاحبان کا شکریہ ادا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر وہ حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تو یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میری اہلیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ ہر ہر مرحلے پر میری معاونت فرماتی

ہیں اور تمام علمی وادبی سرگرمیوں میں مجھے اُن کا تعاون حاصل رہتا ہے۔ میرے بیٹے علی سعد اور بیٹیوں ولیہ اور ہادیہ کو اللہ تعالیٰ زیورِ علم وادب سے آراستہ فرمائے جن کی معصوم شرارتیں اکثر اوقات غصّے کے ساتھ ساتھ مسکراہٹوں کا بھی سبب بنتی ہیں۔

وہ تمام حضرات بھی یقیناً شکریے کے مستحق ہیں جن سے علمی وادبی کتب ورسائل حاصل ہوئے، بالخصوص مخبرِ عالم پریس کے مالک قاضی فیروز مظہر صاحب نے اپنی تمام تر کاروباری مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہفت روزہ "مخبرِ عالم" کی فائلیں مطالعے کے لیے عنایت فرمائیں، نبیرۂ صدرالافاضل سیّد محمد شبیہ الدین نعیمی صاحب نے صدرالافاضل سیمنار (تُلسی پور) میں پڑھے گئے غیر مطبوعہ مقالات مرحمت فرمائے۔ ڈاکٹر شعائر اللہ خاں صاحب نے نادرونایاب تذکرہ "شعرائے روہیل کھنڈ" عطا فرمایا۔ اللہ رب العزت جناب اسلم سلطان مرحوم (سلطان آرٹ) کی مغفرت فرمائے اُنھوں نے میلاد خواں صوفی نیاز احمد اشرفی مرحوم کی بیاضیں فراہم کیں جو ریاضِ نعیم کی تصحیح اور کلام میں اضافے کا باعث ہوئیں۔ جناب محمد عاصم اشرفی (خادم آستانہ حضرت شاہ فضل احمد علیہ الرحمۃ) نے حضرت شاہ فضل احمد علیہ الرحمۃ کے حالات وواقعات کی ترتیب میں معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دُعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے پیارے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل احقر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور فیضانِ صدرالافاضل سے مستفیض فرمائے۔ آمین

محمد آصف حُسین
دیوان کا بازار، مراد آباد

۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ
مطابق ۱۱ر مئی ۲۰۱۷ء بروز جمعرات

حصہ اوّل

ابتدائیہ

مرادآباد مغربی اُتر پردیش کا ایک اہم شہر ہے، جو اپنی پیتل کی صنعت کی بنا پر سارے عالم میں مشہور ہے، جب کہ ادبی حلقوں میں شہر جگر اور مذہبی حلقوں میں شہر صدرالافاضل کے طور پر اس کی شناخت ہوتی ہے۔

مرادآباد کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس علاقے پر خواجہ خواجگاں ہندالولی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ رہی اور آپ نے اپنے بھانجے حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ(۱) کو اس علاقے کی آبادکاری اور تبلیغ دین کے لیے یہاں بھیجا۔ اس طرح یہ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس سرزمین پر قدم رنجا فرمایا۔ آپ نے یہاں پر کیا کیا خدمات انجام دیں اور آپ کے ہمراہ کون کون بزرگ یہاں تشریف لائے اس کی کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہے لیکن کم وبیش آٹھ سو سال بعد بھی آپ کے مزار مبارک پر پروانوں کا ہجوم آپ کی ولایت پر دال ہے حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے کئی سو سال بعد مرادآباد کی باقاعدہ وباضابطہ آبادکاری شاہجہاں کے حکم سے اُس کے سپہ سالار یوسف علی خاں الملقب بہ رستم خاں دکنی کے ذریعے ۱۶۲۵ء میں عمل میں آئی۔ رستم ایک خداترس، نیک دل اور فقیر دوست انسان تھا، جب اُس نے اس شہر کی بنا ڈالی تو اُس نے ایک طرف جہاں مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو جمع کیا تو دوسری طرف اپنے وقت کے علماء وعارفین وکاملین وصالحین اور درویشوں کو بھی یہاں جمع کیا اس طرح اس نوآباد شہر میں قال اللہ وقال رسول کی صدائیں روز اوّل سے ہی گونجنے لگی تھیں۔ ذکر رسول کی محفلیں آراستہ ہونا شروع ہوگئی تھیں جس کا ثبوت حضرت شاہ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (مدفون روضہ والی زیارت، پیرزادہ) کے اُس بیان سے ہوتا ہے کہ جب وہ مرادآباد تشریف لائے اور محلہ لال باغ پہنچے تو رستم کے محل سے میلاد شریف کی آواز آرہی تھی۔(۲) المختصر حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے اولیاء کرام کی آمد کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ صدیوں تک جاری رہا اور ان حضرات نے روحانی طور پر اس شہر کو مالا مال کرنے کے علاوہ مادّی طور پر بھی اس

شہر کو دُنیا کے نقشے پر اہم مقام دلایا جس کی بیّن مثال یہاں کی پیتل کی صنعت ہے جو کہ چشتیہ صابر یہ سلسلے کے اہم بزرگ حضرت شاہ سیّد محمد مکمل رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے۔(۳)

جیسے جیسے شہر آباد ہوتا گیا ویسے ویسے ہر دور میں جلیل القدر شخصیات جلوہ افروز ہوتی رہیں اور ایک ایسی کہکشاں وجود میں آئی جس کا ہر ستارہ معدنِ انوار ہے جس سے نکلنے والی شعائیں آج تک یہاں کے ماحول کو نورانی بنائے ہوئے ہیں۔ اگر ماضی قریب پر غور کریں تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت الحاج مولوی محمد رفیع الدین فاروقی یہاں آسودۂ خواب ہیں جن کی میز بانی میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کئی بار یہاں تشریف لائے۔ مجاہد کبیر حضرت علامہ مولانا سیّد کفایت علی کافیؔ شہید نے اس سرزمین پر ایسی علمی، ادبی اور سیاسی خدمات انجام دیں جو تاریخ کے صفحات میں آبِ زر سے لکھی ہوئی ہیں اُردو ادب میں سب سے پہلے حمد یہ دیوان کے خالق مولوی محمد حسین تمنّاؔ اسی سرزمین پر آرام فرما ہیں۔ اور قریب چلیے تو ایک نام بہت جلی حروف میں لکھا ہوا ملتا ہے جس کی خدمات کا ایک جہان معترف ہے، جس کی فکر و بصیرت کی دُنیا قائل ہے، جس کی تفسیر۔۔۔ خزائن العرفان، جس کا لقب صدرالافاضل اور جس کا نام حضرت علامہ مولانا حکیم الشاہ سیّد محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

اس سے قبل کہ حضرت علامہ مولانا حکیم الشاہ سیّد محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ کی شخصیت اور خدمات پر گفتگو کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خاندانی پس منظر پر روشنی ڈالی جائے تا کہ صدرالافاضل کے ساتھ ساتھ آپ کے آباواجداد کی خدمات بھی منظر عام پر آسکیں اور یہ واضح ہوجائے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

صدرالا فاضل مراد آباد کے صاحب ثروت ،اہل علم اور مقتدر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔اس خاندان میں علم وادب اور شعر وسخن کا چرچا عام تھا۔کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان عہد عالمگیر میں مشہد سے ہندوستان آیا اور دہلی میں سکونت اختیار کی۔اس خاندان کی علمی وادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے بادشاہِ وقت نے خلعت سے نوازا اور مراد آباد کی جا گیر عطا کی جیسا کہ حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> ''آپ کے آبا واجداد مشہد شریف کے رہنے والے تھے ،حضرت اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں مشہد سے آئے اور بڑے جلیل المناصب عہدوں پر فائز رہے۔حضرتِ عالم گیر نے آپ کے اجداد کرام کا بڑا اعزاز واحترام کیا، بڑی بڑی جاگیریں عطا فرمائیں،نسلاً بعد نسلٍ اس کا کچھ حصہ آپ کے ورثے میں بھی آیا، یہ خاندان ہمیشہ علم وفضل کا آفتاب اور علوم وفنون کا ماہتاب رہا، جوعزت وشرف قدر ومنزلت اور علم وفضل میں عروج آپ کو حاصل ہوا،اس کی نظیر میدانِ علم کے شہسواروں میں شاذ ونادر ہے۔''(۱)

گردشِ زمانہ سے بادشاہ وقت کی عطا کردہ جا گیر تو محفوظ نہیں رہ سکی لیکن علم وادب، دین ومذہب اور نبی برحق ﷺ سے عشق ومحبت کی خلعت جو خالق کائنات علیم وخبیر نے عطا فرمائی تھی،صدرالا فاضل کی شخصیت اُس سے مکمل طور پر آراستہ اور مزیّن نظر آتی ہے۔لیکن افسوس کہ اس خاندان کی کوئی مربوط تاریخ دستیاب نہیں،صدرالا فاضل کے ذکر میں ضمناً چند نام ضرور سننے اور پڑھنے میں آتے ہیں۔راقم الحروف نے جب اس سلسلے میں تلاش وتجسس کی راہ اختیار کی تو کتبِ تواریخ وادب میں چند بکھری ہوئی کڑیاں نظر آئیں جنھیں مربوط شکل میں یہاں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حضرت کریم الدین آرزوؔ

مولوی کریم الدین رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ صدرالافاضل کے پردادا تھے۔شعروسخن میں خصوصی دل چسپی رکھتے تھے۔شاعری میں قتیلؔ دہلوی (م۱۸۱۸ء) کے شاگرد تھے اور آرزوؔ تخلص تھا۔(۲) کچھ مؤلفین نے آپ کا تخلص آزادؔ لکھا ہے جو غلط ہے۔ آرزو کا شمار اپنے دور کے اہم علماء میں ہوتا تھا،عربی اور فارسی زبان وادب کے ساتھ ساتھ علمِ عروض وقافیہ میں خاصی شہرت حاصل تھی اوران کی فکر اورفن کا شہرہ دور دور تک تھا۔لہٰذا حلقہ ٔتلامذہ بھی وسیع تھا۔بالخصوص بریلی اوررام پور میں آرزوؔ کے شاگرد کافی تعداد میں موجود تھے۔ امیر مینائی رقم طراز ہیں کہ :

> ''علم عروض وقافیہ میں مہارت حاصل تھی۔نظیر شاہ خاں شاد(م ۱۸۲۵ھ)ابن غلام محمد خاں ابتدائے عمر میں مرادآباد آئے اورآرزوؔ کے شاگرد ہوئے۔عربی، فارسی کتابیں انھیں سے پڑھیں اورشعر میں بھی انھیں سے اصلاح لی۔علم عروض وقافیہ میں بھی مداخلت (کذا) پیدا کی۔ایک دن شیخ سیف اللہ ثاقبؔ ابن شیخ کفایت اللہ بریلوی نے شادؔ کے سامنے یہ مطلع پڑھا:
>
> یار را از من خیالی دیگر است بر لبم ہر لحظہ قالی دیگر است
>
> شادؔ نے کہا''جائے اُستاد خالی ست''۔ثاقبؔ نے اصلاح کی درخواست کی،وہ انھیں اپنے اُستاد کریم الدین آرزوؔ کے پاس لے آئے اور یہ مطلع پڑھوایا۔آرزوؔ نے فی الفور اصلاح کی:

یار را از من خیالی دیگر است گرچہ جان من بحالی دیگر است

ثاقبؔ کو پسند آیا اور تلامذہ میں داخل ہوئے۔سال بھر استاد کی خدمت میں رہ کر اس فن کی مشق کی۔(۳)

سیف اللہ ثاقبؔ (م۱۸۱۱ء) نے ایک غزل کہی جس کا مطلع ہے :

سر فدای قدمِ جانان است دیدہ صرف رخ مہ رویان است

اس غزل کے آخری شعر میں وہ اپنے استاد حضرت کریم الدین آرزؔو سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آرزؔو رحمت حق بر گورت
بی تو شعرم جسدِ بی جان است(۴)

(ترجمہ: آرزؔو! آپ کی قبر پر اللہ کی رحمت ہو، آپ کے بغیر میرے شعر ایسے ہیں جیسے بغیر جان کے جسم)

مولوی کریم الدین آرزؔو کے باقی حالات وسوانح پردہ خفا میں ہیں۔ البتہ ان کے عرصۂ وصال کا تعین اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ سیف اللہ ثاقب کا انتقال ۱۸۱۱ء میں ہوا۔ اور انھوں نے اپنے شعر میں آرزو کی قبر پر رحمت کی دُعا کی ہے، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کریم الدین آرزؔو کا انتقال ۱۸۱۱ء سے پہلے ہو چکا تھا۔

مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کریم الدین آرزو مرادآباد کے معروف اُستاد شاعر ملک الشعرا (مہدی علی خاں) ذکؔی مرادآبادی کے بھی اُستاذ تھے۔ اُنھوں نے مندرجہ ذیل شعر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذکؔی کہا کرتے تھے کہ جیسی اتم تشبیہ میرے استاذ کے کلام میں ہے میں نے کہیں نہیں دیکھی۔

آرزؔو نے قاصد کی تیز رفتاری بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

دو پائے تیز رفتارش برفتن شدہ مقراض در منزل بریدن(۵)

(ترجمہ: قاصد اپنے دونوں تیز رفتار پاؤں سے اس طرح چلا جارہا ہے جیسے قینچی منزل قطع کر رہی ہو۔)

شمالی ہند میں لکھے گئے اکثر تذکروں میں ذکی کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن افسوس کسی تذکرہ نگار نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ذکی آزرؔو کے شاگرد تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ذکؔی نے ابتدائی تعلیم آرزؔو سے حاصل کی ہوگی اور اکثر ابتدائی دور کے اساتذہ بنیاد کی اینٹ کی طرح منظر عام پر نہیں آپاتے ہیں جب کہ آخری دور کے اساتذہ کنگوروں کی طرح منظر عام پر رہتے ہیں۔

حضرت غلام محی الدین ہوشؔ رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر محمد انصار اللہ نے اپنی کتاب تاریخ ادب اُردو جلد دہم میں امیر مینائی کے تذکرے کے حوالے سے لکھا ہے کہ غلام محی الدین ہوشؔ کریم الدین آرزوؔ کے بھائی تھے، جو کہ اُردو نثر و نظم دونوں میں بصیرت رکھتے تھے۔ ۱۸۲۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں بھائی مراد آباد کے استادوں میں شمار ہوتے تھے۔ اُنھوں نے ہوشؔ کے ایک شاگرد میاں نجیب شاہ ساکن قصبہ شاہ آباد کا بھی ذکر کیا ہے۔ (۶)

حضرت امین الدین راسخؔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی امین الدین راسخؔ بن حضرت مولوی کریم الدین آرزوؔ حضرت صدرالافاضل کے دادا تھے، ذوق شاعری انھیں اپنے خاندان سے ورثے میں ملا تھا۔ یہ بھی اپنے دور کے مشاہیر اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ راقم الحروف کے محدود مطالعے کی حد تک کسی معاصر تذکرہ نویس نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے درج ذیل تین اشعار نقل کیے ہیں (۷):

ہے خیالِ یار کا مسکن دلِ بیتاب میں قید کرتے ہیں پری کو ہم چہِ سیماب میں

دیکھ کر اُس روئے روشن پر عرق حیران ہوں آئینہ پر آب ہے یا آئینہ ہے آب میں

خاک ہے آغاز راسخؔ اور ہے انجام خاک پھونک دے اسبابِ عالم عالمِ اسباب میں

شعریت سے بھرپور مندرجہ بالا تینوں اشعار حضرت راسخؔ کی قادرالکلامی، فکر و فن پر عبور زبان و بیان پر دسترس، مشاہدے میں گہرائی اور مطالعے میں گیرائی کو ثابت کرتے ہیں۔ چونکہ شعر کا مضمون، مستعمل الفاظ اور تراکیب سے شاعر کے فطری رجحان اور طبعی میلان

کا بھی اظہار ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ بالا مطلع میں دلِ بیتاب میں یار کا مسکن ہونا اور مقطع کا مضمون اور اس کی لفظیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں عاجزی وانکسار اور دُنیا سے بے رغبتی کا عنصر غالب تھا گویا کہ وہ صوفی منش انسان تھے۔

حضرت معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی معین الدین بن حضرت مولوی امین الدین راسخؔ، حضرت صدرالافاضل کے والد تھے۔ نزہتؔ تخلص تھا۔ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ صدرالافاضل نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۵ برس تھی۔ اس حساب سے آپ کی پیدائش ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء میں ہوئی ہوگی۔

حضرت مولانا معین الدین نزہتؔ کی پرورش خالص علمی وادبی ماحول میں ہوئی۔ ہوش سنبھالا تو گھر میں شعروشاعری کا چرچا عام تھا لہٰذا شاعری کا ذوق پیدا ہونا فطری تھا۔ اُس دور میں ملک الشعرا مہدی علی خاں ذکیؔ مرادآباد کے مسلم الثبوت اُستاذ شاعر تھے جن کی رسائی ریاست رام پور، حیدرآباد اور لکھنؤ تک تھی، شہر میں ان کے شاگرد بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ لہٰذا حضرت نزہتؔ بھی اُن کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے اور اس میدان میں ایسی شہرت حاصل کی کہ خود اُستاذ الشعرا کے لقب سے یاد کیے جانے لگے تھے۔ بلکہ اپنی عمر کے آخری دَور میں ذکیؔ کے شاگردوں میں صرف یہی باقی بچے تھے جس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ذکیؔ کا مرے دم سے ہے نام روشن
میں نزہتؔ ہوں مشہور اہلِ ہُنر میں

حضرت نزہتؔ اپنے دور کے مقبول شاعر اور ہردل عزیز شخصیت تھے۔ ہمیشہ تعلیم وتعلّم اور درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ سیّد تعظیم علی شایاںؔ بریلوی نے لکھا ہے کہ حضرت نزہتؔ مرادآباد کے مڈل اسکول میں مدرس تھے۔(۸)

حضرت نزہتؔ درس وتدریس وتلامذہ کی کی تربیت کےعلاوہ زیادہ تر وقت عبادت وریاضت میں گزارتے تھے۔جیسا کہ آپ کے فرزند دل بند حضرت صدرالافاضل فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ علیہ الرحمہ پُرانی وضع کے مقدس عالم اور متقی بزرگ تھے آپ کے اوقات عبادت الٰہی میں گزرتے''(۹)

حضرت نزہتؔ انتہائی ملنسار، خوش اخلاق اور خوش گفتار شخص تھے۔شہر کے ادیبوں، شاعروں اور اہل علم حضرات میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔نواب شبّیر علی خاں تنہاؔ (۱۰)،مولانا محمد حسین تمنّاؔ(۱۱) اور مولانا کفایت علی کافیؔ(۱۲) جیسی جلیل القدر شخصیات آپ کے احباب میں شامل تھیں۔محکمۂ تعلیم کے اسسٹنٹ انسپکٹر میر کرامت علی ان کے ممدوحین میں شامل تھے۔انسپکٹر صاحب کو ترقی حاصل ہوئی تو حضرت نزہتؔ نے ایک قصیدہ لکھا تھا جس کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

بکن طبع امروز اظہار جودت — کہ آمادہ گردید سامانِ راحت

کہ مخدوم وموصوف وممدوحِ والا — نوازش گر حالِ تو ذی کرامت

فلک میر صاحب کرامت علی را — رسانید الحال بر صدر رفعت

اسسٹنٹ انسپکٹر مستقل شد — بصدر جلیلش خدا داد عزت

چو از دانش ایں مژدہ آید بگوشم — چنانم برانگیخت افراط فرحت

کہ در پیرہن می نہ گنجید جسمم — نہ در خانۂ من رواں در سکونت

پئے خیر خواہاں بود خیر و خوبی — سر دشمناں باد در زیر پایت

بممدوحِ من یا الٰہی چناں کن — رشادت سعادت سعادت رشادت

رام پور کے نواب کلب علی خاں کی مدح میں بھی ایک شعر ملتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن سے بھی حضرت نزہتؔ کے اچھے مراسم تھے۔

الٰہی یہ نواب کلب علی خاں
بعیش مُخلّد رہے شاد وخرم

چونکہ مرادآباد بہت سی علمی وادبی اور سیاسی تحریکات کا مرکز رہا لہٰذا اکثر مشاہیر علمائے کرام کی آمدورفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ مولانا قاسم نانوتوی بھی یہاں آتے رہتے تھے۔ شہر کے اکثر لوگ اُن سے متاثر تھے۔ ایسے ماحول میں نسبتاً کم عمر شخص کا رجحان اُدھر ہوجانا فطری تھا لہٰذا حضرت معین الدین نزہتؔ بھی اُن سے بیعت ہوگئے۔ لیکن جب اُن کے عقائد کھل کر سامنے آئے تو لوگوں نے اُن سے دوری اختیار کرلی نتیجتاً حضرت نزہتؔ بھی تائب ہوئے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اس واقعے کو حضرت نزہتؔ نے ایک شعر میں اس طرح پیش کیا ہے:

پھرا ہوں میں اُس گلی سے نزہتؔ ہوں جس میں گمراہ شیخ وقاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

حضرت نزہتؔ کے دیوان میں شامل ایک نامکمل قصیدے کے چند اشعار دیکھ کر یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی ثم مدنی سے بھی عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے ملاحظہ فرمایئے اُس قصیدے کے چند منتخب اشعار:

طبع پُر جوہر سے یوں کہنے لگی میری زباں
لامضامیں عرش کے اور دیکھ پھر میرا بیاں
طبع بولی کیا سبب ہے کس لیے ضد ہے تجھے
کون سا باعث ہے جو اپنے کروں جوہر عیاں
کون ہے جس کے لیے تکلیف دیتی ہے مجھے
کس کی ہے مدحت گری منظور دے مجھ کو نشاں
طبع سے یہ سُن کے یوں میری زباں گویا ہوئی
اُس کی مدح ہے مجھے منظور جو ہے جانِ جاں

نام ہے جس ذی کرم کا خواجۂ عبدالغنی
ہے جو از روئے نسب لاریب عالی خانداں
ذات سے جس کی ہزاروں فائدے ہیں عام کو
خوبیِ خصلت سے جس کی ہے جہاں رطب اللساں
فیض بخشے ہیں ازل میں مبدء فیّاض نے
جس کا خوبی سے بہت اظہار ہوتا ہے یہاں

اس تعلق کی بنا یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین تمنّاؔ مرادآبادی، حضرت نزہتؔ کے احباب میں شامل تھے، اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء کے ۱۹ روزے بحالت درستگی صحت رکھنے کے بعد مولوی معین الدین نزہتؔ کی علالت شروع ہوئی چار دن بخار میں مبتلا رہے۔ اس دوران سوائے ذکر الٰہی کے تمام باتیں ترک فرمادی تھیں صرف نفی واثبات کا ذکر جاری تھا کہ اسی حالت میں ۲۵ر رمضان المبارک بروز جمعۃ الوداع داعی اجل کو لبّیک کہا۔ اور اس طرح اُن کے درج ذیل اشعار اُنھیں پر صادق آتے ہیں:

دمِ آخر نہ کوئی دھیان ہو دل میں یارب — تو ہی تو ہوگا مرے دل میں تو بہتر ہوگا
تو مرا خاتمہ کر یاد میں اپنی مولیٰ — کہ دمِ حشر ترا ذکر زباں پر ہوگا
تو ہی جاں میں ہے اور نظر میں ہے — جلوۂ رنگِ ماسوا نہ رہا
آج نزہتؔ ہوا فنا فی اللہ — کہتے کہتے خدا خدا ، نہ رہا

بغیہ محلہ نواب پورہ میں واقع حضرت سیّد شاہ غلام حسین محدث ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے ملحق قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

جب حضرت نزہتؔ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ انتقال کے بعد آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت صدرالافاضل فرماتے ہیں کہ ہر چند کوشش کی مگر بند نہ ہوئیں۔ آپ نے اپنی

حیات میں دوشعر فرمائے تھے جس میں یہ پیشن گوئی تھی جس کی تصدیق انتقال کے بعد ہوئی:

پسِ فنا جو کھلی ہیں آنکھیں کسی کے میں انتظار میں ہوں
یہ کون آتا ہے آنے والا کہ منتظر میں مزار میں ہوں
گر نیائی تو بہ بیداری عمرم بنظر
بند ہرگز نہ کند خوابِ عدم دیدۂ ما(۱۳)

حضرت نزہتؔ کے انتقال پر شہر کی ادبی تنظیموں نے تعزیتی نشستیں منعقد کیں ۔ قطعاتِ تاریخ کے لیے مشاعرے منعقد کیے گئے جن کی روداد اُس دور کے اخبارات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا ارسال کردہ تعزیت نامہ

حضرت معین الدین نزہتؔ کے انتقال پر پورے ملک سے صدرالافاضل کو تعزیتی خطوط موصول ہوئے لیکن ان سب میں اہم ترین تعزیت نامہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تھا جو ذیل میں پیش کیا جارہاہے۔اس تعزیت نامے سے تعلق سے حضرت صدرالافاضل فرماتے ہیں:

’’میں اُس صحیفۂ منیفہ کو اپنے لیے باعثِ فخر اور حضرت مرحوم کے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا ،مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے ارسال فرمایا اور برکت کے لیے اُس کو درج کرتا ہوں۔‘‘

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ
مَوْلَانَا الْمُبَجَّلُ الْمُکَرَّمُ ذِی الْمَجْدِوَ الْکَرَمِ حَامِیُ السُّنَنِ
مَاحِیُ الْفِتَنِ جَعَلَ کَاِسْمِہٖ نَعِیْمِ الدِّیْنِ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَئٍی عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ، وَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ۔

غُفَرَ اللّٰہُ لِمَوْلَانَا مُعِیْنِ الدِّیْنِ وَرَفَعَ کِتَابَہٗ فِی عِلِّیِّیْن۔ وَبَیَّضَ وَجْھَہٗ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ وَاَلْحَقَہٗ بِنَبِیِّہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَذَوِیْہِ اَجْمَعِیْنَ۔ وَاَجْمَلَ صَبْرَکُمْ وَاَجْزَلَ اَجْرَکُمْ وَجَبَرَ کَسْرَکُمْ وَرَفَعَ قَدْرَکُمْ ۔ اٰمِیْنَ

یہ پُرملال کارڈ روزِ عید آیا، میں نماز عید پڑھنے نینی تال گیا ہوا تھا، شب کو بے خواب رہا، دن کو بھی بے خور و خواب اور آتے جاتے ڈانڈی میں چودہ میل کا سفر۔ دوسرے دن بعد نماز صبح سو رہا، سو کر اُٹھا تو یہ کارڈ پایا، اُسی وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں، ایک بے تکلف قرآن عظیم سے اور انشاء اللہ تعالیٰ فال حسن ہے، دوسری حسب فرمائش سامی فارسی میں، مگر دو شعر کے لیے فرمایا تھا، یہ پانچ ہو گئے اور مادے میں ایک کا تخرجہ کرنا ہوا جس کا میں عادی نہیں، مگر اس میں کوئی لفظ قابلِ تبدیل نہ تھا، لہٰذا یونہی رکھا اور اسی روز سے مولانا المرحوم کا نام تا بقائے حیات انشاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصالِ ثواب کے لیے داخل وظیفہ کر لیا۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے مگر دُنیا میں اُن سے ملنے کی حسرت رہ گئی، مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیر لوائے غوثیت ملائے۔ آمین اللّٰھم آمین

رِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ

۱۳۳۹ھ

یک شہادت ، وفات در رمضاں　　مرگِ جمعہ ، شہادتِ دیگرست

مرضِ تپ شہادتِ سومیں　　بہر ہر سہ شہادت خبرست

در مزارست چشمِ وَا یعنی — پے دیدارِ یار منتظرست
مُردہ ہرگز نہَ معین الدین — کہ تُرا چوں نعیمِ دیں پسرست
از رضَآ سالِ بے سر اہمال — قربِ صدقِ ملیکِ مقتدرست
۱۳۴۰-۱-۱۳۳۹ھ

شبِ عید کی بے خوابی اور دِن کو بے خور وخواب اور دوسرے سفر کا پیچ وتاب اس کے سبب حالت روی رہی۔ قابلِ حاضری ہوتا تو سر سے چل کر مزار کی زیارت اور آپ کی تعزیت کرتا۔ مصطفیٰ رضا کل صبح بریلی گئے ہیں میں نے کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لیے حاضرِ خدمت ہوں۔ کل شام تک طبیعت کی بہت غیر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی اور آج اتوار تھا لفافہ نہ مل سکتا تھا اب حاضر کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام سب احباب کو سلام (۱۴)
شب پنجم شوالِ مکرم ۱۳۳۹ھ از بھوالی

حضرت نزہتؔ کی علمی وادبی خدمات

حضرت نزہتؔ کی علمی وادبی خدمات کی کوئی تفصیل ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن دو چیزیں اُنھیں زندہ وجاوید بنائے رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ اوّلاً اُن کے لختِ جگر صدرالافاضل اور ثانیاً اُن کا دیوان ''نزہت الناظرین''۔ صدرالافاضل کی حیات اور خدمات سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ''نزہت الناظرین'' پر سرسری نظر ڈالی جائے۔ تفصیلی مطالعہ انشاء اللہ آئندہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

دیوان ''نزہت الناظرین''

''نزہت الناظرین'' حضرت مولوی معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان ہے، جو حمد، نعت، مناقب، قصائد اور غزلیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ تحقیق نہیں ہوسکی کہ اس کی اوّلین اشاعت کب ہوئی۔ فی الوقت راقم الحروف کے پیش نظر دو نسخے ہیں جو حضرت صدرالافاضل کے دیوان ''ریاضِ نعیم'' کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ جن میں پہلا نسخہ حضرت مولانا محمد اختصاص الدین کا مرتب کردہ ہے، جس کے ناشر حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی اشرفی ہیں لیکن اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔ جب کہ دوسرا نسخہ ۱۹۹۵ء میں مکتبہ نعیمیہ سنبھل سے شائع ہوا ہے جس کے ناشر حضرت مولانا محمد یامین نعیمی دامت برکاتہم ہیں۔ پہلے نسخے کے مقابلے دوسرے نسخے میں کتابت کی غلطیاں زیادہ ہیں۔ راقم الحروف نے پہلے نسخے سے استفادہ کیا ہے جو $\frac{20\times30}{16}$ کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

حسب روایت دیوان کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوا ہے۔

یارب کسے دعویٰ ہے تری مدح و ثنا کا
ہوسکتا ہے بندے سے کہیں وصف خدا کا

تو واحدِ برحق ہے توہی قادرِ مطلق
لاریب ہے خلّاق توہی ارض و سما کا

غمگیں جو سمجھتا ہے ترے دَرد کو راحت
ممنون وہ ہوتا نہیں زنہار دوا کا

منعم کو بھی ہے تیری ہی بخشش کا بھروسا
تکیہ ہے تری ذات پہ بے برگ و نوا کا

جو اُس کی پرستش کرے راضی ہے وہ اُس سے
زنہار وہاں فرق نہیں شاہ و گدا کا

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نزہتؔ کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری کا بیشتر سرمایہ حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ایک مومن کامل کی طرح اُن کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ:

ذکرِ خدا و نعتِ جنابِ رسولِ حق
کس کام کی زباں ہے اگر یہ بیاں نہیں

ایک سچّا عاشقِ رسول نعت گوئی اس لیے نہیں کرتا ہے کہ اُسے کوئی دُنیاوی جاہ ومنصب حاصل ہوجائے گا۔ یا اُسے کسی دربار سے خلعت وجاگیر عطا ہوجائے گی۔ بلکہ اُس کا عقیدہ تو یہی ہوتا ہے کہ کاش میرا ایک مصرعہ ہی مقبول بارگاہ ہوگیا تو دونوں جہان میں بیڑا پار ہوجائے گا اور نبی اکرم کی شفاعت نصیب ہوجائے گی۔لہٰذا حضرت نزہتؔ نے بھی اسی عشق و عقیدت کے ساتھ نعت گوئی کو اپنا مشغلہ بنایا۔فرماتے ہیں کہ:

کوئی مصرعہ نعت کا مقبولِ حضرت ہوگیا
نقش میرے نام کا مٹنے مٹانے کا نہیں

مدح خواں ہوں مری حالت پہ کریں گے وہ کرم
جب کُشادہ مرے اعمال کا دفتر ہوگا

مداح دل سے ہوں میں شہِ کائنات کا
روزِ جزا یہی ہے وسیلہ نجات کا

ایک مومن صادق کی طرح حضرت نزہتؔ اپنی نعت گوئی کو ایک نعمت عظمیٰ تسلیم کرتے ہوئے اس طرح رطب اللسان ہوتے ہیں کہ:

دل و جاں سے خدا کا شکر کر ہر لحظہ اے نزہتؔ
کہ ہم نے تجھ کو مداحِ جنابِ شاہِ دیں پایا

اللہ رب العزت کے حضور شکر گزاری اور بارگاہِ نبوی میں اظہار تشکر کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ شہر کے اُستاذ شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔اُن کے شاگردوں کی تعداد بھی کافی تھی اور شہر کے معروف شعرائے کرام کے دواوین وکتب دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ حضرت نزہتؔ کا قطعہ تاریخ یا تقریظ اُس شاعر کے لیے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ہمارے دعوے کی تصدیق صدرالافاضل کے درج ذیل بیان سے بھی ہوتی ہے:

''ملک الشعرا ذکیؔ کے تلامذہ میں آپ ہی باقی تھے،آپ کے شاگرد ہزار ہا ہیں۔آپ کا کلام بلاغت نظام سند مانا جاتا ہے۔فکر بلند،طبیعت نازک، زبان فصیح رکھتے ہیں (تھے)''(۱۵)

لٰہذا بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرت نزہتؔ کے درج ذیل اشعار میں تعلّی نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے:

نہیں شاعر میں نزہتؔ واصفِ ماہِ رسالت ہوں
مرے ہر شعر کا پاسنگ ہے دیواں ہلالیؔ کا

رہتا ہوں جان و دل سے میں ہر لحظہ مداحِ نبی
رنگِ فصاحت کیوں نہ ہو نزہتؔ مرے اشعار میں

حضرت نزہتؔ نے جس دور میں شاعری کی ،اُس وقت امکانِ کذب ،امتناعِ نظیر اور علم غیب جیسے مسائل شباب پر تھے اور اُمت ان مسائل میں اُلجھ کر دولخت ہو رہی تھی۔ چونکہ ان مسائل کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے ہے لہٰذا ہماری نعتیہ شاعری بھی اس سے اچھوتی نہ رہی اور عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شعری صلاحیتیوں کا استعمال کرتے ہوئے ان باطل نظریات کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔جس کی چند مثالیں حضرت نزہتؔ کے کلام میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ بلکہ ان کے کلام میں یہ مثالیں اپنے دیگر معاصرین کی بہ نسبت زیادہ پائی جاتی ہیں۔جس کی وجہ یہ کہ حضرت نزہتؔ نے دونوں عقائد کو دیکھا اور سمجھا تھا لہٰذا حق ان پر واضح ہو چکا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پوری شدت کے ساتھ عقائد باطلہ کا رد کیا۔اور یہ خوبی اُنھیں اپنے تمام معاصرین شعرا سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔ملاحظہ کیجیے:

بحثِ امکانِ نظیرِ مصطفیٰ سے دور بھاگ
کون ہو پابند نزہتؔ مشربِ مردُود کا
بے نظیر اس کو نہ کس طرح کہیں اہلِ خرد
ہاتھ آیا ہو عدم کے بھی نہ سایا جس کا

کیا ہی بے مثل ہے وہ ختم رسل،حق کا حبیب
عقلِ اوّل نے بھی ثانی نہیں دیکھا جس کا

محمد، احمد ہے اسم سامی لقب بشیر و نذیر اُن کا
ہے شرع میں مثل غیر ممکن محالِ عقلی نظیر اُن کا

غیر ممکن ہے نظیر شہ دیں اے نزہتؔ
ایسے یکتا ہیں کہ سایہ بھی تو پیدا نہ ہوا

ثابت ہوا کہ مثلِ پیمبر محال ہے
ممکن کہے جو ، اُس میں خرد کا نشاں نہیں

بد عقیدہ ہے جو کہتا ہے بڑا بھائی اُنھیں
دیکھنے والا ہے بے شک وہ کسی بے پیر کا

حضرت نزہتؔ کے کلام میں فنی محاسن بھی خوب پائے جاتے ہیں ۔اُس دور میں زبان و بیان، محاورے، صنائع و بدائع وغیرہ کے استعمال پر بھر پور توجہ دی جاتی تھی، خاص طور پر طرحی نعتیہ مشاعرے ہوا کرتے تھے جن میں مضمون آفرینی کے جوہر دکھائے جاتے تھے۔ نزہتؔ کا کلام بھی ان محاسن سے مزین ہے، چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

مدینے کے درختوں کا بسیرا گر میسر ہو
نشیمن چھوڑ دے روح الامیں سدرہ کی ڈالی کا

ہرگز رخِ نبی کے مقابل نہ آسکا
دھویا بہت سحاب نے منھ آفتاب کا

تِتلی کبھی جہاں کا تماشہ نہ دیکھتی
پرتو نہ پاتی گر اسی زُلفِ سیاہ کا

وہ خورشید رسالت جب قدم رکھتے تھے بستر پر
شعاعِ مہر پر ہنستا تھا ہر تار اُن کے بستر کا

موسیٰ کا روز دیدِ جمالِ جنابِ حق
ہم پایہ کب ہے قربِ محمد کی رات کا

روتے روتے ترے کوچہ میں بہاتا نہریں
کیوں مقدر نے مرے دیدہ کو دریا نہ کیا

تمہاری مدح پڑھنے کے لیے منہ چاہیے شاہا!
نہیں زنہار اس لایق زباں میری دہاں میرا

خونِ دل پی کر جو عشقِ احمدی میں مرگیا
مستحق جنت میں ہے وہ جامِ شہدوشیر کا

خرد نے گلشنِ ایجاد میں پھر کر بہت ڈھونڈا
نہ ایسا سروقد پایا نہ ایسامہ جبیں پایا

قوسین میں بیٹھے دو غزالانِ حرم ہیں
یا چشمِ سیہ ہے تہِ ابروے محمد

سر اہل عداوت کے اشارے سے قلم ہوں
ہے تیغِ قضا جنبشِ ابروئے محمد

کرامت علی شہیدیؔ، شہیدؔ بریلوی اور محسنؔ کاکوروی کے تتبع میں نعتیہ قصیدہ گوئی کا عام رواج تھا کم وبیش تمام ہی نعت گوشعرا قصائد کہہ رہے تھے۔حالانکہ نعتیہ قصیدہ کہنا انتہائی مشکل کام ہے کیوں کہ یہاں مبالغہ آرائی اور ممدوح کی شان میں زمین وآسمان ایک کرنے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ حقیقت نگاری کوملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔لہٰذا حضرت نزہتؔ نے بھی نعتیہ قصائد کہے جن کی خوبی یہ ہے کہ کہیں بھی حدودادب وشریعت سے تجاوز نہیں کیا ہے حالانکہ کہیں کہیں ردیف وقافیے کی تلاش میں ثقیل الفاظ کا استعمال ضرور ملتا ہے لیکن اس کے باوجود نزہتؔ کی استاذی ان کے قصیدے سے عیاں ہوتی ہے۔ملاحظہ کیجیے چند منتخب اشعار:

اے سیّدِ ہردوسرا اے خواجۂ دُنیا و دیں
اے تاجدارِ ھل اتیٰ اے صدرِ آوادنیٰ نشیں

جس دم گئے معراج میں محبوبِ رب العالمیں
کہتے تھے قدسی برملا تم سا کوئی دیکھا نہیں

ذکرِ رفیعِ مصطفیٰ کچھ عرش والوں میں نہیں
اس کی بلند آوازگی قوسین تک ہے بالیقیں

اے زیبِ صدر انجمن تم پر تصدق جان وتن
کل مال و زرتم پر فدا اے مقتدائے مرسلیں

جب خالقِ کونین نے تم کو کیا وجہِ وجود
بے شک طفیلی آپ کے ہیں اوّلین و آخریں

نقار خانہ آپ کا بجتا رہے گا حشر تک
کہتے رہیں گے رات دن پانچوں اذانیں مومنیں

درگاہِ والا میں سدا خیلِ ملک حاضر رہا
ہم مرتبۂ گردوں ہوا ان کے سبب فرشِ زمیں

دُنیا کہ ہے فانی سرا اس میں نہیں راحت ذرا
ہاں عیش ہے اُس کو سدا جو ہے فدائے شاہِ دیں

سائل نے آ کر آپ سے جو مانگا وہ فوراً دیا
ہر گز زبانِ پاک پر آیا نہیں لفظِ 'نہیں'

تھا نفس پر خواہش نہ تھی تن تھا مگر سایہ نہ تھا
بے عطر خوش بو تھا بدن بے سرمہ آنکھیں سرمگیں

تصدیق سے صدیق ہو، تکذیب سے زندیق ہو
انکار سے کفار ہوں اقرار سے ہوں مومنیں

نکہت تمہاری زلف کی رشک شمیم مشکِ چیں
بوئے عرق سے شرمگیں لاریب عطر عنبریں

دندانِ احمد کی صفا گر دیکھ پائے اک ذرا
غرقابِ خجلّت ہو وہیں آبِ رُخِ دُرِّ ثمیں

عالم میں کوئی دوسرا ایسا نہیں شیریں سخن
جو بات غصّے میں کہی، تھی وہ بھی رشکِ انگبیں

جب عرش سے گزرے نبی آئی ندا پیہم یہی
یامجتبیٰ یا مصطفیٰ آؤ قریں آؤ قریں

گزرے ہیں جتنے انبیاء اعلیٰ ہے ان کا مرتبہ
لیکن محمد مصطفیٰ ان سب میں ہیں بالانشیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا حق اُس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی آل واولاد سے محبت نہ کی جائے لہٰذا حضرت نزہتؔ ذکر اہل بیت سے اپنے عشق کی تکمیل اس طرح فرماتے ہیں:

تجلّی سے سرِ شبّیر کی یہ صاف روشن تھا
کہ نورِ حضرت باری کے مظہر ایسے ہوتے ہیں

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدّت
کریں صبر وتحمل میرِ کوثر ایسے ہوتے ہیں

عیاں ہوتا تھا یہ خوش قامتی سے عون وجعفر کی
لبِ جوئے جناں سرو وصنوبر ایسے ہوتے ہیں
رُخِ شبّیر کے پرتو سے ذرّے بن گئے اختر
نبی کی آل کے چہرے منور ایسے ہوتے ہیں

جس طرح کہتا ہوں میں روحی فداک اے نبی
ویسے ہی شیدا ہوں دل سے شبّر و شبّیر کا

جس طرح حضرت نزہتؔ کو شاعری کا ذوق ورثے میں ملا تھا اسی طرح اُن کے مزاج میں تصوف کا رنگ بھی موروثی تھا۔ اُن کے کلام کے مطالعے سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ صوفی منش شخص تھے۔ جس کی بہت سی مثالیں اُن کے کلام میں موجود ہیں۔ مثلاً

ہے اتّحادِ اتم کا جلوہ کہ یار مجھ میں ، مَیں یار میں ہوں
دوئی کا یاں تک مٹا ہے نقشہ کہ یار مجھ میں ، مَیں یار میں ہوں
بسا وہ مجھ میں ، مَیں اُس میں گم ہوں ، خودی کو کھو کر خدا کو پایا
یہ نحنُ اقرب سے ہے ہویدا کہ یار مجھ میں ، مَیں یار میں ہوں

خودی کو ایسا میں بھول جاؤں کہ ہرگز اپنی خبر نہ پاؤں
دکھائے وحدت یہ مجھ کو جلوہ کہ یار مجھ میں ، مَیں یار میں ہوں

جسد سے جب روح نے کیا فرق تو بحر وحدت میں جاں ہوئی غرق
یہ نزہتؔ اُس وقت کہہ پکارا کہ یار مجھ میں ، مَیں یار میں ہوں

آپ کو قابو میں کر کے محوِ جاناں ہو کے دیکھ
خود بہ خود خاطر سے ترکِ ماسوا ہوجائے گا

حضرت نزہتؔ کو شاعری کی جملہ اصناف پر دسترس حاصل تھی چاہے وہ غزل ہو یا نظم، مثنوی ہو یا قصیدہ، تضمین ہو یا ترجیع بند وغیرہ ساتھ ہی فن تاریخ گوئی پر بھی عبور حاصل تھا۔ جس کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ آپ کا کلام اُس دَور کے اخبارات و رسائل جیسے ریاض سخن رام پور اور گلدستۂ ناز اور مخبرِ عالم مراد آباد وغیرہ میں شائع ہوتا رہتا تھا۔

تلامذۂ حضرت معین الدین نزہتؔ

حضرت نزہتؔ کی اُستاذی مسلم اور آپ کا فرمایا ہوا مستند مانا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا۔ چند تلامذہ کے نام اور نمونۂ کلام ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

(۱) عبدالرحیم آشفتہؔ مرادآبادی

چشم پُرفن کے تری ہیں یہ کرشمے سارے
سحر کیا چیز ہے اعجازِ مسیحا کیسا

(۲) احمد حسن حسنؔ سنبھلی

ایسا مایوس زیارت سے دلِ زار نہ ہو
طالبِ دید کو ممکن نہیں دیدار نہ ہو

(۳) احمد حسن شبابؔ مرادآبادی

جہان ہوگیا تاریک اُن کے اُٹھنے سے
گئے وہ کیا مری نظروں میں روشنی نہ رہی

(۴) مرزا قمرالدین صباؔ مرادآبادی

وہ رُخِ گلگوں کہاں وہ نالۂ بلبل کہاں
چار دن ہی رونقِ گلزار ہوکر رہ گئی

(۵) منظور احمد مضطرؔ مرادآبادی

رقصِ بسمل پہ تھیں قاتل کی برابر آنکھیں
کرلیا ہم نے اُسے محوِ تماشا کیسا

(۶) غلام احمد شوقؔ سنبھلی

(۷) عبدالرحیم محرومؔ مرادآبادی

(۸) محمد محسن خاں یاورؔ مرادآبادی

(۹) صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآباد(۱۶)

(۱۰) حمایت علی خاں حمایتؔ مرادآبادی

سر میں ہے سودا نبی کی زُلفِ عنبر بار کا
ہے مداوا سورۂ واللیل اس بیمار کا

ناخنہ بن کر ہلالِ عید کھٹکا آنکھ میں
جب خیال آیا نبی کی ابروئے خم دار کا

دولتِ دارین کا زنہار میں طالب نہیں
ہوں گدا دولت سرائے احمد مختار کا

روزِ محشر کا نہ کر ہرگز دلا خوف و خطر
لطف ہے ہم عاصیوں پر سیّد ابرار کا

ہجرِ شاہِ دیں میں روتا ہے حمایتؔ رات دن
مرتبہ رکھتے ہیں آنسو گوہرِ شہ وار کا(۱۷)

(۱۱) علی سکندر جگرؔ مرادآبادی

حضرت نزہتؔ کے شاگردوں میں ایک بڑا نام جگرؔ مرادآبادی کا بھی شامل ہے لیکن اُستادی شاگردی کا یہ رشتہ شاعری کے میدان میں نہیں تھا بلکہ جگر کے سب سے پہلے محقق ڈاکٹر محمد اسلام کے مطابق جگر نے ابتدائی تعلیم صدرالافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب کے والد حضرت مولوی معین الدینؔ صاحب سے حاصل کی تھی۔(۱۸)

مختصر یہ کہ مولوی معین الدین نزہتؔ کا شمار اپنے دور کے اساتذہ میں ہوتا تھا، ان کے یہاں فکروفن کی بالیدگی کے ساتھ، طرزِ اظہار میں حقیقت اور ندرت، بیان میں سلاست اور روانی اور شاعری کے تمام لوازمات کے ساتھ نعت کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔

حضرت نزہتؔ کے بعد جس ذات گرامی نے اپنے خاندان کا نام چہار دانگ عالم میں مشہور کیا اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اُس شخصیت کو دُنیا صدرالافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ کے نام سے جانتی ہے۔

صاحب تفسیر خزائن العرفان، صدر الافاضل
حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز

حضرت معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی بیٹے ہوئے۔ جنھیں اللہ رب العزت نے حفظ قرآن کریم کی سعادت بخشی مگر وہ بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ خداوند قدوس نے حضرت نزہتؔ کو مایوس نہیں کیا اور ۲۱ صفرالمظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر ایک اور فرزند سعید عطا فرمایا۔ جس کا نام محمد نعیم الدین رکھا اور تاریخی نام ''غلام مصطفیٰ'' قرار پایا۔ یہ نام بجائے خود پیشین گوئی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر حضرت نزہتؔ نے نذر مانی کہ مولیٰ تعالیٰ اس بچّے کو عمر طبعی عطا فرمائے تو میں اِسے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گا اور اگر جہاد ہوگا تو اسے لے کر میدانِ جہاد میں حاضر ہوں گا۔(۱)

اللہ عزوجل نے اُن کی نذر قبول فرمائی اور دُنیا نے دیکھا کہ اُن کا یہ فرزند سعید، عالم وفاضل ہی نہیں بنا بلکہ صدرالافاضل کے لقب سے بھی سرفراز ہوا اور زندگی بھر کفر و جہالت اور بدعت وضلالت کے خلاف جہاد باللسان اور جہاد بالقلم میں مصروف رہا۔

صدرالافاضل کی جلالت علمی بچپن ہی سے ظاہر ہونے لگی تھی۔ انھوں نے بہت کم عمر میں تعلیمی مراحل طے کیے۔ جب چار سال کے تھے تو بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور صرف چار سال کی مدت یعنی آٹھ سال کی عمر میں حافظ سیّد نبی حسین اور حافظ حفظ اللہ صاحب کی نگرانی میں حفظ قرآن کریم کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ وہ لوگ جن کے دِل انوار الٰہی سے معمور اور جن کی نظریں فیضانِ مصطفوی سے روشن تھیں، اُنھیں اس بچے میں سعادت وارجمندی کے آثار نظر آرہے تھے اور اُن کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے بلکہ اپنے وقت

کا صدر الافاضل ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب حافظ سیّد نبی حسین صاحب نے اپنے مزاج کے مطابق کچھ سختی اور تنبیہ کی تو اُس وقت اُدھر سے گزرنے والے ایک روشن ضمیر شخص نے کہا تھا:

''حافظ صاحب! آپ کو دِکھتا نہیں، یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے، اس پر اتنی سختی نہ کیجیے۔ یہ منزل پر بہت جلد پہنچے گا۔''(۲)

حفظ قرآن کریم کے بعد عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں والد محترم نے پڑھائیں اور متوسطات سے لے کر ملا حسن تک کی کتابیں حضرت شاہ فضل احمد علیہ الرحمۃ سے پڑھیں بعدہ مدرسہ امدادیہ **(۳)** مرادآباد میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا محمد گل خاں کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو بیس برس کی عمر میں دستارِ فضیلت وسندِ فراغت سے سرفراز کیے گئے۔ اس موقعے پر والد محترم حضرت معین الدین نزہتؔ نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

ہے میرے پسر کو طلبا پر وہ فضیلت
سیّاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے
دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ **فضیلت**
۱۳۲۰ھ

دستارِ فضیلت کے دو سال بعد یعنی ۱۳۲۲ھ میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹیاں (دو کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا) اور چار بیٹے عطا فرمائے:

(۱) حضرت مولانا سیّد محمد ظفر الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
(۲) حضرت مولانا سیّد محمد اختصاص الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت مولانا سیّد محمد ظہیر الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت مولانا سیّد محمد اظہار الدین الدین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

اِس دوران صدرالافاضل نے علم طب میں بھی دسترس حاصل کرلی تھی ۔ یہ تحقیق نہیں ہوسکی کہ علم طب آپ نے کس سے حاصل کیا۔لیکن اس میں دورائے نہیں کہ اس فن میں آپ کومہارت تامہ حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اکتوبر ۱۹۰۹ء میں حکیم الطاف علی خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی مرادآباد میں ایک طبّیہ مدرسہ قائم کیا توصدرالافاضل نے اُس مدرسے میں بحیثیت مدرس خدمات انجام دیں۔(۴)

تصوف وطریقت کی چاشنی صدرالافاضل کی گھٹی میں شامل تھی لہٰذا درس نظامی سے فراغت کے بعد پیر کامل کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ کیوں کہ آپ کو یقین تھا کہ جہاں منطق و فلسفہ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں وہاں پیر طریقت کی رہنمائی سے بڑے بڑے مسئلے حل ہوجاتے ہیں شاید اسی لیے آپ نے فرمایا کہ:

جناب شیخ آئیں خدمتِ پیرطریقت میں
یہ عقدے حل نہیں ہوسکتے منطق کے دلائل سے

اس سلسلے میں آپ ولی کامل حضرت شاہ جی محمد شیر میاں قدس سرہ العزیز کے پاس پیلی بھیت تشریف لے گئے لیکن اُنھوں نے خود بیعت کرنے کے بجائے حضرت شاہ محمد گل خاں کابلی قدس سرہ العزیز سے ہی بیعت ہونے کا حکم دیا۔لہٰذا صدرالافاضل اپنے استاذ محترم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر شرف بیعت اور خلافت سے سرفراز ہوئے بعد میں اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہ العزیز اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی خلافت واجازت سے نوازا۔صدرالافاضل نے شاید اسی مناسبت سے فرمایا تھا کہ:

امام اعظم و محبوبِ سبحانی ، شہِ سمناں
پہنچتے ہیں نبی تک ہم انھیں اعلیٰ وسائل سے

دستار فضیلت سے سرفراز ہونے اور اولیائے کاملین کے دامن سے وابستہ ہونے کے بعد صدرالافاضل نے اپنے والد کی نذر پوری کرتے ہوئے تمام زندگی حق کو حق اور باطل کو باطل

ثابت کرنے میں صرف کی۔علمی وتبلیغی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف رہے۔بہت سی سیاسی وسماجی اور نام نہاد مذہبی تحریکوں مثلاً گورو کل تحریک،شدھی تحریک،تحریک ترک موالات،تحریک خلافت وغیرہ کی فریب کاریوں کا بھرپور تعاقب کیا۔اورحسب ضرورت بروقت تنقید،اصلاح یامخالفت کرتے ہوئے فتح ونصرت سے ہم کنار ہوئے۔آپ نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ سیاست اورسیاست دانوں کوآئینہ دکھاتے ہوئے آل انڈیا سُنی کانفرنس کا بھی انعقاد کیا۔

صدرالافاضل کی سرگرمیوں اورروزافزوں مقبولیت اور ہردل عزیزی کودیکھتے ہوئے باطل پرست طاقتیں آپ کے خلاف صف آرا ہوگئیں جس سے آپ کی زندگی کوخطرہ پیدا ہوگیا اورنوبت یہاں تک پہنچی کہ مجمع عام میں ایک شخص نے تلوار کھینچتے ہوا کہا کہ آج میں انھیں (یعنی صدرالافاضل کو) قتل کردوں گا۔(۵)اِن حالات کا اظہار آپ کے والد حضرت معین الدین نزہتؔ نے اس قطعے میں کیا ہے کہ:

یا الٰہی بے خطا بے جرم ہے میرا پسر
دشمنی رکھتے ہیں اُس سے شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار و بوبکر و عمر
دشمناں را دوست کرد آں دوستاں را دوست تر

لیکن ان تمام تر مخالفتوں اورایذارسانیوں کے باوجود صدرالافاضل نے حق گوئی اور بے باکی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اوراپنے موقف پر قائم رہے۔بقول علامہ اقبالؔ:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مفتی عبدالباری فرنگی محلی اورعلی برادران یعنی مولانا محمد علی جوہرؔ اور مولانا شوکت علی جیسے عظیم مفکر ودانش وروں کوآپ کی حق گوئی کے آگے سرتسلیم خم کرتے ہوئے اپنے نظریات سے تائب ہونا پڑا۔

صدرالافاضل کو یہ شرف حاصل ہے کہ کم عمری کے باوجود مرادآباد کے اہل علم طبقے کے عمر رسیدہ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمارہے تھے۔حضرت مُلا اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی فریداحمد وفا (۶)، مولوی علی حسین صہبا (۷) مولوی محمد حسین مقتول، (۸) نواب حامی الدین احمد خاں (۹)، قاضی عبدالعلی عابد (۱۰)، بیرسٹر سید حسن (۱۱) جسٹس ضیاء الحسن (۱۲) محمد حُسین دندان ساز (۱۳)، ڈاکٹر احمد حسین (۱۴)، شیخ احمد حسین (۱۵) وغیرہ بہت سے نام ہیں جن کا تعلق صدرالافاضل سے ثابت ہے۔ان حضرات میں مرادآباد کے ایک صاحب کشف وحال اور جامع شریعت وطریقت بزرگ صوفی محمد حسین علیہ الرحمہ (۱۶) بھی تھے جو صدرالافاضل سے اس قدر متاثر تھے کہ دستارِفضلیت کے بعد اُنھوں نے شہر میں جگہ جگہ صدرالافاضل کے وعظ کی محفلیں منعقد کرائیں جس سے شہر میں ایک اچھا ماحول بنا۔حضرت مفتی محمد عمر نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''جامع شریعت وطریقت، عالم نبیل، فاضلِ جلیل، حضرت سراپا برکت مولانا شاہ صوفی محمد حسین علیہ الرحمۃ نے جابجا شہر میں صدرالافاضل قدس سرہ کی وعظ کی مجلسیں ترتیب دیں اور حضرت صوفی صاحب موصوف کو حضرت صدرالافاضل قدس سرہ کی دستار بندی سے بڑی مسرت ہوئی۔اب تو شہر میں حضرت کے بیان کا شہرہ ہوگیا اور روزانہ ہر ہر محلے میں بیانات ہونے لگے اور شہر کے لوگ بڑے ذوق شوق سے شریک ہوتے، وہابیہ کا اثر شہر سے کافور ہوا اور اہل سُنّت کو فروغ حاصل ہوا۔'' (۱۷)

غور فرمایئے کہ ایک ۱۹ یا ۲۰ برس کا نوجوان اور دوسری طرف اپنے وقت کی اہم اور علمی وادبی شخصیات کا اس نوجوان کی مدحت سرائی اور حوصلہ افزائی کرنا، حضرت پیر جماعت علی شاہ کا ساتھ، اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی سرپرستی کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ صدرالافاضل کو اپنی نوجوانی میں ہی نابغۂ روزگار اور فریدالدہر ہونے کا شرف حاصل ہوگیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے صدرالافاضل کو گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔علم و ادب کے تمام

گوشوں پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وعظ و تبلیغ کے تمام اسباب پر دسترس حاصل تھی چاہے خطابت کا میدان ہو یا تصنیف و تالیف کا، شاعری ہو یا نثر نگاری، عربی زبان وادب ہو یا اُردو زبان وادب طبابت ہو یا روحانیت، سیاست ہو یا معیشت غرض یہ کے زندگی کے ہر میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے نقوش دوام ثبت کیے۔ خاص طور پر فن مناظرہ اور فن تقریر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے اندازِ خطابت اوراور تقریر کی دل پذیری کا اندازہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

> ''ہمارا وفد جامع مسجد آگرہ پہنچا، مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا، نماز جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے بہترین رکن حضرت مولانا محترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زیدت برکاتہ نے اسلام کی شان وشوکت پر اور موجودہ حالات پر دل گداز تقریر فرمائی۔ اللہ کے فضل سے مجمع ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل جوش سے لہریں مار رہے تھے۔ اس موقعے پر مولانا نے داڑھیاں منڈوانے اور کبائر میں ملوث ہونے سے عوام کو توبہ کروائی مسجد کا وسیع صحن توبہ کے نعروں سے گونج اُٹھا۔''

تبلیغی و تقریری مصروفیات اور درس و تدریس کی مشغولیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی صدرالافاضل کی خدمات آفتاب کی مانند روشن ہیں۔

جس سال درسِ نظامی سے فراغت ہوئی اُسی سال اپنے اُستاذ حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر لگائے گئے اتہام والزامات پر مبنی کتاب (۱۸) کے رَد میں ایک کتاب ''**فیضانِ رحمت**'' (۱۹) تصنیف فرمائی، جو صدرالافاضل کی تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں کا نقشِ اوّل ہے، جس میں مندرج دلائل کی فراوانی دیکھ کر صدرالافاضل کے تبحر علمی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اُس دَور کے استاذ شاعر جناب مولوی فرید احمد وفا نے اس کتاب کے لیے درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا کہ:

دلیلوں کا مخزن ہے فیضانِ رحمت
حدیثوں کا ہرجا ہے اس میں حوالہ
وفا کیوں نہ شمس وقمر داغ کھائیں
یہ برہان قاطع ہے روشن رسالہ
۰ ۲ ۳ ۱ ھ

۱۳۲۷ھ میں دیوبندی عالم مولوی واحد نور کی تصنیف ''کلمۃ الحق'' کے رد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایک انتہائی مدلل وجامع کتاب ''الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفےٰ'' تصنیف فرمائی۔ جو الحاج مُلا اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کی تھی۔ نیز اُنھوں نے یہ کتاب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت اقدس میں بھی پیش جسے دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

''ماشاء اللہ بڑی عمدہ ونفیس کتاب ہے، یہ نوعمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند (پایہ) کتاب ان کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔'' (۲۰)

صدرالافاضل کے رشحات قلم اور انتظامی صلاحیتوں اور نظم ونسق پر علمائے اہلسنّت بالخصوص اعلیٰ حضرت کو مکمل اعتماد تھا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کی تصحیح کا مسئلہ پیش آیا تو نہ صرف تصحیح بلکہ طباعت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے 'کنزالایمان' کے حاشیے پر مختصر تفسیر بھی تحریر فرمادی جسے دُنیائے اہلسنّت ''تفسیر خزائن العرفان'' کے نام سے جانتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت سی قلمی کاوشیں ہیں جن میں سے کچھ شائع ہوکر منظرعام پر آچکی ہیں اور کچھ ابھی تشنۂ طباعت ہیں۔ جن کی ایک نامکمل فہرست ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

(۱) آداب الاخیار فی تعظیم الآثار
(۲) ابتدائی کتاب
(۳) احقاق حق
(۴) ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام
(۵) اسلام اور ہندوستان
(۶) اسواط العذاب لقامع القباب

(۷)اطیب البیان فی ردتقویۃ الایمان
(۸)التحقیقات لدفع التلبیسات
(۹)الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰے
(۱۰)الموالات
(۱۱)پراچین کال (پہاڑی زبان میں)
(۱۲)تفسیر سورہ بقرہ (نامکمل)
(۱۳)تفسیر خزائن العرفان بر کنز الایمان
(۱۴)ثبت نعیمی
(۱۵)حق کی پہچان
(۱۶)ریاض نعیم
(۱۷)زادالحرمین
(۱۸)سوانح کربلا
(۱۹)سیرت صحابہ
(۲۰)شرح قطبی (نامکمل)
(۲۱)شرح بخاری (نامکمل غیر مطبوعہ)
(۲۲)شرح مائۃ عامل (غیر مطبوعہ)
(۲۳)فرائدالنور علی جرائد القبور
(۲۴)فن سپہ گری
(۲۵)فیضان رحمت
(۲۶) کتاب العقائد
(۲۷) کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب
(۲۸) گلبن غریب نواز
(۲۹) مجموعہ فتاوی
(۳۰)مظالم نجدیہ بر مقابر قدسیہ
(۳۱)نجدیوں کا دین اوران کی کتاب التوحید
(۳۲) ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ

تصنیف وتالیف کے علاوہ صحافت کے میدان میں آپ نے اہم خدمات انجام دیں جس کا آغاز اعلیٰ حضرت کے دفاع میں لکھے گئے اُس مضمون سے ہوتا ہے جوایک وہابی مولوی کے رد میں لکھا تھا۔ یہ مضمون مرادآباد سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اخبار 'نظام الملک' (۲۱) میں شائع ہوا تھا۔اس کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد کی ادارت میں شائع ہونے والے اخبارات 'الہلال' اور 'البلاغ' میں بھی مضامین لکھتے رہے لیکن جب مولانا آزاد کے عقائد سامنے آئے تو صدرالافاضل نے ان اخبارات میں لکھنا بند کردیا اور ۱۹۱۸ء میں ایک ماہنامہ 'السواد الاعظم' کے نام سے خود جاری کیا۔جس نے اہل سنت والجماعت کے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

فن انشا پردازی اور صحافت کا سب سے بڑا فائدہ آپ کو یہ پہنچا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے تعارف کا شرف حاصل ہوا۔ وہ اس طرح کہ:

مرادآباد سے شائع ہونے والے اخبار 'نظام الملک' میں اعلیٰ حضرت کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا، جو صدرالافاضل کو سخت ناگوار گزرا۔ حالانکہ اُس وقت تک اعلیٰ حضرت سے آپ کی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ صرف کتابوں کی حد تک واقفیت تھی۔ چونکہ بات تعلق نبھانے یا قربت ظاہر کرنے کی نہیں تھی بلکہ تحفّظ مسلک اہل سُنّت پیش نظر تھا لہٰذا آپ کی دینی حمیّت اور غیرت نے خاموش رہنا گوارا نہ کیا اور فوراً ایک تردیدی مضمون قلم بند فرما کر اُسی اخبار کو بھیج دیا جب صدرالافاضل کا مضمون شائع ہوا تو اعلیٰ حضرت کے پاس تعریفی خطوط پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے مرادآباد کے ساکن اپنے ایک معتقد خاص حاجی مُلّا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے نظام الملک کے ایک ماہ کے شمارے منگوائے جو آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے مضمون کا مطالعہ کرنے کے بعد مصنف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مُلا اشرف صاحب نے یہ خدمت بھی انجام دی اور اس طرح اعلیٰ حضرت سے صدرالافاضل کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس قران السعدین کے وقت صدرالافاضل کی عمر محض ۱۹ برس تھی۔ اس حساب سے یہ واقعہ صدرالافاضل کی دستار فضیلت سے ایک سال قبل یعنی ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا ہے۔ اُس وقت آپ فتویٰ نویسی کی مشق فرما رہے تھے۔

فن مناظرہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے صدرالافاضل کو انفرادی شان عطا فرمائی تھی۔ لہٰذا جب بھی کوئی مناظرہ درپیش ہوتا تو علمائے اہلسنت بالخصوص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اکثر و بیشتر صدرالافاضل کو ہی یہ ذمہ داری سپرد فرماتے تھے۔ آپ بہت کم وقت اور مدلل انداز میں فریق مخالف کو قائل کر دیتے تھے۔ آپ نے آریہ سماجیوں، اہل حدیث، وہابیوں، غیر مقلدوں، قادیانیوں، رافضیوں اور دہریوں سے اس قدر مناظرے کیے ہیں جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔

صدرالافاضل نے تصنیفی، تالیفی، صحافتی اور سیاسی و سماجی خدمات کو منظم انداز سے

انجام دینے کے لیے ۱۹۰۹ء میں ایک تنظیم ''انجمن اہل سنّت'' قائم کی تھی جس کے پہلے صدر حکیم نواب حامی الدین احمد خاں ہوئے۔ راقم الحروف کو یقین ہے کہ اس انجمن کو حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سرپرستی بھی حاصل رہی ہوگی۔ بہرحال اس انجمن کے زیر اہتمام صدرالافاضل نے ''مدرسہ اہلسنت وجماعت'' قائم کیا، اس مدرسے نے اپنے بانی کے نظم ونسق اور حسن انتظام کی بدولت بہت جلد شہرت اور ہر دل عزیزی حاصل کرلی تھی۔ صدرالافاضل کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے اکابرین اہل سنت نے ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسے کا نام ''جامعہ نعیمہ'' کر دیا جو آج مسلک اہلسنت وجماعت کی ایک عظیم درسگاہ ہے جس سے فارغ ہونے والے علمائے کرام ساری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور مسلک اہل سنّت کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں۔

مختصر یہ کہ صدرالافاضل کی ذات ایک انجمن تھی جس میں ایک متبحر عالم دین، مفتخر محدث، بلند پایہ مفسر، نکتہ سنج محقق، اعلیٰ دماغ مفکر، بے باک صحافی، اُستاذ شاعر، صاحب طرز ادیب ومصنف، مایہ ناز قائد وخطیب، صاف گو نقاد، بے مثل مناظر، نبض شناس حکیم وطبیب اور ماہر علم توقیت جیسی شخصیات یکجا نظر آتی تھیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ **کل نفسٍ ذائقة الموت** سے کسی کو مفر نہیں لہٰذا صدر الافاضل نے بھی ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ آپ کا مزار جامعہ نعیمہ کی مسجد کے بائیں جانب مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال بڑے تزک واحتشام کے ساتھ عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

صدرالافاضل کے انتقال کی خبریں اُس دَور کے معروف اخبارات میں شائع ہوئیں۔ مضامین اور ریویو لکھے گئے۔ جنھیں اگر اکٹھا کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہوجائے گی۔ مرادآباد کے معروف ہفت روزہ ''مخبر عالم'' میں وصال، سوئم اور چہلم کی جو روئیدادیں شائع ہوئی اُنھیں ذیل میں بعینہٖ درج کیا جارہا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

مُوتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

اُستاذ العلماء حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کا وصال

دین ودُنیا میں بامراد خود ہنستا ہوا، دوسروں کو روتا چھوڑ کر آغوشِ غوثیت میں سِدھار گیا، وہ جو لاکھوں کی اُمید ہزاروں کا سہارا تھا اور خود بجز ذاتِ واحد کے نہ کسی سے اُمید رکھتا تھا اور نہ کسی کا سہارا تکتا تھا۔ دوسروں کو بے سہارا اور نا اُمید چھوڑ چلا۔ وہ مایہ نازہستی، وہ سرمایہ ایمان وایقان، باایمان رخصت ہوا، وہ بلندو بالا شخصیت، وہ مرکزِ صدق وصفا، وہ مصدر انعام وعطا ہم سے چھین لیا گیا، ہم لُٹ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ کلیجہ مسوس کر اور دل پکڑ کر ہم نے اُس ایمان کی دُنیا کے چاند کو سپُردِ خاک کر دیا۔

کل من علیھا فان ویبقی وجه ربك ذوالجلالِ کرام

حضرت صدرالافاضل، محدث وفقیہ، حاجی وحافظ، مولانا ومولوی محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ و ۲۳؍اکتوبر کی درمیانی شب کے ساڑھے بارہ بجے انتقال فرمائے راہِ بقا ہوئے۔

اس سانحہ عظمیٰ کی خبر بجلی کی سرعت کے ساتھ تمام شہر میں پھیل گئی اور مسلمانانِ مرادآباد پر غم وافسوس کی گھٹائیں چھا گئیں۔ عامۃ المسلمین اور اربابِ علم و دانش نے یکساں طور پر غم منایا۔ مرحوم ملک کے ایک جیّد اور متبحر عالم تھے۔ حسنِ کردار اور حُسنِ خطابت کی وجہ سے آپ کو لامحدود ہر دل عزیزی حاصل تھی۔ آپ کے چشمۂ فیض سے اطراف واکناف کے ہزارہا مسلمان فیض یاب ہوئے۔ مرادآباد کی مشہور درسگاہ جامعہ نعیمیہ آپ کی علم پروری کا روشن ثبوت ہے۔ اور ہندوستان کے طول وارض میں کم وبیش دینی مدارس قائم ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے فیض سے عالمِ دین بن چکے ہیں۔ متعدد کتب آپ کی تصانیف سے ہیں۔ قرآن مجید کی مقبول اور ہر دل عزیز تفسیر آپ کی لافانی یادگار ہے۔ آپ کی اعلیٰ وارفع شخصیت ہمیشہ مرجع خلائق رہی۔ اس لیے آپ کی موت سے نہ صرف مسلمانانِ مرادآباد بلکہ سارے ملک کے سنّت الجماعت مسلمانوں کو ایک شدید

روحانی صدمہ پہنچاہے۔ ۲۳/اکتوبر کو شام کے ۴ بجے جب کہ ہزارہا عقیدت مندوں کا ہجوم تھا آپ کی محبوب درس گاہ جامعہ نعیمیہ میں آپ کے جسدِ مبارک کو سُپردِ خاک کیا گیا۔ ان للہ وانا الیہ راجعون (۲۲)

حالاتِ سوئم

۲۱/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۵/اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز دوشنبہ بعد نماز فجر جامعہ نعیمیہ میں تیجے کی تقریب میں شریک ہونے کے لیے شہر اور مواضعات سے جوق در جوق گروہ کے گروہ آنے شروع ہوگئے اور ٹھیک ساڑھے چھ بجے قرآن خوانی شروع ہوگئی۔ مدرسہ عالیہ جامعہ نعیمیہ کی عمارت آنے والوں سے بھر گئی۔ صبح کے ۹ بجے تک ۳۵ قرآن کریم ختم ہوئے اور ۳۰ سیر چنوں پر متعدد بار کلمہ طیبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد ۹ بجے سے ۹-۳۰ بجے تک حضرت مصورِ معرفت مولانا شاہ محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی نے اس واقعہ جانکاہ پر روشنی ڈالی اور ۹-۳۰ بجے سے پونے دس بجے تک جناب الحاج چودھری خورشید علی خاں صاحب رئیس اعظم سنبھل نے اپنا اظہار عقیدت کیا اور ۱۰ بجے تمام صلحا و علما جو دور دور سے تشریف لائے تھے ،جن مین معزز چند ہستیوں کے نام یہ ہیں: حضرت مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم رضا خاں صاحب نبیرۂ اعلیٰ حضرت قدس سرہ وسجادہ نشین آستانۂ حامدیہ رضویہ بریلی شریف،حضرت مولانا الحاج المفتی السیّد الشاہ وصی احمد صاحب محدث سہسرامی ، حضرت مولانا شاہ صلیح الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سہسرام ضلع آرہ،حضرت مولانا الحاج مولوی محمد اجمل شاہ صاحب مفتی سنبھل،حضرت مولانا شاہ مشیر احمد صاحب فرزندارجمند حضرت مولانا شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دامت برکاتہم امام شاہی مسجد فتح پوری دہلی،حضرت مولانا مفتی سیّد محمد غلام محی الدین صاحب جیلانی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ،حضرت مولانا محمد یونس صاحب بدایونی صدر مدرس مدرسہ قومیہ میرٹھ،حضرت مولانا سیّد قطب الدین اشرف صاحب کچھوچھہ شریف ، حضرت صاحب زادہ سیّد اظہار اشرف صاحب ولی عہد سجادہ نشین (خانقاہِ) اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور مقامی علما و مشائخ ورؤسا و عمائدین حضرت صدرالافاضل

رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے اور کثیر تعداد مجمع جس سے تمام جامعہ نعیمیہ بھرا ہوا تھا ان کے گرداگرد جمع ہوگیا اور رسمِ خرقہ پوشی وسجادہ نشینی کے انتظامات شروع ہوئے۔منقبت خوانوں نے اپنی منقبتیں پڑھیں۔۳۰۔۱۰ بجے حضرت مخدوم زادہ مولانا مولوی حکیم سیّد محمد ظفر الدین احمد صاحب سلّمہ خلف اکبر حضرت علیہ الرحمۃ اپنی چادر شریف سر پر لیے ہوئے حاضر ہوئے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے اور سب سے پہلے صاحب سجادہ کی طرف سے چادر شریف زیب مزار پُرانوار کی گئی اور اس کے بعد حضرت ممدوح کی خرقہ پوشی ودستار بندی تمام علماومشائخ نے بڑے جذبۂ عقیدت ونیازمندی سے انجام دی اور صاحب سجادہ کی خدمت میں نذریں علی الترتیب پیش ہونا شروع ہوگئیں۔جن میں سب سے پہلی نذر حضرت علیہ الرحمۃ کے منجھلے صاحب زادے مولانا مولوی اختصاص الدین احمد صاحب اور ان کے بعد ان کے دونوں بھائی اور اہل خاندان نے نذریں پیش کیں پھر حضرت تاج العلما مولانا الحاج مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ نے پیش کی۔ان کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کے تمام شاگردوں مریدوں ،معتقدوں نے نذریں پیش کرنا شروع کیں۔اس سلسلے کے بعد نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب نے اپنی ایک منقبت عربی کی اور ایک فارسی کی پڑھی اور عربی منقبت کا ساتھ ہی ساتھ ترجمہ بھی فرماتے رہے جس سے مجمع نے بڑا کیف حاصل کیا۔ہر شخص محوِ حیرت تھا ہر آنکھ اپنی عقیدت مندی کا اظہار کررہی تھی۔اسی دوران میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ حضرت علیہ الرحمۃ کے اہل محلہ معتقدین ومخلصین کی طرف سے جن میں ہر ایک فرد حضرت کا دل وجان سے شیدائی اور فدائی ہے چادر آئی جس کے آگے قوال منقبت پڑھتے ہوئے بغیر ساز کے آئے اور چادر مبارک زیب مزار پاک کی گئی۔منقبتیں ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا مولوی شاہ قاضی محمد احسان الحق نعیمی مفتی بہرائچ نے تقریر فرمائی،آپ کی تقریر کا مجمع پر ایسا اثر مرتب ہوا کہ مجمع کا ہر فرد آنسوؤں کا دریا بہارہا تھا۔ایک سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا،ہر طرف سے نیاز مندوں کی عقیدت ونیازمندی کی صدائیں آرہی تھیں۔اب قل شروع ہوا اور بڑے

ذوق وشوق کے ساتھ کثیر تعداد حفاظ وقرا نے تلاوت قرآن کریم شروع کی ٹھیک ۱۲ بجے قل ختم ہوا اور جلسہ ختم ہوا۔ **واللہ مستعان (۲۳)**

عرس چہلم (عرسِ قادری نعیمی)

حضرت صدرالافاضل فخر الاماثل اُستاذ العلما، شیخ المشائخ، زبدۃ العارفین، تاج المفسرین، امام المحدثین، مولانا الحاج مولوی حافظ حکیم سیّد شاہ محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس مبارک یکم صفر المظفر ۱۳۶۸ھ مطابق ۳؍دسمبر ۱۹۴۸ء کو عجیب وغریب شان وشوکت، تزک واحتشام کے ساتھ بڑے نرالے انداز پر منعقد ہوا۔ مرادآباد میں اپنی شان کا یہ پہلا عرس مبارک ہے۔ جامعہ نعیمیہ جو حضرت قدس سرہ کا قائم کردہ ایک بڑا عربی ادارہ ہے، اس کی عمارت عالی شان ہزارہا آدمیوں کے مجمعے سے ہر وقت بھری ہوئی نظر آتی تھی۔ عجیب کیف تھا، ہر شخص محوِ عقیدت تھا۔ ہر نعیمی مست و بےخود نظر آتا تھا۔ ملک کے دور دراز مقامات سے معتقدین، مریدین، متوسلین، تلامذہ، علما کرام، مشائخ عظام کثیر تعداد میں تشریف لائے اور شریک جلسہ ہوئے۔ بعد فجر ۹ بجے تک حسبِ معمول قرآن خوانی ہوئی۔ ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک علما کرام نے اپنی تقاریر سے علم وعرفان کی بارشیں کیں جن سے حاضرین نے بڑا کیف حاصل کیا۔ بعد نماز جمعہ نعت شریف کا جلسہ ہوا اور عصر مغرب کے درمیان وقفے کے بعد عشا تک جاری رہا۔ اسی دَوران میں شہر کے مختلف حصوں سے کثیر تعداد میں زیب مزار پُر انوار کرنے کے لیے چادریں بڑی شان و شوکت سے بڑے بڑے مجمع منقبتیں پڑھتے ہوئے، آگے آگے صوفیا کرام حلقہ ذکر کرتے ہوئے لائے۔ اس کے بعد حضرت قدس سرہ کے خلف اکبر مولانا مولوی حکیم سیّد ظفر الدین صاحب حاضر مزار مبارک ہوئے اور رسومات خرقہ پوشی انجام دی گئیں اور حسبِ مراتب اشخاص نے علی الترتیب نذریں گزاریں۔ خصوصاً قابل ذکر یہ ہے کہ صابری دربار سے صابری دستار بذریعۂ عالی جاہ حضرت مولانا مولوی سیّد شاہ پیر محبوب علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی قادری باغ آئی جو زیب سرِ مبارک صاحب سجادہ کی گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے صاحب سجادہ کو قادری اور صابری رنگ میں رنگ دیا۔ ہمارے نزدیک یہ بہت بڑا انعام واعزاز ہے کہ صابری دستار سے فیض یاب کیا گیا۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ رب العالمین صاحبِ سجادہ کو اپنے کرم سے نوازے اور اپنے والد مکرم اور اپنے شیخ کے قدم بقدم چلائے اور قوت وطاقت عنایت فرمائے۔ آمین۔ خرقہ پوشی کے بعد جلسہ وعظ شروع ہوا اور علما کرام نے اپنے مواعظ حسنہ سے اہل جلسہ کو مستفیض فرمایا۔ ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ پر قل ہوا پھر نعت و منقبت خوانی ہوئی اور تقریباً ۲ بجے (رات) جلسہ عرس پاک بخیر وخوبی ختم ہوا۔ **(۲۴)**

معروف مورخ تاریخ ادب اُردو، مصنفِ 'داستانِ تاریخ اُردو'، عالمِ فارسی حضرت مولانا مولوی الحاج حامد حسن صاحب نقشبندی جماعتی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ نے حضرت صدرالافاضل کے انتقال پُر ملال پر ۲۶ مادۂ تاریخ رقم فرمائے تھے جو حضرت مولانا سیّد ظفر الدین احمد صاحب نے اخبار مخبر عالم میں شائع کرائے تھے۔ اخبار کا کاغذ نہایت خستہ اور سیاہی اُڑنے کے باعث ۵ مادہ تاریخ راقم الحروف کی سمجھ میں نہیں آسکے البتہ ۲۱ مادّے ذیل میں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے:

بسم اللہ المعز العظیم

۱۳۶۷ھ

تواریخ وفات مجمع کمال

۱۹۴۸ء

صدرالافاضل والاجاہ مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب

۱۹۴۸ء

رضی عنہ اللہ الملک الوھاب

۱۳۶۷ھ

اعنی موتُ العَالِم موتَ العَالَم

۱۳۶۷ھ

تاریخ از کلام مجید

۱۳۶۷ھ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَعُیُوْن

۱۳۶۷ھ

فَ اتَ مِنَ الــدَّھرِ صَدْرُ الْاَفَاضِ لُ　　کَانَ صَ فِیّاً وَصَ ارَرَضِ یَّا

قَ ادِرِی اِرَّخْ تُ فَ وْتَ نَعُیْ مُ　　عَ اشَ تقیّاً وَمَ اتَ زَکِیّ ا

۷　۶　۳　۱　ھجری

وہ مولانا نعیم الدین صاحب　　حق آگاہ و حق اندیش و حق آئیں

وہ تھے بھی ہوگئے بھی واصلِ حق　　طفیل حضرت طٰہٰ و یٰسیں

حکیم و فاضل و حاجی و زائر　　فقیہ و مفتی و علامۂ دیں

وہ جن کی پاک سیرت نیک طینت — وہ جن کی رائے صاحبِ قول شیریں
خطیب خوش بیان و نکتہ پرور — جو کہتے دل میں وہ باتیں اُترتیں
لکھوں اب قادری تاریخِ رحلت — جو پوچھے کوئی سالِ حسرت آگیں
کہ وہ اہل حق و صدرافاضل — وہ شمع روزگارِ علمِ پیشیں
۱۳۶۷ھ — ۱۳۶۷ھ

کہوں وہ خضرِ راہِ کعبۂ دل — وہ نجمِ علم با توصیف وتحسیں
۱۳۶۷ھ — ۱۳۶۷ھ

کہوں درویش کامل رحمت حق — کہوں صدرِافاضل کعبۂ دیں
۱۳۶۷ھ — ۱۳۶۷ھ

وہ کنزِ علم جو مخدوم گیتی — وحیدِ خلق جو باعزِ تمکیں
۱۳۶۷ھ — ۱۳۶۷ھ

دو سالِ عیسوی و ہجری آمد — عظیم القدر بود + آن سرورِ دیں
۱۳۶۷+ ۵۸۱ =۱۹۴۸ء

اے قادری خستہ دل تاریخِ رحلت کر رقم — ہیں رونما اب درد وغم ،قہر و جفا ، رنج وستم
د(۴)غ(۱۰۰۰) ق(۱۰۰)ج(۳)ر(۲۰۰)س(۶۰)
۱۳۶۷ھ

سب بے سر و پا ہوگئے ایسا تھا مولانا کا غم — فضل و سخا رشد و ہدیٰ حلم و حیا عدل کرم
ض(۸۰۰)خ(۶۰۰)ش(۳۰۰)د(۴)ل(۳۰)ی(۱۰)
د(۴)ر(۲۰۰)۱۹۴۸ء

راقم عاجز حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی
۱۹۴۸ء
استاذ فارسی داردوسینٹ جانس کالج آگرہ
۱۹۴۸ء

(۲۵) ہفت روزہ اخبار مخبر عالم مراد آباد، جلد ۴۶ شمارہ نمبر ۴۵ مورخہ یکم ردسمبر ۱۹۴۸ ص ۶)

صدرالافاضل کے اساتذہ

فَاضِلِ رَبَّانِی، عَارِفِ حَقَّانِی، فَخْرُ الْجَهَابِذَة، اُسْتَاذُ الْاَسَاتِذَة

حضرت علامہ مولانا حکیم شاہ فضل احمد صاحب قدس سرہ العزیز

حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی شخصیت سازی میں جن حضرات نے کلیدی کردار ادا کیا اُن میں حضرت علامہ مولانا الشاہ فضل احمد صاحب قدس سرہ العزیز کو اہم مقام ومرتبہ حاصل ہے۔صدرالافاضل نے حفظِ قرآن کریم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی بعدہ مُلاحسن تک کی تعلیم حضرت شاہ فضل احمد صاحب سے حاصل کی۔نیز طب کی تعلیم میں آپ ہی سے حاصل کی۔صدرالافاضل کو حضرت شاہ محمد گل خاں صاحب سے متعارف کرانے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔جیسا کہ مولانا محمد عمر نعیمی صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ''مولانا ابوالفضل صاحب علیہ الرحمۃ صدرالافاضل کو جامع معقول ومنقول وفروع و اُصول، شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صاحب زادے (یعنی صدرالافاضل) نہایت ذکی وفہیم، صاحبِ فہمِ مستقیم ہیں۔مُلاحسن تک پڑھ چکے ہیں۔میری یہ خواہش ہے کہ بقیہ درسِ نظامی کی حضرت سے تکمیل کریں۔حضرت نے قبول فرمایا۔''
>
> (حیات صدرالافاضل مؤلفہ مولانا غلام معین الدین نعیمی صفحہ ۵)

لیکن افسوس کہ ایسے جلیل القدر عالم دین وعاملِ شرع متین کے حالاتِ زندگی پردۂ خفا میں ہیں۔کافی کوشش وجستجو کے بعد حضرت کے حالات وسوانح حیات دستیاب نہیں ہوسکے۔اس سلسلے میں جو روایتیں سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہیں اُنھیں مربوط شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حضرت کے مولدووطن کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں ہوسکی کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے، کہاں پیدا ہوئے۔وطن کے تعلق سے تین روایتیں ہیں۔اوّل یہ کہ حضرت پنجاب

کے رہنے والے تھے۔کہا جاتا ہے کہ جب آپ علیل تھے تو آپ کے کچھ عزیز پنجاب سے آئے تھے اور وہ آپ کو پنجاب لے کر جانا چاہتے تھے۔لیکن اہل محلہ اور عقیدت منداس پر راضی نہیں ہوئے، بلکہ ولایت حسین نام کے ایک شخص تو تانگے کے آگے لیٹ گیے اور اُنھوں نے کہا کہ ہم ایسی جلیل القدر شخصیت کے روحانی فیوض و برکات سے علاقے کو محروم نہیں کر سکتے جس نے تمام عمر ہماری خیر خواہی میں بسر کی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ امروہہ کے رہنے والے تھے۔لیکن یہ روایت بھی محقق نہیں ہے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ آپ مرادآباد کے ہی رہنے والے تھے۔اس سلسلے میں حافظ مقصود خاں صاحب مرحوم (جن کا پانچ چھ سال پہلے سو برس سے زیادہ کی عمر میں انتقال ہوا) کہتے تھے کہ حضرت والا میری نانی کے بھائی تھے اور ہماری ننہیال محلہ چوکی حسن خاں میں تھی۔میں بچپن میں نانی کے ساتھ حضرت کے پاس کئی مرتبہ گیا ہوں۔جب نانی اُن سے کہتی تھیں کہ بھیّے گھر کو آنا تو وہ فرماتے تھے کہ ’’ہم نے تو اللہ کے گھر کے سوا، غیر کے گھر کا راستہ ہی نہیں دیکھا۔‘‘

مولد و وطن میں بھلے ہی اختلاف ہو لیکن یہ تو طے ہے کہ آپ کا مسکن یہی شہر مرادآباد رہا اور آپ زندگی کے آخری لمحات تک محلہ چوکی حسن میں مسجد سیّد یوسف علی المعروف بہ نائیوں والی مسجد کے حجرے میں گوشہ نشین رہے۔مسجد میں امامت کے فرائض بھی آپ ہی انجام دیتے تھے۔بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مسجد میں ایک مکتب بھی قائم کیا تھا۔الحمدللہ یہ مکتب آج بھی قائم ہے جو حضرت والا کی مناسبت سے ’’مدرسہ شاہ فضل احمد‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔البتہ اس مدرسے میں اب صرف قرآن کی تعلیم ہی ہوتی ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کو نعت گوئی کا شوق تھا یا نہیں اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ مسلّم ہے کہ آپ کو نعت خوانی سے بے حد شغف تھا۔مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں کہ ہر جمعے کو بعد نماز جمعہ تا عصر مسجد میں نعت خوانی کی محفل آراستہ کی جاتی تھی۔ جس میں شہر کے امیر و غریب تمام لوگ شرکت کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی قایم ہے۔ حضرت صدرالافاضل بھی اس محفل میں شرکت فرماتے تھے۔ حضرت صوفی نیاز علی اشرفی مرحوم حضرت کے چہیتے نعت خواں تھے۔ موجودہ دور میں مرادآباد کے سب سے معمر اور بزرگ نعت خواں حضرت صوفی مہرالدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اسی محفل میں صدرالافاضل کی سرپرستی میں نعت خوانی شروع کی تھی۔

محلہ چوکی حسن خاں کے ایک بزرگ حافظ مشتاق صاب مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے حضرت والا کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت کا قد میانہ، رنگ گندمی اور چہرہ گول تھا، چہرے پر معمولی چیچک کے داغ تھے۔ ہمیشہ عمامہ شریف زیب سر فرماتے تھے۔ کمر خمیدہ تھی۔ چلتے وقت ہاتھ پیٹھ پر رکھ کر چلتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت والا ایسے مہذب تھے کہ آسمان کی طرف نظر اُٹھانا تو کیا معنی، کسی سے نظر ملا کر کلام بھی نہیں فرماتے تھے۔ ہمیشہ نگاہِ مبارک نیچی رہتی تھی۔ تمام محلّہ آپ کے تقوے اور پرہیز گاری کا معتقد تھا۔

اس سلسلے میں کوئی تحقیق نہیں ہوسکی کہ حضرت والا کس سلسلۂ طریقت سے منسلک تھے اور کس سے بیعت تھے۔ البتّہ حافظ مشتاق صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ حضرت شاہ بلاقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف واقع چکر کی ملک پر روزانہ حاضری دیا کرتے تھے چند برس پہلے حضرت شاہ بلاقی قدس سرہ کے مزار کے سامنے احاطے میں ایک قبر پر کتبہ لگا ہوا تھا جس پر درج ذیل عبارت کندہ تھی:

''مزار صوفی محمد نبی قادری چشتی نظامی خلیفہ مجاز حضرت شاہ ابوالفضل فضل احمد قدس سرہ العزیز''

سلسلہ کوئی بھی رہا ہو لیکن آپ کی بزرگی مسلم اور نسبت قوی تھی۔ شخصیت علوم وفنون کی جامع اور مرجع خلائق تھی۔ مریدوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ وسیع تھا۔ دکھ درد کے مارے

اور رنج و غم میں مبتلا لاتعداد افراد آپ کے در پر آتے اور فیض پاتے تھے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری اور فیض باقی ہے۔

بیعت وارشاد اور تعلیم و تعلم کے علاوہ دُکھ درد کے ماروں کا مداوا اور خدمت خلق کی غرض سے مطب بھی فرماتے تھے۔ غالب گمان ہے کہ یہی آپ کا ذریعہ معاش بھی تھا۔ بہر حال آپ کی ذات والا صفات سے تشنگانِ علوم نبوی بھی فیض پاتے تھے، حق وصداقت کے متلاشی بھی رہنمائی حاصل کرتے تھے، بے راہ رووں کو راہِ راست بھی حاصل ہوتی تھی اور جسمانی بیماریوں میں مبتلا لوگ بھی مایوس نہیں ہوتے تھے۔

حافظ مقصود مرحوم کا بیان ہے کہ اُن کے بچپن میں اگر کسی بچّے کو نظر لگ جاتی یا جھپٹا وغیرہ ہوجاتا تھا تو اُن کی نانی اُس بچّے کو حضرت والا کے پاس لے جاتی تھیں، حضرت پیڑے پر دَم کر کے بچّے کو کھلاتے، بچّہ ٹھیک ہوجاتا تھا۔

بہر حال نگاہِ کیمیا اثر سے مردہ دلوں کو زندہ کر دینے والی یہ شخصیت کلامِ الٰہی وعلومِ نبوی کے فیوض وبرکات کا منبع اور علم و عمل کا نیّر تاباں اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ یکم جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۶/اپریل ۱۹۱۶ء کو اس سرائے فانی سے کوچ کر گیا۔ شہر واطراف میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ نماز جنازہ صدرالافاضل نے ادا کرائی۔ آپ کی شہرت ومقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ انتقال کی خبر مراد آباد کے معروف ہفت روزہ اخبار ''مخبر عالم'' میں شائع ہوئی۔

> ''۶/اپریل ۱۹۱۶ء کو حضرت مولانا مولوی فضل حُسین صاحب جو مسجد چوکی حسن خاں میں قیام پذیر تھے، انتقال ہوگیا۔ آپ کے جنازے کے ساتھ معتقدین کا بڑا ہجوم تھا۔'' (ہفت رزہ مخبر عالم مورخہ ۸/اپریل ۱۹۱۶ء ص ۱۱)

حضرت والا کی تدفین مسجد سے ملحق اراضی میں عمل میں آئی۔ جہاں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار سے ملحق قبر اراضی کے واقف جناب احمد یار خاں کی ہے۔

انتقال کے وقت کئی کرامات ظاہر ہوئیں ۔پہلی یہ کہ حضرت والا کے شاگرد حافظ بشیر احمد مرحوم فرماتے تھے کہ انتقال کے بعد بھی حضرت کے لبوں پر ذکر جاری تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت صدرالافاضل نے فرمایا کہ تدفین میں تاخیر مناسب نہیں، حضرت کا راز فاش ہوجائے گا ۔ دوسرے یہ کہ حضرت والا کی تدفین رات کو عمل میں آئی۔ بجلی تو تھی نہیں لالٹین وغیرہ جلا کر روشنی کا انتظام کیا گیا تھا۔ روشنی ناکافی تھی۔ صدرالافاضل میّت کو قبر میں اُتار رہے تھے۔ اچانک ایک زبردست روشنی ہوئی جو اُس وقت تک قائم رہی جب تک کہ تدفین کا عمل مکمل نہیں ہوا۔ بعد میں وہ روشنی قبر میں سما گئی۔ آج بھی وقتاً فوقتاً کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ ہر جمعرات کو عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ نیز ہر سال عرس کی تقریبات شریعت کے مطابق بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوتی ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بہ عشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

قُدْوَةُ الْفُضَلَاء، اَمِیْنُ الْعُلَمَا، اِمَامُ الْاَصْفِیَاء

حضرت علامہ مولانا محمد گُل خاں صاحب قدس سرہ العزیز

سرزمین مرادآباد کو جن بزرگوں کی ذات ستودہ صفات سے افتخار وشہرت حاصل ہے، اُن میں قدوۃ الفضلاء، امین العلماء، امام الاصفیاء، زبدۃ السالکین بحر العلام شیخ الکل حضرت علّامہ مولانا محمد گُل خاں صاحب قادری کابلی ثم مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل ہے۔ موصوف کا شمار اُن نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے جن کے قدوم میمنت لزوم اور گنجینۂ علوم وفنون سے بیشمار افراد فیضیاب ہوئے ہیں اور آج بھی ہورہے ہیں۔ یہی وہ شخصیت ہے کہ جس کے سایۂ عاطفت میں صدرالافاضل علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پروان چڑھی۔

پیدائش اور تعلیم:

حضرت مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمہ کے والد کا نام سیّد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ کابل (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں مولوی مشک عالم صاحب اور مولوی نصر اللہ خاں غزنوی علیہم الرحمۃ وغیرہم سے حاصل کرنے کے بعد بیرونِ وطن جا کر امام الادب مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۸۷ء)، مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹۵ء)، شیخ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۸۶ء) اور شیخ محمد مکی کتبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۵ء) اور محدث کبیر مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۶۱ء) وغیرہم اساتذہ علم وفضل کی خدمت میں حاضر ہوکر کمال حاصل کیا۔(۱)

مرادآباد میں آمد اور مدرسہ امدادیہ سے وابستگی:

مختلف مقامات کی سیّاحت اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد شیخ الکل کی آمد مرادآباد

میں بہ اختلاف روایات ۱۸۶۸ء یا ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ یہاں آپ نے مدرسہ اسلامیہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔(۲) آپ نے ابتدائی ایام میں مولوی سیّد ابوالحسن صاحب وکیل کے صاحب زادے مولوی سیّد حسن وکیل کو معقولات کا درس دیا۔(۳) اور محلہ لاکڑی والا میں ہی قیام کیا۔

مراد آباد میں جن ایام میں شیخ الکل کی آمد ہوئی وہ انتہائی کس مپرسی کا دور تھا، اگر خواص اپنی حب الوطنی کے باعث حکومت کی نظر میں معتوب تھے تو عوام قحط سالی میں گرفتار۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک میں مراد آباد کے عوام کے جذبہ جہاد و حریت کو دیکھتے ہوئے اِن کے جذبات کو پست کرنے کی غرض سے میتھوڈسٹ مشن مراد آباد میں آچکا تھا۔ اس مشن نے مراد آباد کے سیکڑوں یتیم و بے سہارا بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ اُس وقت شہر میں کئی ایسے بے دار مغز مخلصین قوم وملت موجود تھے جنھوں نے مشنریز کے منصوبوں کا تعاقب کیا اور عوام کو بے دینی، کفر والحاد اور بدعات سے محفوظ رکھنے کے لیے مدارس اسلامیہ قایم کیے۔ اسی دوران امداد العلی (۴) سی ایس آئی مراد آباد کے ڈپٹی کلکٹر بنائے گئے جنھوں نے ۱۸۸۱ء مدرسہ امدادیہ قایم کیا۔

جس اہم ترین مقصد کے پیش نظر اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اس کا انتظام و انصرام کسی ایسی شخصیت کو سونپا جائے جو علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی منصب امامت پر فائز ہو۔ ڈپٹی امداد العلی صاحب کی نظر انتخاب شیخ الکل مولانا شاہ محمد گل خاں کابلی پر پڑی اور اِنھیں اپنے مدرسہ کا پہلا صدر مدرس منتخب کیا۔ حضرت نے انتہائی خلوص و ایثار اور جانفشانی سے خدمات انجام دیں۔ جس کا اندازہ ڈپٹی امداد العلی صاحب کے درج ذیل بیان سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے:

> ''بنیاد مدرسہ امدادیہ چھٹی مئی ۱۸۸۱ء کو رکھی گئی تھی۔ کئی مہینے تعمیر ملتوی رہی بفضلہٖ تعالیٰ ۱۷؍جون ۱۸۸۳ء تعمیر ختم ہوئی۔۔۔۔۹؍نومبر ۱۸۸۱ء سے

مدرسہ جاری ہوا۔ ۲۵؍جون ۱۸۸۲ء روز امتحان تک ۷ مہینے ۱۷ دن ہوتے ہیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے تعلیم عربی اور مولوی اکبر علی نے تعلیم فارسی اور خوش نویس نے تعلیم حساب اور خوش نویسی اور حافظ نجیب اللہ نے قرآن کی تعلیم شروع کی تھی............تمام طلباء کو اعلیٰ کتابیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے پڑھائیں............تعلیم مولوی محمد گل خاں صاحب کی ۹؍نومبر ۱۸۸۱ء سے ۲۵؍جون ۱۸۸۲ء تک سات مہینے ۱۷ دن کی ہے اور جس قدر سبق عربی کے ہوئے جب کہ تنہا مولوی گل صاحب تھے سب بلا کراہت جانفشانی سے پڑھائے اور (ذمہ داری) صیغہ بتلانے کے اور قواعد تجوید وغیرہ کا سکھانا سب اپنی ذات پر لی ہے۔میں مولوی محمد گل خاں صاحب کا شکریہ تہہ دل سے ادا کرتا ہوں کہ تنہا اس قدر محنت کی جو کسی دوسرے مدرس سے ہونا ناممکن تھا‘‘(۵)

مدرسے کے لیے حضرت گل صاحب کی مساعی جمیلہ،آپ کی شخصیت کے اوصاف حمیدہ اور مسلکی نظریات وعقیدے کا ذکر کرتے ہوئے مرزا نصیرالدین برلاس(م ۱۹۰۹ء) رقم طراز ہیں:

’’مولوی محمد گل مدرسہ اسلامیہ امدادیہ کے مہتمم اور کابل کے رہنے والے ہیں،ان کی ذات فائز البرکات سے مدرسہ اسلامیہ (امدادیہ) مرادآباد کی رونق وترقی ہے،عالم با عمل اور علما کی جماعت میں بے مثال وبے بدل ہیں،ان کے فیوضات کی بدولت ہر سال مجمع علما میں چار پانچ آدمی دستارِفضیلت اور خلعت استغنا وقابلیت سے مشرف ہوتے ہیں۔مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے،ریاست رام پور اور دوسرے مسلمانوں سے مدرسے کی امداد میں جو کچھ ملتا ہے نہایت امانت اور دیانت سے حبہ حبہ خرچ کردیتے ہیں،خیرات،طعام مسکین،تقسیم شیرینی،حلوہ برائے ثواب رسانی میّت یاارواحِ بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں اور اہلِ حدیث کی طرح کفر وبدعت نہیں کہتے۔تقلید کے حامی ہیں،غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں۔صوفی بھی نہیں ہیں کہ بربط وطنبور ونغمہ وغزل حال آئے،اس قسم کے افعال کو مذموم، نامشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔‘‘(۶)

مدرسہ قائم کرنے کے بعد ڈپٹی امدادالعلی صاحب پنشن پا کر اپنے وطن اکبرآباد واپس چلے گئے اور اپنا قائم مقام مولوی محمد گل خاں صاحب کو مقرر کر دیا۔ شیخ الکل نے محنت شاقہ اور اپنے حسن انتظام اور رُسوخ کی بنیاد پر بہت کم عرصے میں اس مدرسہ کو ملک کے صف اوّل کے مدارس کی صف میں کھڑا کر دیا۔ جیسا کہ ڈپٹی امدادالعلی صاحب فرماتے ہیں:

''صاحبو! جس وقت تعلیم مدرسے میں شروع ہوئی تھی ابتدا میں مولوی محمد گل خاں صاحب اور مولوی اکبرعلی تھے۔ چنانچہ میری موجودگی میں بھی منصرم کار علاوہ درس کے جس میں محنت شاقہ اُٹھائی مولوی صاحب مذکور رہے اب کہ میں کئی مہینے سے پنشن لےکر اکبرآباد میں مقیم ہوا بعد میرے قائم مقام مولوی صاحب ممدوح منصرم مدرسہ ہٰذا ہیں۔ اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ ان کے ادائے شکر سے زبان میری قاصر ہے۔''(۷)

مولانا محمد گل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی ذکاوت، فطری ذہانت، اور کمال استعداد کے باعث معاصرین میں ایک امتیازی اور نمایاں مقام کے حامل تھے۔ تمام ہی علوم نقلیہ وعقلیہ پر عبور، ادب وحدیث وفقہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد درس وتدریس کا جومشغلہ اختیار کیا اُسے تاعمر قائم رکھا۔ بے شمار تشنگان علوم نبوت کو سیراب کیا۔ صدہا عالم وفاضل، محدث ومفسر، مجاہد اور داعیٔ الی اللہ پیدا کیے جن میں صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔

مولانا محمد گل خاں صاحب علمی کمالات کے ساتھ اخلاق وکردار کی بلندی میں بھی اپنے اساتذہ واسلاف کے مثیل تھے، زہد وورع، تقویٰ وطہارت استغناء و بے نیازی اور استقامت میں خود اپنی مثال تھے انتہائی متواضع، منکسرالمزاج، بے تکلف، مہمان نواز اور شفیق انسان تھے۔

سلوک ومعرفت:

شیخ الکل مولانا محمد گل قدس سرہ العزیز نے قادریہ سلسلے میں شیخ سیّد محمد الکتبی قدس سرہ

العزیز سے اصلاح کا تعلق قائم فرمایا جو جلد ہی شیخ کی جانب سے اجازت بیعت وخلافت پر منتہی ہوا جبکہ نقشبندیہ سلسلے میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ العزیز سے صاحب مجاز تھے۔ شیخ الکل کے مرید شہر مرادآباد اور اطراف کے علاوہ بمبئی، جونا گڑھ، اکبرآباد اور گجرات وغیرہ تک پھیلے ہوئے تھے۔(۸) سلوک ومعرفت میں آپ کے مقام ومرتبے کو سمجھنے کے لیے حضرت شاہ جی محمد شیر میاں پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت صدرالافاضل کو آپ کے پاس بھیجنے کا واقعہ اہمیت کا حامل ہے:

''(حضرت صدرالافاضل) پیر کی جستجو میں پیلی بھیت میں حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ جی میاں صاحب بڑی محبت وکرم سے پیش آئے اور فرمایا میاں! مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں، میں مرادآباد جاتا ہوں تو اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، اور آپ جس ارادے سے آئے ہیں، آپ کا حصہ وہیں ہے حضرت (صدرالافاضل) مرادآباد واپس آئے تو حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی میاں صاحب کے ہاں ہوآئے، اچھا پرسوں جمعہ ہے، نماز فجر کے بعد آیئے تو آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا۔ تیسرے روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب نے قادری سلسلے میں بیعت فرمایا اور جو حصہ تھا عطا کیا۔''(۹)

خدمت خلق اور فیض رسانی

شیخ الکل حضرت علامہ مولانا محمد گل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی منبع فیوض وبرکات تھی۔ اللہ کے سیکڑوں بندے حضرت والا کے در اقدس پر آتے اور فیض پاتے تھے۔ اکثر مختلف امراض وعوارض میں مبتلا لوگوں کو تعویذ عطا فرماتے تھے۔ صدرالافاضل تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب کے پاس بکثرت بیمار آتے ہیں اور اُن سے اپنی بیماریوں کا حال ظاہر کرتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب اسمِ ذات پڑھ کر اُن

بیماروں پر پھونکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اکثر بیماروں کو شفا عطا فرماتا ہے۔اور تعویذ میں یہ تحریر فرماتے ہیں ''یااللہ! اچھا کر'' اور کبھی یہ تحریر فرماتے ہیں ''انی مغلوب فانتصر'' کبھی دیگر اسمائے الٰہی اور اکثر لوگ اُن سے اپنے خواب کی تعبیر لیتے ہیں اور استخارے کا طریقہ سیکھتے ہیں اور جناب مولوی صاحب کی تعبیر خواب ایسی ٹھیک اور سچی پڑتی ہے کہ سرمو فرق نہیں رہتا اور استخارے کا عمل اُن کا ایسا مجرب ہے جو کسی نے خواب یا بیداری میں جو کچھ دیکھا وہ بعینہٖ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ دیکھا۔''(۱۰)

حضرت مولانا گل صاحب رحمۃ اللہ جہاں ایک طرف تعویذ و دُعاؤں وغیرہ سے خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے وہیں دوسری طرف قوم وملت کے فلاحی کاموں میں بھی دامے درمے قدمے سخنے شرکت فرماتے تھے بلکہ اس سلسلے میں بعض اوقات صاحبانِ ثروت پر بھی فوقیت حاصل کر لیتے تھے۔اس کی بیّن مثال یہ ہے کہ مرادآباد میں سنہ ۱۹۰۹ء میں حکیم الطاف علی خاں نے ایک طبّیہ مدرسہ قائم کیا جس کے جلسۂ تقسیم اسناد میں حضرت مولانا محمد گل صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔اور تین روپیہ اپنے جیب خاص سے مدرسے کو عطا فرمائے۔ملاحظہ کیجیے:

''اس جلسے میں بہت سے چیدہ چیدہ رؤسا وآنریری مجسٹریٹ حضرات ودیگر معززین شہر شریک تھے۔۔۔لیکن عین اس جلسے میں مولوی محمد گل صاحب مدرس اوّل مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے تین روپیہ بطور امداد مدرسہ طبیہ کو دیے۔لیکن تعجب ہے کہ ایک ایسے عالم باعمل کی ابتدا کے بعد پھر کسی دوسرے شخص کی بابت نہیں سُنا گیا کہ اُس نے چندہ دیا، یا کوئی وعدہ کیا۔''(۱۱)

شعروشاعری

حضرت مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمۃ شعروشاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے لیکن اس ذوق کو آپ نے اپنا مشغلہ نہیں بنایا تھا بلکہ کبھی ضرورت کے مطابق کوئی شعر یا قطعہ تاریخ وغیرہ کہہ دیا۔راقم الحروف کو حضرت والا کے صرف درج ذیل دو قطعات تاریخ دستیاب ہو سکے۔جن میں سے پہلا آپ کی تالیف ''اشرف البراہین المنہو دہ علیٰ حرمت الغرابین الہندیہ

‘‘میں درج ہے:

بہر سالش دی شنیدم ایں صدا
حکم حرمت ہست برزاغانِ ہند
ربط قبلش از سرِ زاغاں بکن
تا کہ گیری سالِ تا پایان ہند

جب کہ دوسرا قطعہ ڈپٹی امدادالعلی صاحب کی تصنیف ’’امدادالمساجد‘‘ کے لیے کہا گیا ہے:

گفت ہاتف وصف ، تالیفِ کتاب
مظہر حق مبطل باطل شدہ
ایں سبب عالم ہمہ ایں لفظ خوش
با تو گوید شاد باش در گہ (کذا)(۱۲)

یقینی طور پر کچھ اور کلام بھی رہا ہوگا جس تک راقم الحروف کی رسائی نہیں ہوسکی۔

سفرِآخرت:

علم وفضل کا یہ آفتاب عالم تاب مارچ ۱۹۱۲ء مطابق ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ میں غروب ہوااوراپنے پیچھے حزم واحتیاط اور ورع وتقویٰ کے زرّیں نقوش چھوڑ گیا۔سال وصال محقق ہے لیکن تاریخ وصال کی تحقیق نہیں ہوسکی۔ چونکہ ہر سال عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں اور ۲۲ ؍ربیع الاوّل کووصالی قل ہوتا آیا ہے۔لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ یہی حضرت کی تاریخ وصال ہے۔

مرادآباد کی مشہور قلعے والی مسجد میں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہِ خاص وعام ہے، جہاں سے روحانیت کے سرچشمے جاری ہیں اور ہزاروں بندگان خدا فیضیاب ہو رہے ہیں۔ دُکھ درد کے ماروں اور سحر وآسیب میں مبتلا لوگوں کا ہجوم ہر وقت دیکھنے کو ملتا ہے۔ آپ کی بے شمار کرامات کا مشاہدہ لوگوں نے کیا ہے۔راقم الحروف بھی کئی کرامات کا شاہد ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے آپ کی وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا(۱۳):

لَیَہِنُ ضَ لَالُ النَجْ دِقِلَّتُ ہُ ذِلَّتُہٗ
بِمَوْتِ مُحَمَّدْ گل وَغَیْبَتَ ہٗ ھَیْبَتَہٗ

فَمُ وْتَ ھُدَاۃِ الـدِیْنِ فِی الـدِّیْنِ ثُلْمَتٌ ہٗ
کَمَ افِی حَ دِیْثٍ لَاْ اِنْسِ دَادَلِثُلْمَتِ ہٖ

مُرِیْ دُمُ رَادُآبَادِنَاْلُوامُ رَادَھُمْ
وَلٰکِ نْ مُضَ تْ لِلـدِّیْنِ وَعُ دَۃُ نُصْرَتِہٖ

فَ لَاتَفْ رَحُوایَابُورُمُ وْتُوابِغَیْظِکُ مْ
فَلَیْسَ اَنَّہٗ الْحَقُّ مُخْلِ فَ وَعْدَتِ ہٖ

اَلَیْ سَ نَعِیْ مُ الـدِّیْنِ عَضَّۃُ حَلْقِکُمْ
یُبَدِّدُ شَمَلَ الضَ الِّیْنَ بِصَ وْلَتِہٖ

مَضٰی الْ وَرْدُ اَبْ قٰی اللّٰہُ ذَالـنَّھَ رِ بَاسِمًا
وَدَامَ نَعِیْ مُ الـدِّیْنِ غَضَ ابِزُھْرَتِ ہٖ

یَقُ وْلُ الرَّضَ اٰفِی عَ امِ رَحْلَتِ ہٖ حَبَّذَ
رَوَاحُ مُحَمَّدْ گل بِبُسْ تَانِ جَنَّتِ ہٖ

۱۳۳۰ھجری

ترجمہ: (از حضرت مفتی محمد ایوب خاں نعیمی)

(۱) نجد کا قلعہ کمزور ہو گیا اور سُست پڑ گیا محمد گل کی موت کے (بعد بھی) اُن کا رُعب قائم رہا۔

(۲) دین کے رہنماؤں کی موت دین کے لیے رخنہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اس کی تلافی نہیں

(۳) مراد آباد کا ارادہ رکھنے والوں نے اپنی مراد پالی اور دین کی نصرت کا وعدہ پورا ہوا۔

(۴) اے دشمنانِ دین اُن کی موت سے تم خوش نہ ہو، اپنے غضب میں مر جاؤ کہ حق تعالیٰ اپنے وعدہ نصرت دین کو پورا فرمانے والا ہے

(۵) کیا نعیم الدین تمہارے حلق کی ہڈی نہیں ہیں کہ گمراہوں کی جماعت اُن کے دبدبے سے منتشر ہوئی

(۶) پھول (یعنی حضرت گل) اگرچہ چلا گیا، مگر اُس کی خوش بو نعیم الدین کی صورت میں ہمیشہ قائم رہے گی۔

(۷) محمد گل کے وصال کی سنہ میں رضا کا قول ہے کہ مبارک ہو: رَوَاحُ مُحَمَّدْ گل بِبُسْتَانِ جَنَّتِہٖ

(یعنی محمد گل کی روانگی جنت کی طرف)

تصنیف و تالیف:

درس و تدریس کی مصروفیتوں، مدرسے کی ترقی و بہبود کے لئے کئے جانے والے اسفار کی صعوبتوں، وعظ و نصیحت کی مجلسوں اور مخالفوں کی ایذا رسانیوں کے باوجود تصنیف و تالیف کی گراں قدر خدمات بھی انجام دیں۔ حضرت اپنی تصانیف میں ایک مشاق صاحب قلم، تحریر و انشاء پردازی میں ایک صاحب طرز ادیب، تحقیق و درایت میں ایک نکتہ رس فقیہہ اور صاحب بصیرت مصنف نظر آتے ہیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) اثبات المعقول بالمنقول علیٰ رغم الف کل ظلوم و جھول

(۲) لولؤ المنثور فی مدح والی رامفور

(۳) دُعاء برکت بر طعام ضیافت دُعائے اموات بوقت جمعرات:

سولہ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ طعام پر فاتحہ نیز جمعرات کے دن مخصوص طور پر فاتحہ کے اہتمام کے مسائل سے متعلق ہے جس میں مخالفین کو مدلل جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ کتابچہ پہلی بار مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب

مدرس اوّل مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم

باہتمام کارپردازان وبحسن سعی بعض دوستان وحسب فرمائش

شیخ سراج الدین تاجر کتب ومعین دوکان مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد

در مطبع گلزار ابراہیم طبع شد

دُعائے برکت کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۰۲ء مطبع شمس المطابع سے شائع ہوا جب کہ تیسرا ایڈیشن مولانا اختصاص الدین خلف صدرالافاضل نے اہلسنّت برقی پریس مراد آباد سے ۱۹۲۰ء میں شائع کرایا۔ ممکن ہے اس کے بعد بھی کہیں سے شائع ہوئی ہو۔

یہ کتاب عوام وخواص میں بے حد مقبول ہوئی اور بطور سند پیش کی جانے لگی اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی اشاعت کے بعد اس کے رد میں فریق مخالف کی جانب سے ایک کتاب ''اتباع السنۃ خیر للامۃ افاضۃ الخیرات فی کل احیان و اوقات''، مصنفہ منشی شمس الدین صاحب (ساکن مراد آباد محلہ کسرول) مطبع شمس المطابع مراد آباد سے شائع کی گئی۔ اس کا جواب الجواب محمد اشرف صاحب نے ''ابلاغ المرید ضرب شدید المعروف بہ حجج قاطعہ باثبات فاتحہ'' کے نام سے مطبع گلزار احمدی سے شائع کیا تھا۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو صرف سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جب کے صدرالافاضل نے مفصل طور پر سو صفحات پر مشتمل کتاب ''فیضانِ رحمت بعد از دُعائے برکت'' کے نام سے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں مطبع محمود المطابع مراد آباد سے شائع کی، جو کہ صدرالافاضل کی پہلی تصنیف ہے۔

(۴) ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ:

یہ رسالہ چوسٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو پہلی بار ۱۸۹۳ء میں مطبع گلزار احمدی مراد آباد سے ۱۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوا۔ اس رسالے میں میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلّم کے تعلق سے

معترضین کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات کے مفصل و مدلل جواب تحریر کئے گئے ہیں۔اس کتاب کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب
مدرس اوّل مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم
بہ تصحیح تام مولانا مولوی عبدالمجید صاحب مرادآبادی صانہ اللہ عن شرکل عینی
وباہتمام احقر احقر العباد راجی الا اللہ الغنی محمد ابراہیم شاہجہاں پوری
در مطبع گلزار احمدی مرادآباد طبع شد

اس رسالہ میں دوصفحات پر مصنف کا تحریر کیا ہوا دیباچہ ہے جس میں فاضل مصنف نے وجہ تالیف و تاخیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کا بھی شکریہ ادا کیا ہے جن کی معاونت وتوجہات سے یہ رسالہ منظرِ شہود پر آسکا۔یہ عبارت مختصراً اس طرح ہے:

''فقیر خادم العلماء محمد گل کابلی وطناً مرادآبادی نزیلاً عرض کرتا ہے کہ مدت مدیدہ وایام عدیدہ سے چند باشندگانِ بلادِ مختلفہ مثل بمبئی، جونا گڑھ، اکبرآباد، مرادآباد و گجرات وغیرہ نے بہ ہنگام سفر اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات نسبت جواز مجلس میلاد شریف کے کہ جس ہیئت کذائی سے دیار ہند میں معمول ہے کیے جن کے جوابات مشرع جواز کے مطلع تا مقطع بہ حوالہ احادیث صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے......اس سال ۱۳۱۰ھ(م ۱۸۹۳ء) میں اُن جوابوں مسطور کو جو ورق ورق ہیچو بنات النعش کہیں کہیں پڑے تھے ہیچو خوشۂ پروین برشتۂ تحریر لاکر مطبوع کیا اور اس رسالہ کا نام **ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفی** رکھا۔ایں جانب کو بہ وجہ انتظام وسرپرستی مدرسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ تالیف وترتیب اُن جوابوں میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا فی لہذا جس قدر کہ اصرار متشوقین کا نسبت تالیف کتاب کے بڑھتا گیا بیش ازاں موانع وقلت فرصت بوجہ مسبوق الذکر راہ تھے اگرچہ............احتساباً للہ میرا مقصد بھی تھا کہ بہ مقتضائے سائلین ونیز بہ لحاظ فوائد جمیع المسلمین اُن مخدرات مضامین کو ظہور جلوہ دوں......لیکن کوئی موقع مہلت

قلیل اور کثیر بوجہ درس طلبا افکار واستحصال مدخرچ مدرسہ کے بادی النظر میں محسوس نہ ہوتا تھا۔الحمدللہ علی احسانہ کہ دُعاہائے شائقین مجلس حضور مقبول ہوئیں کہ سامان تالیف وطبع رسالہ ہٰذا بہ عنایت ایزدی غیب سے ظہور پذیر ہوا کہ احقر کو افکار مدخرچ مدرسہ سے بعد انتشار کثیر کے بوجہ پرورش وتوجہ ریاست عالیہ لامع النور رام پور صانہ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشرور کے وہ تردد مرتفع ہوا۔اللہ تعالیٰ اس ریاست کو قائم ودائم رکھے اور نیز جناب مستطاب معلّٰی القاب......نواب محمد حامد علی خاں صاحب بہادر ......اور جناب مولوی محمد عبدالغفور صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بلدہ فیض آباد............کو ترقیات دارین وشگوفات مراد سے پُر دامن فرمائے۔''

اس رسالے کا دوسرا ایڈیشن ۱۵۰۰ کی تعداد میں مطبع ریاض الہند آگرہ سے شائع ہوا جس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر تھی:

''از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب
مدرس اوّل ومہتمم مدرسہ امدایہ دام فیوضہم
بہ تصیح واہتمام مولانا مولوی ولایت علی صاحب اکبرآبادی صانہ اللہ عن شر کل عینی
بہ اجازت افضل الفضلاء واکمل العلماء جناب مؤلف موصوف دام برکاتہم
در مطبع ریاض الہند طبع شد''

تیسری مرتبہ یہ کتاب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوش سے ماہنامہ ''السواد اعظم'' میں ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء قسطوار شائع کی گئی۔

اس رسالے کا چوتھا ایڈیشن عنقریب شائع ہونے والا ہے جس کو ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی نے تحشیہ وتخریج کے ساتھ جدید انداز میں ترتیب دیا ہے۔

(۵) براھین بیّنہ براثبات نذور معیّنہ

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس رسالے میں حضرت مولانا محمد گل علیہ الرحمۃ نے نذور معینہ کے تعلق سے مخالفین کے اعتراضات پر مدلل ومفصل بحث کے بعد قرآن وحدیث کی

روشنی میں اپنے موقف کو ثابت کیا ہے۔ یہ ۲۴ ورقی رسالہ ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا تھا۔اس کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے:

''از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب
مدرس مدرسہ امدایہ دام فیوضہم
بحسن کوشش بلیغ میاں محمد اشرف صاحب ومیاں مولوی مُنیر محمد صاحب
باہتمام محمد ولی اللہ تاجر کتب مراد آباد، بازار چوک
در مطبع گلزار احمدی مراد آباد طبع شُد''

(۶) اشرف البراھین المنھودہ علیٰ حرمت الغرابین الھندیہ

یہ بارہ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جس میں حضرت مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمۃ نے اُن فتوؤں کو جمع کیا ہے جو زاغانِ ہندی یعنی دیسی کوؤں کی حلّت وحرمت کے تعلق سے آپ نے مختلف اوقات میں دیے تھے۔ چونکہ یہ رسالہ محمد اشرف صاحب کی خواہش پر تحریر کیا تھا اس لیے اس کا نام اشرف البراہین رکھا گیا ہے۔اس پر سنہ ۱۳۰۰ھ درج ہے۔یہ رسالہ احسن المطابع پریس مراد آباد سے شائع ہوا تھا۔

اوّل الذکر دونوں تصانیف تک راقم الحروف کو رسائی حاصل نہیں ہوسکی۔حضرت مولانا کی شخصیت اور خدمات پر ابھی تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوسکا ہے۔اگر تحقیق کی جائے تو یقینی طور پر بہت کچھ معلومات حاصل ہوسکتی ہے۔

صدرالافاضل کے محسن خاص

حضرت حاجی مُلّا محمد اشرف شاذلی

رحمۃ اللہ علیہ

محی السنۃ حضرت حاجی مُلّا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

مرادآباد ایک صنعتی شہر ہے جو اپنی پیتل کی صنعت کے لیے ساری دُنیا میں مشہور ہے عام طور سے صنعت سے وابستہ افراد میں علمی وادبی رجحان کا فقدان یا کمی پائی جاتی ہے۔ لیکن اللہ رب العزت جس کو چاہتا ہے اُس کو علمی وادبی ذوق عطا فرما دیتا ہے۔اور جس سے چاہتا ہے اُس سے دین کی خدمت لے لیتا ہے۔اس کی ایک بیّن مثال حضرت مُلا محمد اشرف شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔

حاجی مُلا محمد اشرف رحمۃ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ہم عمر وہم عصر ہونے کے علاوہ اُن کے خاص معتقدین میں شامل تھے۔مرادآباد میں جماعت اہلسنّت کے فروغ اور استحکام کے لیے جو خدمات انھوں نے انجام دیں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔صدرالافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے متعارف کرانے کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔

حاجی محمد اشرف صاحب کی پیدائش ۱۸۵۴ء میں ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو دستکاری، ہُنر مندی اور پیتل کی ظروف سازی میں مشہور تھا۔اِن کے والد جناب شیخ عنایت حسین مرحوم کا شمار برادری کے صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔دین داری اور بزرگوں سے عقیدت ان کے مزاج میں رچی بسی تھی لہٰذا فطری طور پر اس ماحول کا اثر حاجی محمد اشرف صاحب پر بھی پڑا اور ان کا ذہن بچپن ہی سے دین داری کی طرف مائل ہو گیا۔ساتھ ہی ساتھ اپنے آبائی پیشے فن ظروف سازی اور دستکاری میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ دل بیار اور دست بکار کے مصداق اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے ساتھ حلال وطیب روزی کے لیے تجارت پر بھی پوری توجہ دی۔اور اپنی کمائی کو دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں فراخ دلی سے خرچ کیا۔

حاجی اشرف صاحب نے کسی مکتب یا مدرسے میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے علمائے حق اور صلحائے وقت کی صحبت بابرکت کے فیض سے وہ صلاحیت اور قوت حافظہ عطا فرمائی تھی کہ علوم مناظرہ و منطق اور شریعت کے مسائل انھیں اس طرح یاد ہو گئے تھے جس طرح حافظ کو قرآن کریم یاد ہوتا ہے۔اسی وجہ سے ان کو "مُلّا اشرف" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت مولانا سیّد غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"حاجی (محمد اشرف شاذلی) صاحب کو اُن کے پیر کی دُعا سے ایسی قوت حافظہ حاصل تھی کہ وہابیہ اور اہل سنّت کی تمام کتابیں حفظ تھیں۔بے پڑھے لکھے آدمی تھے مگر مناظروں میں حاضر ہوتے،مناظر کو بتاتے رہتے کہ فلاں مضمون فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر ہے وہ صفحات نکالتے تو مضمون موجود ہوتا،اس طرح تمام کتب مناظرہ اُنھیں از بر تھیں،بڑے مقدس بزرگ تھے۔"

(حیاتِ صدرالافاضل ص۸)

اپنی اس خداداد صلاحیت کی بنا پر شہر میں ہی نہیں بلکہ دور دور تک شہرت رکھتے تھے۔مسلک اہل سنت کے وکیل کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔مناظرین ان کے پاس نکاتِ مناظرہ سیکھنے اور سمجھنے کے لیے تشریف لاتے تھے،اُس دور کے اکثر علمائے اہل سنت کا قُرب حاصل تھا۔اور بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حاجی محمد اشرف صاحب کس بزرگ سے بیعت تھے،تحقیق نہیں ہو سکی البتہ یہ معلوم ہوا کہ ان کے پیر سلسلہ شاذلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور پنجاب کے رہنے والے تھے۔صاحب کشف وکرامت تھے۔مُلا اشرف صاحب کو جو کچھ عطا ہوا وہ اُنھیں بزرگ کا فیضانِ نظر تھا۔

حاجی محمد اشرف صاحب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے قریبی تعلق رکھتے تھے اکثر اُن کی خدمت میں بریلی تشریف لے جاتے تھے۔نیز اُس دور کے دیگر بزرگوں شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت،اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ وغیرہ سے بھی ان کے عقیدت مندانہ مراسم تھے۔

مرادآباد میں دیگر ہم عصر علمائے سُنّت حضرت شاہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳۶ء)، حضرت مولوی محمد حسین تمنّا رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۰۰ء) وغیرہ کے علاوہ حضرت علامہ مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۲ء) سے خاص قربت حاصل تھی جس کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ جب کوّے کی حرمت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو حضرت مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ شائع کیا جس کا نام **اشرف البراھین المنھودہ علی حرمت الغرابین الھندیہ** رکھا، اس رسالے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> ''برادرِ دینی عزیز جانی میاں محمد اشرف صاحب مرادآبادی نے مجھ سے فرمایا کہ ایک ایسی کتاب مختصر چند ورقے پر مشتمل بروایات مفتی بہائے فقہا تالیف کرنی چاہیے کہ اُن روایات کی بموجب ان دیسی کووں کا حال حل وحرمت بخوبی معلوم ہو، اور اُس (کتاب) کو چھپوا کر وقف کردوں گا اور جو مسلمان اس کو طلب کرے (گا) محصول ڈاک اُس کے ذمّے اور کتاب مفت بھیج دوں گا۔ لہٰذا بندۂ مسکین نے اس مختصر (رسالے) میں اقوال مفتی بہا کو جمع کیا کہ اُن سے دیسی کوے کی حرمت بخوبی ثابت ہے اور چونکہ برادرِ دینی میاں محمد اشرف صاحب اس مختصر (رسالے) کی تالیف کے لیے علّت باعثہ تھے لہٰذا اُن کے نام کا آخری حصہ کتاب کے نام میں داخل کرکے اس کا **اشرف البراھین المنھودہ علی حرمت الغرابین الھندیہ** نام رکھا۔ اُمید ہے کہ جو مسلمان بھائی اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں (گے) تو مجھ مسکین اور میاں محمد اشرف کو دُعائے خیر سے یاد اور شاد فرمائیں (گے)۔

مندرجہ بالا عبارت سے جہاں ایک طرف حضرت مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا اشرف صاحب کی قربت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مُلا اشرف صاحب مسلک حق یعنی مسلک اہلسنت کی تبلیغ اور کتب کی ترویج واشاعت

میں دامے درمے قدمے سخنے، غرض کہ ہر طرح سے پیش پیش رہتے تھے۔اسی طرح حضرت مولانا محمد گل خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب **براھین بینه بر اثبات نذور معیّنه** شائع ہوئی تو اس کی اشاعت میں بھی مُلا اشرف صاحب کی کوششوں کو دخل رہا۔

جب حضرت صدرالافاضل نے **الکلمۃ العلیا** تحریر فرمائی تو اُس کے ناشر بھی حاجی صاحب ہی تھے۔جیسا کہ اس کے پہلے ایڈیشن کے سرورق پر لکھا ہے کہ:

''محمد عبدالرشید نے اپنے مطبع شمس المطابع مرادآباد بازار چوک میں چھاپا اور محمد اشرف شاذلی نے چھپوا کر شائع کیا۔''

داعیان مسلک اہلسنت اور نوجوان علما کی حوصلہ افزائی کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ جب حضرت صدرالافاضل نے **الکلمۃ العلیا** تصنیف فرمائی اور ملا اشرف صاحب نے سماعت فرمائی تو صدرالافاضل کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے تحائف نذر کیے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں بھی یہ کتاب پیش کی۔جیسا کہ حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرادآباد میں ایک بزرگ اَن پڑھ تھے، لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے، اُن کا نام حاجی ملا محمد اشرف شاذلی تھا (رحمۃ اللہ علیہ) حاجی صاحب موصوف حضرت قدس سرہ (یعنی صدرالافاضل) سے غایت محبت وشفقت فرماتے تھے، جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سُنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقے پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پان دان اور دو اُگال دان خورد وکلاں عطا فرمائے جو آج تک آستانۂ قدس میں موجود ہیں، صنعت گری کا کمال یہ ہے کہ ساٹھ برس سے زیادہ ہوگئے برابر استعمال میں ہیں، لیکن ان کی قلعی بھی خراب نہیں ہوئی ہے۔''

مُلا اشرف صاحب کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ سرزمین مرادآباد پر جنم لینے والا یہ نوجوان محمد نعیم الدین کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ اس کا شمار عالم اسلام کی عبقری شخصیات

میں ہونا ہے لہٰذا اُنھوں نے صدرالافاضل کی تربیت پر بھی توجہ دی۔حضرت مولانا محمد یامین صاحب نعیمی اپنے تایا اور جامعہ نعیمیہ کے سابق مہتمم حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''جب میں (حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ) نے ۱۹۱۱ء میں مدرسہ انجمن اہلسنت میں داخلہ لیا،تو دیکھا کہ ایک بزرگ اکثر و بیشتر مدرسے میں تشریف لاتے اور خالی اوقات میں وہ حضرت صدرالافاضل کو ایک کمرے میں لے جا کر اُن سے کہتے مولانا صاحب فلاں موضوع پر تقریر کیجیے،حضرت صدرالافاضل تقریر شروع کردیتے ،وہ بزرگ بغور تقریر سماعت فرماتے اور حسب ضرورت اصلاح فرماتے اور فن تقریر کے نکات بیان فرماتے تھے۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بزرگ حاجی مُلا اشرف صاحب تھے۔''

مُلا اشرف صاحب اپنی تمام تر کاروباری مصروفیات کے باوجود تبلیغ دین اور تحفظ ایمان اور توسیع مسلک اہل سنّت کے لیے کوشاں رہتے تھے۔چونکہ آپ ایک روشن ضمیر اور سیع النظر شخص تھے لہٰذا جب عقائد باطلہ در پردہ پروان چڑھنا شروع ہوئے تو آپ نے اس کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگاتے ہوئے خود کو اصلاح عقائد اور تبلیغ مسلک اہلسنت کے لیے وقف کردیا۔ اور اس سلسلے میں یہ حکمت عملی اختیار کی کہ سماج کی ایسی سر برآوردہ شخصیات کا تعاقب کیا جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے عقائد باطلہ کے دامِ فریب میں مبتلا ہو رہی تھیں،ایسے لوگوں سے ملاقات کر کے اُنھیں حقیقت حال سے واقف کراتے ،کتب صحیحہ کا مطالعہ کراتے اور اُنھیں توبہ کرا کر کسی صحیح العقیدہ عالم دین سے منسلک کردیتے تھے۔اس کی دو اہم مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(ا) صدرالافاضل کے والد گرامی حضرت مولوی معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاسم نانوتوی سے بیعت تھے۔اُس وقت تک نانوتوی صاحب کے عقائد کھل کر لوگوں کے سامنے نہیں آئے تھے۔لہٰذا مُلا اشرف صاحب نے حضرت نزہتؔ کو اُن کے عقائد سے واقف

کرایااور بہت سی کتب کا مطالعہ کرانے کے بعداُن کواعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست پرست پر بیعت کرایا۔

(۲)مولانا محمد نذیرالاکرم رحمۃ اللہ کے والد حضرت مولانا محمد ظہورالدین صاحب رحمۃ اللہ بھی دیوبندی عقائد کی طرف مائل تھے۔جب مُلا اشرف صاحب کو اس کا علم ہوا تو اُن کی ذہن سازی کی ،اُنھیں مُلا اشرف صاحب کی باتوں پہ یقین نہیں ہوا لہٰذا اُنھوں نے خود تمام کتب حاصل کیں اور مطالعہ کرنے کے بعد تائب ہوئے ۔مُلا اشرف صاحب نے انھیں صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک کیا۔

غور فرمایئے مُلا اشرف صاحب کی حکمت عملی،سوجھ بوجھ اور روشن ضمیری پر کہ اُنھوں نے ہمہ شما پر محنت کرنے کے بجائے ایسی شخصیات پر محنت کی جن سے صدرالافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین اور فخر ملت حضرت مولانا محمد نذیرالاکرم جیسے عالم وجود میں آئے۔ایسے سپوت قوم کو ملے جنھوں نے کفروشرک اوراوہام پرستی کے فتنوں کو ختم کر کے دین کے ستونوں کو مضبوط کیا۔

مُلا اشرف صاحب مرادآباد کے محلے شیدی سرائے میں رہتے تھے۔اس محلے سے ملحق محلہ پختہ باغ میں بھی ان کا ایک مکان تھا۔اس مکان کے برابر میں کچھ آراضی خالی پڑی ہوئی تھی ،مُلا اشرف صاحب نے وہاں مسجد بنانے کا ارادہ کیا،اراضی کے مالک ،جو مُلا اشرف صاحب کے معتقد تھے ،سے جب اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اُنھوں نے کہا کہ حضرت جتنی جگہ میں مسجد تعمیر کرنا چاہیں میں وقف کردوں گا لہٰذا اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور مُلا اشرف صاحب نے اپنے ذاتی پیسے سے اُس مسجد کی تعمیر کی لہٰذا اس مسجد کو مُلا اشرف والی مسجد کہا جانے لگا اور آج بھی یہ مسجد اسی نام سے مشہور ہے۔

ایک دَور ایسا آیا کہ حاجی صاحب کو مسجد میں امامت کے لیے خاطر خواہ امام نہیں مل رہا تھا۔مدرسہ جامعہ نعیمیہ میں ایک اُستاذ تھے حافظ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ،اُن کے

سامنے یہ مسئلہ آیا تو اُنھوں نے کہا حضرت اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں لیکن پریشانی یہ ہے کہ میرا گھر بہت دور ہے۔ مُلا اشرف صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں اور اپنا آدھا مکان حافظ صاحب کو دے دیا۔ جس میں اُن کی اولادیں آج بھی رہتی ہیں۔

مُلا اشرف صاحب کا ذاتی کتب خانہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ بڑی قیمتی اور نایاب کتابیں ان کے کتب خانے میں موجود تھیں۔ بہت سی کتابوں کے قلمی نسخے بھی موجود تھے۔ دور دراز سے لوگ اس کتب خانے سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ افسوس اُن کے انتقال کے بعد ان کا یہ ذخیرہ رفتہ رفتہ ضائع ہو گیا۔

مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہر دم مصروف رہنے والی شخصیت اور باطل کی تاریکی کو ایمان و یقین کی روشنی سے منور کرنے والی شمع ۶ر جمادی الاوّل ۱۳۶۳ھ مطابق ۳۰ر اپریل ۱۹۴۴ء کو دوپہر میں تقریباً ۲:۳۰ بجے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گل ہو گئی۔ نماز جنازہ صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے ادا کرائی۔

انتقال سے پہلے مُلا اشرف صاحب نے چند وصیتیں فرمائیں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے ایسی جگہ دفن کرنا جہاں ایک طرف کسی ولی کا مزار ہو اور دوسری طرف مسجد ہو لہٰذا جب انتقال ہوا تو وارثان شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ایسی جگہ کہاں تلاش کی جائے۔ اسی دوران ایک مجذوب آئے اور کہنے لگے کہ کیا حاجی صاحب نے کوئی وصیت کی ہے لوگوں نے پوری بات بتائی تو اُن مجذوب نے کہا کہ جاؤ حضرت شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ کے قبرستان میں ان کی جگہ محفوظ ہے، لہٰذا وہاں تدفین عمل میں آئی۔

صدرالافاضل نے ملا اشرف صاحب کی وفات پر دو قطعات تاریخ بھی کہے جو مُلا اشرف صاحب کی لوح مزار پر کندہ تھے۔ مُلا اشرف صاحب نے تین بیٹے محمد خلیل، محمد الطف اور محمد انفس یادگار چھوڑے تھے جن کا ذکر صدرالافاضل نے پہلے قطعے کے پہلے مصرع میں کیا ہے تینوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ محمد خلیل صاحب کے بیٹے محمد عتیق صاحب بقید حیات ہیں۔

قبر کے نشانات ختم ہو چکے ہیں لیکن لوحِ مزار جناب محمد عتیق کے پاس محفوظ ہے۔ جو ذیل میں درج کی جارہی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعات تاریخ وفات

حامی السنۃ الحاج محمد اشرف الشاذلی غفرلہ

خَلِیلُ اَلْطَفُ حَبِیْبُ اَنْفَسُ　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ مُعِینُ سُنَّۃ

اَھَانَ کُفراً اَعَانَ حَقًّا　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ نَصِیرُ مِلَّۃ

رَاٰی بَقَلِبِہ ضِیَاءَ اَحْمَدُ　　فَمَاتَ شَوقًا فَقَالَ حَسْرَۃ

لِعَامِ وَ صَلَۃ بِرَاسِ اٰمَن (ا)　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ تَبَارَكَ اللہ

۱+۱۳۶۲ھ = ۱۳۶۳ھ

حاجی اشرف کہ حامیِ دیں بود　　عمر در سعی دین صرف نمود

بہ وِلائے جناب ختم رسل　　عاقبت یافت از خدا محمود

سالِ رحلت چو جُستم از ہاتف　　نَوَّرَاللہُ شَاذلِی فرمود

۶ جمادی الاوّل ۱۳۶۳ھ مطابق ۳۰/اپریل ۱۹۴۴ء

انتقال کے ۳ برس کے بعد اچانک قبر کھل گئی، لوگوں نے دیکھا کہ میّت ایسے رکھی ہوئی ہے جیسے ابھی دفن کیا ہو، قدم کفن سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ عوام کا اژدہام ہو گیا۔ صدرالافاضل کو اطلاع دی گئی، آپ وہاں پہنچے، اپنی موجودگی میں قبر بند کرائی اور مزار کی تعمیر کرائی۔

صدرالافاضل کی شاعری

راقم الحروف کے پیش نظر 'ریاضِ نعیم' کا پہلانسخہ ہےجس پر مرتب کی حیثیت سے حضرت مولانا سیّد محمد اختصاص الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج ہے اور اس کے ناشر حضرت مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔اس مجموعے میں کل ۴۹ فن پارے ہیں جن میں عربی کا ایک شعر، دوشعر کا ایک قطعہ اور تین بند کی ایک نظم بھی شامل ہے ۔ان میں ۳۳فن پاروں کی زبان اُردو ہے،۸ کی فارسی،ایک کی عربی،چار کی عربی فارسی،تین کی اُردو فارسی اور ایک کی عربی فارسی ،اُردو (یعنی سہ لسانی) ہے۔مقطعوں میں تین تخلص ملتے ہیں نعیمؔ، منعمؔ اور نعیم الدینؔ۔موضوعات اور ہیئیات دیکھیےتو ایک حمد،ایک مناجات، ۲۳ نعتیں (جن مین زیادہ غزل کی ہیئت میں اور کچھ مخمس یا مستزاد ہیں)۱۵غزلیں،دو خمسے مجاز میں، ۳ منقبتیں،ایک ہجو قاتلانِ انصار امام حسین کی، ایک قطعہ،ایک شعر امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں،ایک عشقیہ نظم اور ایک نظم بے نام ہیئت میں ہے۔ایک غزل میں آخری شعر نعت کا ہےاور ایک میں آخری ۴ شعر نعت کے رنگ میں ہیں۔کُل ملا کر ۵۸ ۳/اشعار اور ۶۸ بند ہیں، زیادہ تعداد نعتوں اور غزلوں کی ہی ہے۔(۱)

کمیّت کے اعتبار سے دیکھیےتو یہ ذخیرہ بہت مختصر ہے،اس اختصار کی وجہ گذشتہ صفحات میں بیان کی جاچکی ہے لیکن اگر کیفیت کے اعتبار سے مطالعہ کیجیے تو ثابت ہوجائے گا کہ صدرالافاضل میں شعرگوئی کی صلاحیتیں تھیں اور خوب تھیں۔درج ذیل سطور میں صدرالافاضل کی شاعری کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

صدرالافاضل کے مجموعے کا آغاز بھی حسبِ روایت خالق کائنات کی ثناوتوصیف سے ہوا۔ یہ حمد صدرالافاضل کے رسالے 'کتاب العقائد' میں بھی شامل ہے،جس سے بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظم بچّوں کے لیے کہی گئی ہے۔کسی حدتک یہ بات درست بھی ہے لیکن اس سے آپ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے کہ صدرالافاضل کو جہاں بڑوں کی

اصلاح کی فکر تھی وہیں وہ بچّوں کی تربیت واصلاح سے بھی غافل نہیں تھے نیز یہ کہ بچوں کی نفسیات سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔یہی وجہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کونظم کرنے کے لیے ایسے الفاظ وتراکیب استعمال کی گئی ہیں جو عام فہم ہوں اور بآسانی ذہن نشین ہوجائیں ۔ صرف دوشعر ملاحظہ کیجیے:

سب کو وہ ہی دے ہے روزی،نعمت اُس کی دولت اُس کی
رازق ، داتا ، پالن ہارا ، میرا مولیٰ ، میرا مولیٰ
اوّل ، آخر ، غائب ، حاضر ، اُس کو روشن ، اُس پر ظاہر
عالم ، دانا ، واقف کُل کا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

حمد باری تعالیٰ کے بعد کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علوم وفنون کے جامع ،ہمہ گیر صلاحیتوں کے حامل،صدرالافاضل کے کلام کی ایک بڑی خوبی عاجزی اور انکسار ہےاور یہی وہ خوبی ہے جو کسی شخص کو ہر دل عزیزی اور عظمت ورفعت عطا کرتی ہے۔صدرالافاضل بڑے خوبصورت پیرائے میں فرماتے ہیں:

ہُنر ہی سے جہاں میں آدمی کی قدر ہوتی ہے
نعیمِ بے ہُنر مشہور تیری بے کمالی ہے

اس عاجزی وانکسار کا پرتو آپ کی شاعری میں جابجا نظر آتا ہے۔جس کی دلیل نعتوں اور غزلوں کے مقطعے ہیں ۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شعرا کرام مقطعے میں شاعرانہ تعلّی سے کام لیتے ہوئے اپنے بارے میں بہت کچھ کہتے ہیں اور اسے اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن صدرالافاضل نے اکثر خود کو سیاہ کار، گناہ گار، ہیچ کارہ، کمترین اور تنگ دل وغیرہ کہہ کر جس عاجزی کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً اُن کے باطن کی سادگی کا مظہر ہیں:

نعیمِ سیاہ کار پر بھی کرم ہو دو عالم کو دولت عطا کرنے والے
نعیمؔ خطا کار پر یہ کرم شفاعت نبی کی سِپر ہوگئی

نعیم الدین عاصی ہیچ کارہ غلامِ کمترینِ شاہ عالم
یابد نعیمِ خلد نعیمِ سیاہ کار میرد چو مبتلائے تو یا سیّد الوریٰ
نعیمِ تفتہ جگر، خستہ دل، اسیر فراق زدردِ ہجر تو شام و سحر شہا حاکی
دلِ ما تنگ و تیرہ ہست نعیمؔ دلِ او ہست مشرقِ انوار

تاجدارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پہ حاضری کی تمنّا ہر مومن کا سرمایہ حیات ہے لہٰذا صدرالافاضل بھی اپنے دل میں یہ تمنّا رکھتے ہیں اور بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنی بے بسی اور تمنا کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

راہِ مدینہ دور ہے ، بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے ، امداد سلطانِ جہاں

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا!
پہنچے نعیمؔ بے نوا آپ اگر بُلائیں تو

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ آرزوئے دیدار اور تمنّائے حاضری اس طرح تڑپاتی ہے کہ اس عاشق صادق کے دل پر دیارِ نبی اور درِ رسول پر حاضری کی کیفیات طاری ہونے لگتی ہیں اور پھر کیف وسرور سے سرشار دل سے نکلنے والی آواز اور جذبات الفاظ کے پیکر میں اس طرح ڈھلتے ہیں:

مدینہ ہو، یہ آنکھیں ہوں، وہ سنگِ در، یہ پیشانی
وہ آقا ہوں ، یہ بندہ ہو، یہ دامن ، وہ گُہر باری
یہ شیدا ہو، وہ روضہ ہو، یہ آنکھیں ہوں وہ جلوے ہوں
یہ طالب ہو، وہ مطلب ہو، یہ دل ہو اور وہ دل داری

عاشق صادق صدرالافاضل آنکھوں میں سیل اشک اور سینے میں جذبات کا طوفان لیے مدینہ پاک میں حاضری کی کیفیت کی تصوراتی منظرکشی انتہائی خوبصورت پیرائے میں کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

زباں پر ہوں درودیں، سر جھکا ہو، ہاتھ پھیلے ہوں
مزہ ہو برسرِ جود و کرم ہو لطفِ سرکاری

اس کیف وسرور اور عشق وعقیدت کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں التجا کی جائے اور قبول نہ ہو، ایسا ممکن نہیں۔ لہٰذا صدرالافاضل کی التجا قبول ہوتی ہے اور آپ حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور جس وقت روضۂ اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے تو اپنی قسمت پر نازاں ہوتے ہوئے استعجابیہ لہجے میں فرماتے ہیں:

یہ نعیم الدین اور طیبہ کے جلوے ! یاعجب
مرحبا فضل و عطائے شاہِ طیبہ !مرحبا

اور پھر اپنی اس سرفرازی اور عطائے رسول کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جودونوال پر اس طرح اظہار تشکر فرماتے ہیں کہ:

تونے ان آنکھوں کو دکھلائی مدینے کی بہار
مرحبا، جود ونوالِ شاہِ طیبہ ! مرحبا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اظہار تشکر اور صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لیے قلبِ مُضطر مدینے گیا تسلّی زمیں چوم کر ہوگئی
مواجہ میں عرضِ صلوٰۃ وسلام مری آبرو اس قدر ہوگئی

صدرالافاضل نے اپنے ایک مقطعے میں یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی میں مجھ پر ایسے الطاف واکرام کی بارش ہو کہ آپ کے دربار میں موجود تمام لوگ مجھے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھیں کہ کاش ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا:

وہ الطافِ کریمانہ ہوں ، وہ انعامِ شاہانہ
نعیم الدیںؔ کو دیکھیں دیدۂ حسرت سے درباری

صدرالافاضل نے یہ مقطع اِس یقینِ کامل کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا کہ:

درد سچّا ہے تو ہوگی چشمِ لطف
ہے یہی بس امتحانِ دردِ دل

اب صدرالافاضل کے سفرِ حج کا مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ کیجیے تو آپ کو یقینی طور پر مندرہ بالا اشعار کی مقبولیت اور صداقت کا اندازہ ہوجائے گا۔

صدرالافاضل ۱۳۵۴ھ میں ایک نورانی قافلے کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے۔اس قافلے میں میں اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں کچھوچھوی جیسے بزرگ اور فخرِ ملّت حضرت مولانا محمد نذیرالاکرم نعیمی جیسے نوجوان بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ قافلہ کلکتہ کی بندرگاہ سے روانہ ہونا تھا۔روانگی سے قبل ذمہ داران نے حکومت سعودیہ کو اطلاع دی کہ امسال ہندوستان سے اکابر علما اور مشائخ کی ایک جماعت آرہی ہے جس کے عقائد آپ کے عقائد سے مطابقت نہیں رکھتے ،لہٰذا وہ آپ کی اقتدا نہیں کریں گے۔سعودی حکومت اس سلسلے میں کیا رویہ اختیار کرے گی ؟سعودی حکومت کی طرف سے جو جواب موصول ہوا، اُس کی ایک کاپی صدرا لافاضل کو بھی موصول ہوئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

''یہ مقدس قافلہ بصد شوق تشریف لائے ،حکومت اس کے افعال میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کرے گی ، بلکہ حکومت سعودیہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ آپ اس کے شاہی مہمان رہیں ،تمام تر سہولیات فراہم کی جائیں گی۔''

اس کے جواب میں حضور صدرالافاضل نے تحریر فرمایا:

''ہم فقیر لوگ ہیں حکومت کی مہمانی ہمارے لیے کسی طرح لائق ومناسب نہیں۔ بس اتنی مہربانی کافی ہے کہ حکومت ہمارے کسی کام میں مداخلت نہ کرے۔''

فخرِ ملت مولانا محمد نذیرالاکرم نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ قافلہ جدہ پہنچا تو

حکومت سعودیہ کے نمائندوں نے مزید کوشش کی کہ حضرت کسی طرح حکومت کی مہمانی منظور فرمالیں مگر حضور صدرالافاضل نے قبول نہیں فرمایا۔

بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ جب حضور صدرالافاضل مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جب کوئی عقیدت مند زائر جذبۂ محبت سے سرشار ہوکر مبارک جالیوں کو ہاتھ لگاتا ہے یا بوسہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو وہاں موجود سپاہی مرد کا ہاتھ پکڑ کر ہٹادیتے ہیں جب کہ عورت کے سینے پر ہاتھ مار کر پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ صدرالافاضل کو یہ غیر شرعی امر قطعاً برداشت نہیں ہوا اور آپ نے اُن سپاہیوں کو اُنھیں کی زبان میں ڈانٹا، کچھ بحث ومباحثے کے بعد اور ذمہ داران حکومت وہاں پہنچے، بالآخر صدرالافاضل کے دلائل کے سامنے اُنھیں شرمندگی اُٹھانی پڑی اور معافی کے طلب گار ہوئے اور پھر جب تک صدرالافاضل وہاں قیام فرمارہے، آپ کے ساتھ بڑے ادب واحترام کا معاملہ رہا۔(۲)

صدرالافاضل کی شاعری کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ آپ کے یہاں اجتماعیت کا عنصر غالب ہے یعنی جب اللہ اور اُس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثہ یا استمداد کرتے ہیں تو صرف اپنی ذات اور اپنی ضروریات تک محدود نہیں رہتے بلکہ پوری ملّت کے دکھ درد کو شامل کرتے ہیں، یہ خوبی اُن کی شاعری تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ صدرالافاضل کی دینی خدمات ہوں یا ملی وسیاسی خدمات ہوں ہر جگہ قومِ مسلم کے لیے درد اور تڑپ اُن کی فکر کا جز ولاینفک ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ بارگاہِ مختارِ دوعالم میں استمداد کے وقت قوم کو بھول جائیں؟ ملاحظہ کیجیے چند اشعار:

اے رحمتِ عالم مدد ، اے سیّدِ اکرم مدد
اے دافعِ ہر غم مدد ، امداد اے شاہِ جہاں
اعدا کے نرغے ہیں جُدا ، اپنے ہوئے ہیں بے وفا
ہر سمت سے آئی بلا ، آفت کا ٹوٹا آسماں

جوروستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں
بیکار ہیں سب نالشیں مسلم کا خوں ہے رائگاں
مسلم کو پھر شوکت ملے ، اسلام کو قوت ملے
بدخواہ کو ذلّت ملے ، اے دینِ حق کے پاسباں
مسلم ہوں باہم متحد ، بھائی کا بھائی ہو ممد
مٹ جائے سب آپس کی ضد، رشک وحسد سے ہو اماں

درج بالا اشعار کے بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کی مناجات کا یہ بند ملاحظہ کیجیے تو صدرالافاضل کے کلام پر حضور اشرفی میاں کی چھاپ واضح نظر آتی ہے۔

دُشمنانِ دیں ہیں غالب آج کل
ڈالتے ہیں نیک کاموں میں خلل
رات دن ہے شیوۂ کذب و دغل
آپ چاہیں تو بلا جائے یہ ٹل

یارسول اللہ انظر حالنا
یاحبیب اللہ اسمع قالنا

فوجِ اعدا ہر طرف سے ہے دواں
ایک عالم ہے میرا ایذا رساں
ظالموں کے ہاتھ سے دیجے اماں
اے مددگارِ غریب وبیکساں

یارسول اللہ انظر حالنا
یاحبیب اللہ اسمع قالنا

یہ کیسے ممکن ہے کہ صدرالافاضل اللہ کا ذکر فرمائیں اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واولاد اور اصحاب کا ذکر نہ کریں لہٰذا فرماتے ہیں:

يَا رَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰى رُوْحِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى
وَالْآلِ وَالصَّحْبِ إِلٰى مَادَارَ دَوْرَانُ الزَّمَانْ

'ریاضِ نعیم' میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی مناقب موجود ہیں۔ صدرالافاضل نے یقیناً خلفائے راشدین اور جملہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب بھی ضرور کہے ہوں گے، چونکہ آپ کا مکمل کلام شائع نہیں ہوسکا اس لیے ہم اُن مناقب سے محروم رہ گئے۔ لیکن جو کچھ بھی کلام حاصل ہوسکا اُس کے لفظ لفظ سے عشق وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

عابد کبریا امام حسین — زاہد بے ریا امام حسین
گلِ گلزارِ سیدِ عالم — مہ جبیں خوش لقا امام حسین
حضرت فاطمہ کے نورِ نظر — دینِ حق کی ضیا امام حسین
قرۃ العین حضرتِ حیدر — سیّدِ اولیا امام حسین
جملہ اصحاب کے قرارِ دل — وارثِ انبیا امام حسین
وہ شہادت کو ناز ہو جن پر — اہلِ صبر و رضا امام حسین
کربلا کی زمیں پہ خون سے لکھا — تم نے نامِ وفا امام حسین
اس نعیمِ گناہ گار پہ لطف — اے شہِ اصفیا امام حسین

سہل ممتنع میں اتنی جامع منقبت کہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس منقبت میں ۲۹؍ اشعار ہیں اور ہر شعر اپنے اندر پوری تاریخ سمیٹے ہوئے ہے اور مسلکِ اہلِ سُنّت کا ترجمان ہے۔ زبان وبیان کے اعتبار سے دیکھیے تو مرصّع اور فکر وفن کے لحاظ سے دیکھیے تو مرصّع۔ پوری منقبت پڑھیے تو احساس ہوتا ہے کہ عشق وعقیدت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ ادب کا سنجیدہ قاری سلاست وروانی اور فصاحت وبلاغت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت ملاحظہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ میر انیسؔ

اور جوشؔ کے کلام کا مطالعہ کررہے ہیں ۔یہ غیر مردف کلام ہے جس میں ادق قافیوں کا استعمال کیا ہے جس کے باعث لغات کی ورق گردانی تو کرنا پڑسکتی ہے مگر اس کے باوجود سلاست وروانی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، یہ ایک بڑا کمال ہے جو صدرالافاضل کی قادرالکلامی کی بیّن دلیل ہے اس منقبت کا بھی ایک ایک شعر اپنے اندر مکمل تاریخ سمیٹے ہوئے ہے لیکن یہاں طوالت پیش نظر دیگر تمام محاسن سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کریں گے، جو سراپا نگاری کی عمدہ مثال ہیں۔ملاحظہ کیجیے:

صورت تھی انتخاب تو قامت تھی لاجواب گیسو تھے مشکِ ناب تو چہرہ تھا آفتاب

کاکل کی شام رخ کی سحر موسمِ شباب سنبل نثارِ شام ، فدائے سحر گلاب

پالا تھا اہل بیت نے آغوشِ ناز میں شرمندہ اُس کی نازکی سے شیشۂ حباب

صحرائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا چمکا جو رَن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب

چہرے میں آفتابِ نبوت کا نور تھا آنکھوں میں شانِ صولتِ سرکارِ بوتراب

صدرالافاضل کے کلام میں سادگی اور سہل ممتنع کی مثالیں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے درج ذیل اشعار جو انتہائی عام فہم انداز میں کہے گئے ہیں۔ان اشعار کو پڑھنے کے بعد ذہن الطاف حسین حالی کی مشہور زمانہ مسدس کی طرف مبذول ہوجاتا ہے:

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے فقیروں کو دولت عطا کرنے والے

عفو کرنے والے عطا کرنے والے کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے

اشاروں سے مردے جلا دینے والے تبسم سے دل کی دوا کرنے والے

صدرالافاضل جہاں ایک طرف شریعت کا پیکر تھے تو دوسری طرف طریقت کا آئینہ بھی تھی اور یہ دونوں چیزیں آپ کی شخصیت میں اس طرح رچی بسی تھیں کہ جب بھی آپ کا نام لیا جاتا ہے تو شریعت وطریقت کے پھولوں سے مرصع حسین گلدستہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک خاندانی علمی، ادبی اور صوفیانہ ماحول کے علاوہ شیخ الکل حضرت مولانا محمد

گل خاں صاحب کی تربیت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی قربت، سلسلۂ قادریہ کی نسبت اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی شفقت ومحبت نے صدرالافاضل کی ذات کو مرجع خلائق بنادیا تھا۔ صدرالافاضل نے فرمایا۔:

امام اعظم و محبوبِ سبحانی ، شہِ سمناں
پہنچتے ہیں نبی تک ہم انھیں اعلیٰ وسائل سے

راقم الحروف کا خیال ہے کہ صدرالافاضل نے مندرجہ بالا شعر میں امامِ اعظم کو شریعت کے استعارے کے طور پر پیش کیا ہے جب کہ محبوبِ سبحانی سے سلسلۂ قادریہ اور شہِ سمناں سلسلۂ اشرفیہ سے اپنی کی نسبت ظاہر کرنے کے علاوہ طریقت کے استعارے کے طور پر پیش کیا ہے۔اس طرح اس شعر کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ نبی تک پہنچنے کے لیے شریعت کی اتباع اور اولیائے کاملین کی اقتدا بہترین وسائل ہیں۔ ہوسکتا ہے کسی کو یہ اشکال پیدا ہو کہ نبی تک پہنچنے کے لیے کیا شریعت کافی نہیں ہے ؟اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں اور کئی ایسے عقدے پیش آجاتے ہیں کہ جہاں اہل ہوش وخرد پیچھے ہٹ جاتے ہیں، ایسے موقعے پر اگر کسی کامل ولی کی نظر کرم ہوجائے تو بڑے بڑے مسائل آن کی آن میں حل ہوجاتے ہیں۔فرماتے ہیں:

جناب شیخ آئیں خدمتِ پیر طریقت میں
یہ عقدے حل نہیں ہوسکتے منطق کے دلائل سے

صدرالافاضل اولیائے کاملین کے فیضان کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے جو معرفت الٰہی حاصل ہوئی اور جو وحدت کے راز ظاہر ہوئے ہیں وہ بھی ایسے ہی ولی کامل یعنی حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا فیضان ہے۔

رازِ وحدت کھلے نعیم الدیںؔ
اشرفیؔ کا یہ فیض تجھ پر ہے

صدرالافاضل حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی منقبت میں یہ بھی خواہش ظاہر کرتے

ہیں کہ اے میرے دستگیر اُس وقت بھی میری دستگیری فرمایئے گا جہاں آپ جیسے پارساؤں کو کوئی غم نہیں ہوگا یعنی روزِ محشر میں۔

اے دستگیر ، دستِ نعیمِ حزیں بگیر
آنجا کہ حزن نیست مَر اہلِ عفاف را

'ریاضِ نعیم' جیسے مختصر مجموعے میں حضرت جامی کی چھ غزلوں پر صدرالافاضل کی تضمین یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ آپ حضرت جامیؔ کے صوفیانہ افکار وخیالات سے بھی متاثر تھے نیز حضرت بیدمؔ شاہ وارثی کے کلام پر نعتیہ تضمین بھی آپ کے ذوق کو ظاہر کرتی ہے۔

درج ذیل اشعار پر غور کیجیے تو اندازہ ہوتا ہے کہ صدرالافاضل تصوف کے تمام رموز ونکات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اپنی ذات میں صوفی اعظم بھی تھے۔ملاحظہ کیجیے علوم معرفت سے مملو یہ اشعار:

اسیرِ عشق ہوں آزاد ہوں میں — غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں
حسنِ فانی بھی حُسن ہے کوئی — عمر کو کیوں تباہ کرتے ہیں
بسا ہے وہ مجھ میں، میں ڈھونڈوں کہاں — تلاش اُس کی دُشوار تر ہوگئی
فنا ہو اُس میں جس کو ہو نہیں سکتی فنا ہرگز — یہ ہستی جس پہ تو مفتوں ہے تصویر خیالی ہے
سارے عالم میں جو سما نہ سکے — جلوہ فرما وہ دِل کے اندر ہے
پرتوِ حُسنِ لم یزل پہ مٹو — جس سے مومن کا دل منور ہے
ظِل کو ظِل جان کر کرو توقیر — کیوں کہ یہ بھی اُسی کا مظہر ہے
خانۂ دل زغیر خالی کُن — بر رُخِ آئینہ غبار چہ سود

مندرجہ بالا سطور میں صدرالافاضل کی شاعری کے حوالے سے جو بھی گفتگو کی گئی اُس کا تعلق آپ کے عقیدے اور عشق وعقیدت سے تھا۔آیئے اب کچھ گفتگو آپ کی فکر اور فن کے تعلق سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

صدرالافاضل نے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لیے غزل، قصیدہ، قطعہ، نظم، مخمس، تضمین اور ترجیع بند کی ہیئتوں کا انتخاب کیا ہے ممکن ہے دیگر ہیئتوں میں بھی طبع آزمائی کی ہو لیکن وہ ہماری دسترس سے باہر ہے۔ جتنا کلام بھی ریاض نعیم کی شکل میں میسر ہے وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ صدرالافاضل کو فن شاعری اور اس کے متعلقات مثلاً علم عروض، علم معانی، علم بیان، صنائع و بدائع اور تاریخ گوئی جیسے فنون پر بھی کامل دسترس حاصل تھی اور اُردو کی کلاسیکل شاعری کا بھی بھرپور مطالعہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اس طرف کامل توجہ مرکوز نہ کرتے ہوئے صرف خاندانی روایت اور وراثت کو باقی رکھا۔

صدرالافاضل کو اُردو ادب اور شاعری سے کس قدر دلچسپی تھی اس کا اندازہ اُس دعوت نامے سے با آسانی لگایا جاسکتا ہے جو راقم الحروف کو مرادآباد کے بزرگ شاعر حضرت صہباؔ مرادآبادی مرحوم کے ذخیرے میں دستیاب ہوا۔ یہ دعوت نامہ ''انجمن اصلاحِ سخن'' (رجسٹرڈ) مرادآباد کی طرف سے ۱۸/اکتوبر ۱۹۲۹ء کو جاری ہوا تھا۔ اس انجمن کے جنرل سکریٹری صدرالافاضل کے شاگرد خاص حضرت مولانا غلام معین الدین مخدوم نعیمی علیہ الرحمہ تھے۔ اُنھیں کی طرف سے یہ دعوت نامہ جاری ہوا تھا۔ مصرعہ طرح تھا:

؎ غنیمت ہے کہ اُن کو یاد ہوں میں

صدرالافاضل نے بھی اس مصرعے پر طبع آزمائی فرمائی اور ۱۳/اشعار پر مشتمل ایک غزل کہی جو ''ریاضِ نعیم'' میں موجود ہے۔ اس کا مطلع ہے:

قتیلِ خنجر بیداد ہوں میں
فدائے ناوک صیّاد ہوں میں

اور مقطعے میں صدرالافاضل مصرعہ طرح پر گرہ لگاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

نعیمؔ بے خطا پر یہ جفائیں
غنیمت ہے کہ اُن کو یاد ہوں میں

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدرالافاضل ادبی سرگرمیوں میں صرف شرکت ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے شاگردوں کی تربیت اور اُن کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب انجمن کے جنرل سکریٹری نہیں ہوتے۔

صدرالافاضل کی اُردو ادب اور کلاسیکل شاعری سے وابستگی مندرجہ ذیل شعر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے:

رہا صبح دم تک ترا انتظار
تری شکل تیری کمر ہوگئی

اُردو شاعری میں محبوب کی نزاکت کے بیان میں اُس کی پتلی کمر کو خاص دخل ہے۔ کلاسیکل شعرا کرام نے اس نزاکت کو یہاں تک پہنچایا کہ کمر ہی غائب کردی جیسا کہ آبرؔو نے کہا:

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

تسنیمؔ نے کہا:

کی گرچہ سیر بحر و بر کی لیکن نہ ملی خبر کمر کی

ایسی ہی حالت محبوب کے دوسرے اعضا مثلاً دہن وغیرہ کی بھی بیان کی جاتی ہے۔ اور اس کے بیان کرنے والوں میں میرؔ و غالبؔ جیسے اساتذہ بھی شامل ہیں۔ صدرالافاضل نے اُردو کی کلاسیکل شاعری سے استفادہ کیا اور اُس میں جدّت پیدا کرتے ہوئے محبوب کی شکل کو شامل کردیا۔ جس سے آپ کی جدت طبع اور ندرت فکر کا اظہار ہوتا ہے۔

صدرالافاضل کی قادرالکلامی اور فنی پختگی کی ایک اور دلیل اُن کی وہ نعت ہے جس کی ردیف ہے ''تو'' (بہ واوِ مجہول)۔ اس نعت کا مطلع ہے:

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو
اُن پہ فدا ہے دل مرا ناز سے دِل میں آئیں تو

اُستاذ محترم ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی کے بقول ''تو'' کو ردیف کی صورت میں مصرع کے آخر میں لانا بڑی مشاقی کا کام ہے، کرنے کو تو یہ کام کوئی بھی کر لے مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ لفظ مصرع کے آخر میں نہ صرف کھپ جائے بلکہ مزہ بھی دے جائے۔ چونکہ اس کا عمدہ استعمال کافی دُشوار ہے، اس لیے اس کا رواج بھی بہت کم ہے۔ صدرالافاضل نے اس لفظ کو ردیف بنایا اور بہت اچھے ڈھنگ سے کھپایا جس سے صدرالافاضل کی قادرالکلامی کا پتہ چلتا ہے۔ دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

درد و الم کے مبتلا جن کی کہیں نہ ہو دوا
دیکھیں وہ شانِ کبریا، آپ کے در پہ آئیں تو
حال مرا تباہ ہے، نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے، آپ اگر بچائیں تو

محسنؔ کاکوروی کی مشہور نعت ہے 'سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل' جو کہ قصیدے کی ہیئت میں۔ اس نعتیہ قصیدے میں محسنؔ نے کفر کی فضا کو مشرف بہ اسلام کرتے ہوئے اپنے فکروفن کے بل پر اپنی شاعری کا لوہا منوایا۔ محسنؔ کاکوروی کے تتبع میں بے شمار لوگوں نے قصائد کہے لیکن کوئی بھی اُن کے درجے کو نہیں پہنچ سکا۔ صدرالافاضل نے اُن کا تتبع نہیں کیا بلکہ اختراعی پہلو اختیار کرتے ہوئے اپنی جودتِ طبع سے ایک ایسی نعت کہی جس کے ابتدائی اشعار عشقِ مجازی کا رنگ لیے ہوئے ہیں لیکن آخر تک پہنچتے پہنچتے یہ عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور کلام نعت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مطلع ملاحظہ کیجیے:

سبزہ ہو، فصلِ گُل ہو، لبِ جوئے بار ہو
وہ مہر مہر سے شبِ مہ ہم کنار ہو
میں ہوں وہ گل ہو غیر کا نام ونشاں نہ ہو
جب لطف ہے بہار کا جب یہ بہار ہو

مندرجہ بالا اشعار کے بعد صدرالافاضل اس انداز میں گل افشاں ہوتے ہیں کہ:

اے نفس تا بکے تری سرتابیوں کا زور
بندہ بن اب خدا کا، اطاعت شعار ہو
ایماں پہ خاتمہ ہو تو منعَم ملے مراد
حاصل رضائے حضرتِ پروردگار ہو

صدرالافاضل کی جودت طبع اور ندرت فکر کی ایک مثال اور ملاحظہ کیجیے کہ ایک نظم ایسی کہی جو نئی ہیئت لیے ہوئے ہے۔اس میں کل چھ شعر ہیں اور سب مطلعوں کی شکل میں ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں پانچ شعر ایسے ہیں جن کی ردیف ''ہو'' ہے۔ پہلے دو میں قوافی کبھی، مخلصی، بے کلی اور افسردگی ہیں تیسرے شعر میں چارہ گر اور اگر ہیں، چوتھے، پانچویں شعر میں دم بدم، کم، الم، اور نم ہیں، چھٹے شعر میں ہوتی اور روتی ہیں مگر اس شعر میں ردیف بھی بدل گئی ہے۔ پچھلے پانچ اشعار میں ''ہو'' تھی اور اس میں ''جائے'' ہے۔

تڑپنے سے دل کو نہ فرصت کبھی ہو
نہ جاں کو کبھی رنج سے مخلصی ہو
غم و درد ہو رنج ہو بے کلی ہو
مراحال ابتر ہو افسردگی ہو

مشہور ادیب وشاعر، ماہر عروض و رضویات ڈاکٹر صاؔبر سنبھلی کے مطابق:

''یہ ہیئت غالباً نئی ہے، یہ میرا خیال ہے۔اگر پہلے بھی کسی نے استعمال کیا ہوتا تو کچھ نام بھی رکھ دیا ہوتا۔اس بارے میں میرا اندازہ ہے کہ حضرت صدرالافاضل جو چاہتے تھے وہ پورا نہ ہو سکا اور یہ نظم ادھوری رہ گئی۔حالتِ موجودہ میں بھی یہ ہیئت میرے لیے اجنبی ہے۔''(۳)

ریاضِ نعیم میں صنائع وبدائع کا استعمال

صدرالافاضل نے جس دَور میں شاعری کی اُس میں صنائع وبدائع کے استعمال کا رواج حالانکہ کم ہوتا جارہا تھالیکن موجودہ دَور کی طرح مفقود نہیں ہوا تھا۔صدرالافاضل کے کلام میں اس کی مثالیں ملتی ہیں چونکہ کلام کم ہے اس لیے مثالیں بھی کم ہیں لیکن جتنی مثالیں بھی ہیں وہ آپ کی قدرالکلامی اورفنی پختگی پر دال ہیں۔

ریاضِ نعیم میں صنائع لفظی کا استعمال

صنعتِ تجنیس: دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ کا استعمال جو تلفظ وتحریر میں مشابہت رکھتے ہوں لیکن معنی الگ الگ ہوں، تجنیس کہلاتا ہے۔صدرالافاضل فرماتے ہیں:

جگ کا خالق، سب کا مالک، وہ ہی باقی، باقی ہالک

سچّا مالک ، سچّا آقا، میرا مولی ،میرا مولیٰ

(باقی = ہمیشہ رہنے والا، باقی = بچا ہوا) تجنیس تام

سبزہ ہو فصلِ گل ہو لبِ جوئے بار ہو

وہ مہر مہر سے شب مہ ہمکنار ہو

(مہر بمعنی سورج استعارہ ہے محبوب کا، مہر بمعنی محبت، دونوں میں تجنیس تام ہے)

یابد نعیمِ خلد ، نعیمؔ سیاہ کار

میرد چو مبتلائے تو یا سیّدالوریٰ

(نعیم بمعنی جنت کا ایک درجہ، نعیم شاعر کا تخلص، تجنیس تام ہے)

دل کی مراداُن کی دید، دید ہے اُن کی دل کی عید

عید نہیں ہے کچھ بعید لطف سے گر بلائیں تو

(عید میں ب کا اضافہ ہوا اس لیے تجنیس زائد ہے)

دَور دوری کا دُور ہوجائے
یہ دُعا صبح گاہ کرتے ہیں

(دَور اور دُور میں تجنیس محرّف جب کہ دُوری اور دُور میں تجنیس زائد ہے)

ردّالعجز علی الصدر: جو لفظ شعر کے پہلے مصرعے کے شروع (صدر) میں ہو۔ وہی لفظ دوسرے مصرعے کے آخر (عجز) میں لانا ردالعجز علی الصدر کہلاتا ہے۔ مثلاً صدرالافاضل کے مندرجہ ذیل اشعار میں 'دیکھیے' صدر میں بھی ہے اور عجز میں بھی۔

دیکھیے سیمائے انور ، دیکھیے رُخ کی بہار
مہرِ تاباں دیکھیے ، ماہِ درخشاں دیکھیے
دیکھیے وہ عارض اور وہ زُلفِ مُشکیں دیکھیے
صبح روشن دیکھیے ، شامِ غریباں دیکھیے

اشتقاق: کلام میں ایک اصل کے چند الفاظ اس طرح لانا کہ ان میں اصل کے الفاظ ترتیب وار موجود ہوں اور اُن کے معنی میں بھی باہم اتفاق ہو۔ مثلاً صدرالافاضل کے درج ذیل شعر میں دُور اور دُوری میں، کھنچتے اور کھینچ میں صنعت اشتقاق ہے۔

دَور دُوری کا دُور ہوجائے
یہ دُعا صبح گاہ کرتے ہیں
ہم سے کھنچتے ہو مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کبھی
کھینچ ہی لائے گی حضرت کو سپاہِ اُمید

شبہ اشتقاق: کلام میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ اس طرح لانا جو ترتیب حروف کی یکسانیت کی بنا پر ایک ہی اصل سے مشتق لگتے ہوں، لیکن در حقیقت ایسا نہ ہو۔ مثلاً درج ذیل شعر میں دَور اور دُور میں شبہ اشتقاق ہے کیوں کہ دونوں ایک اصل سے مشتق لگتے ہیں مگر

حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جیسا کے صدرالافاضل کے درج ذیل شعر میں :

دَور دوری کا دُور ہوجائے
یہ دُعا صبح گاہ کرتے ہیں

صنعت ترصیع: ایک مصرع اس طرح لکھیں کہ اس کے مقابل جب دوسرا مصرع رکھیں تو دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے کے تمام الفاظ کے ترتیب وار ہم قافیہ ہوں۔ مثلاً صدرالافاضل ارشاد فرماتے ہیں:

عابدِ کبریا امام حُسین زاہدِ بے ریا امام حُسین

صنعت مسمّط : کلام میں سوائے مطلعے کے تین تین یا زیادہ سجع یعنی فقرہائے ہم وزن ایک طرح کے مذکور ہوں اور چوتھا قافیہ اصل غزل یا مطلعے کا ہو۔ مثلاً صدرالافاضل کا درج ذیل مکمل کلام اسی صنعت میں نظم ہوا ہے:

اے زائرِ کوئے نبی ! اتنا تو کر اے مہرباں
اہلِ مدینہ کو سُنا ، حالِ نعیمِ خستہ جاں
مایوسیوں کی کثرتیں ، ناکامیوں پر حسرتیں
تنہائیوں کی وحشتیں ، اندوہ وغم کی داستاں
شدّت پہ ہے دَورانِ سَر، زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رو رہی ہے چشمِ تر، پھٹ کر ہوا ہے دِل کتاں
اے خاتمِ پیغمبراں ، اے سرورِ ہر دوجہاں
اے مالکِ کون ومکاں ، رحمے بہ حالِ عاصیاں
اے رحمتِ عالم مدد ، اے سیّدِ اکرم مدد
اے دافعِ ہرغم مدد ، امداد اے شاہِ جہاں

صنعتِ قلب مستوی: کسی شعر کے تمام لفظ یا فقرہ یا مصرعہ، یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر حاصل ہوجائے۔ عام طور کسی لفظ یا فقرے کو مقلوب کی مثالیں ملتی ہیں لیکن صدرالافاضل نے جس انداز میں اس صنعت کا استعمال کیا ہے اُس کی مثال شاذونادر ہی ملے گی

اَضَ رَّدَمَّحَ اَحمَ دُ رِضَ ا اَعلَامَ کُفُ رٍ
فَکَمَ الَعَ ا اَضَ رَّدَمَّ حَ اَحمَ دُ رَضَ ا

صدرالافاضل کے کلام میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شان میں صرف مندرجہ بالا شعر ہی ملتا ہے۔ ممکن ہے اور اشعار بھی کہے ہوں لیکن وہ دستیاب نہیں ہیں۔ اگر صدرالافاضل نے کچھ اور نہیں بھی کہا ہو تو صرف یہی شعر فاضلِ بریلوی کی شخصیت کا مکمل احاطہ کر لینے کے لیے کافی ہے۔ نیز اس شعر میں مستعمل صنعت سے صدرالافاضل کی قادرالکلامی اور فن پر عبور بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس شعر میں مصرعۂ اولیٰ کے آخری لفظ 'کفر' کی 'ر' کے علاوہ پورا مصرع اس طرح مقلوب کیا ہے کہ فن کا واقف کار انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ راقم الحروف کے محدود مطالعے میں ایسی دوسری مثال نہیں ہے۔

صنعتِ تاریخ: کوئی ایسا مصرع، فقرہ، لفظ یا عبارت اس طرح تخلیق کی جائے کہ اس کے مکتوبی حروف کے اعداد نکالے جائیں تو اُس واقعے کے رونما ہونے کی تاریخ یا سن نکل آئے۔ صدرالافاضل اس فن میں بھی کمال رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کے لیے قطعاتِ تاریخ کہے ہوں گے لیکن وہ گردشِ زمانہ سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ راقم الحروف کو محی السنت حضرت الحاج مُلا محمد اشرف شاذلی رحمۃ للہ علیہ کے قطعات تاریخ وفات دستیاب ہوئے۔ ان میں ایک عربی میں اور ایک فارسی میں ہے۔ صدرالافاضل کیا فرماتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

خَلِیلُ اَلُطَفُ حَبِیبُ اَنُفَسُ مُحَمَّدُ اَشُرَفُ مُعِینُ سُنَّۃ
اَھَانَ کُفراً اَعَانَ حَقًّا مُحَمّدُ اَشُرَفُ نَصِیرُ مِلَّۃ

رَاٰی بَقَلِبه ضِیَاءَ اَحْمَدْ فَمَاتَ شَوقًا فَقَالَ حَسْرَة

لِعَامِ وَ صَلَة بِرَاسِ اٰمَن مُحَمَّدْ اَشْرَفُ تَبَارَكَ الله

ا ۱۳۶۲ھ+۱=۱۳۶۳ھ

حاجی اشرف کہ حامیِ دیں بود عمر در سعی دین صرف نمود

بہ وِلائے جناب ختم رسل عاقبت یافت از خدا محمود

سالِ رحلت چو جُستم از ہاتف نَوَّرَاللهُ شَاذِلِی فرمود

۱ ۳ ۶ ۳

صنعتِ تلمیع: اس صنعت میں ایک ہی شعر میں دو یا دو سے زیادہ زبانیں استعمال کی جاتی ہیں۔صدالافاضل کے کلام میں اس کی کئی مثالیں موجو ہیں۔مثلاً

رَبِّیْ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، تُبْنَا اِلَیْكَ رَبَّنَا

فَاغْفِرْلَنَا مَاقَدْمَضٰی، بخش اے رحیمِ بیکساں

ڈیڑھ مصرعہ عربی میں اور آدھا فارسی میں ہے۔اسی طرح درج ذیل شعر میں مصرعۂ اولیٰ فارسی میں مصرعہ ثانی عربی میں ہے:

گفت دانا و عارفِ اَسرار

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُهٗ دَیَّار

ریاضِ نعیم میں صنائع معنوی کا استعمال

لف ونشر: کلام میں پہلے چند چیزوں کا ذکر کرنا پھراُن میں سے ہر ایک کے مناسبات بلاتعیّن بیان کرنا لف ونشر کہلاتا ہے۔ پہلے چند چیزوں کے ذکر کرنے کولف اور پھران کے مناسبات کے بیان کونشر کہتے ہیں۔مثلاً صدرالافاضل کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کاکل کی شام، رُخ کی سحر، موسمِ شباب
سنبل نثارِ شام ، فدائے سحر گلاب

پہلے کاکل اور رُخ کا بیان کیا گیا ہے اور پھران کے مناسبت سے سنبل اور گلاب کو رکھا گیا ہے

دیکھیے سیمائے انور ، دیکھیے رُخ کی بہار
مہرِ تاباں دیکھیے ، ماہِ درخشاں دیکھیے

سیمائے انور کو مہر تاباں اور رُخ کی بہار کی مناسبت سے ماہِ درخشاں سے نسبت دی گئی ہے۔

دیکھیے وہ عارض اور وہ زُلفِ مُشکیں دیکھیے
صبح روشن دیکھیے ، شامِ غریباں دیکھیے

عارض کو صبح روشن سے اور زُلفِ مشکیں کو شامِ غریباں سے نسبت دی گئی ہے۔

مراعات النظیر : کلام میں ایک لفظ کی رعایت سے دوسرا لفظ لانا مراعات النظیر کہلاتا ہے ،بس شرط یہ ہے کہ ان الفاظ کے درمیان تضاد نہ ہو۔صدرالافاضل کے کلام میں اس کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:

حضرت ِ فاطمہ کے نورِ نظر
دینِ حق کی ضیا امام حسین
(نور کی نسبت سے ضیا کا استعمال کیا گیا ہے)

جس کو لینا ہے عشق کا سودا
اُس خریدار کا خدا حافظ
(سودا کی رعایت سے خریدار استعمال کیا گیا ہے)

آپ کا حُسن بے زوال نہیں
مہر و مہ بھی کبھی تو گہتے ہیں
(مہر ومہ کی نسبت سے گہنا استعمال کیا گیا ہے)

انتہا ہے سیاہ بختی کی
دل گرفتارِ زُلفِ یار رہا
(زُلف کی رعایت سے سیاہ بختی کا استعمال ہوا ہے)

صنعت ایہام: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن کے دو معنی ہوں، ایک معنی قریب جس کی طرف ذہن آسانی سے منتقل ہوجاتا ہے اور دوسرے معنی بعید جس کی طرف ذہن ایک دم منتقل نہیں ہوتا اور یہی معنی کلام میں مراد لیے جائیں۔ جیسا کہ صدرالافاضل ارشاد فرماتے ہیں:

رَفع ہیں فتح کے اثر ، پیش ہیں کسر کے ضرر
زیر کو کیجیے زبر ، نصبِ عدو اُٹھائیں تو

(یہاں ذہن الفاظ پر لگنے والی حرکات یعنی زیر (کسر)، زبر (فتح) اور پیش کی طرف منتقل ہوتا ہے حالانکہ یہاں ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد لیے گئے ہیں۔

حسن تعلیل: کسی چیز کی صفت کو ثابت کرنے کے لیے کسی ایسی چیز کو اس کا سبب ٹھہرانا جو دراصل اس کا سبب نہ ہو۔ مثلاً درج ذیل شعر میں صدرالافاضل نے چاند کے تغیر اور سورج کی گردش یعنی چکر لگانا جو کہ ایک قدرتی نظام کے تحت ہے، اُس کی علّت اُس کی پریشانی بیان کی ہے۔

ہے تغیر میں روز ماہِ مُنیر
اسی چکر میں مہرِ خاور ہے

تمہاری مدح کی خاطر چمن میں غنچوں نے
ہزار نازش و انداز سے دہن کھولے

(اس شعر میں صدرالافاضل نے غنچے کے کھلنے کی علّت محبوب کی مدح سرائی قرار دی گئی ہے۔)

تضاد یا طباق: کلام میں ایسے دو الفاظ لانا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے سے ضد یا تقابل رکھتے ہوں۔ صدرالافاضل کے کلام میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، مثلاً مندرجہ ذیل اشعار میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھیے تو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اسیرِ عشق ہوں آزاد ہوں میں
غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں

میں یہ چاہوں کہ تم ہو خانہ آباد
یہ چاہو تم مروں برباد ہوں میں

پاؤں زخمی ہوئے تو ہونے دو
سر کو ہم وقفِ راہ کرتے ہیں

سب حقیقت میں نقشِ باطل ہیں
جاہ ہے یا حکومت و زر ہے

بانیٔ ظلم وستم جور و جفا تم ہی تو ہو
ناز بردارِ ستم عینِ وفا میں ہی تو ہوں

صنعتِ جمع: دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو ایک حکم کے جمع کرنا صنعت جمع ہے: مثلاً صدرالافاضل کے درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے:

پھلیں نخل وشجر، گلزار پھولیں، چشمے ہوں جاری
برس اے چشم خوں افشاں، جہاں میں قحط سالی ہے

(نخل وشجر کے پھلنے، گلزار کے پھولنے اور چشمے جاری ہونے کو چشم خوں افشاں کے برسنے یعنی

رونے کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔)

صاحبِ عدل و داد وحلم و کرم
تاجِ اہلِ سخا امام حسین

(یہاں عدل وداد، حلم وکرم اور سخا کو حضرت امام حسین کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے)
صنعت تلمیح: کلام میں کسی مشہور واقعے ،مسئلے ، قصّے وغیرہ کی طرف یا قرآن کی کسی آیت یا حدیث کی طرف اشارہ کرنا تلمیح کہلاتا ہے ۔صدرالافاضل کے کلام میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ۔مثلاً مندرجہ ذیل اشعار میں فرہاد ایک افسانوی کردار ہے جس نے اپنے محبوب کے لیے پہاڑ کاٹ کر راستہ بنایا تھا۔اسی طرح قیس یعنی مجنوں کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت منصور کا سولی پہ چڑھایا جانا بھی مشہور واقعہ ہے۔

مصائب کے پہاڑوں کا نہیں خوف
کہ اپنے وقت کا فرہاد ہوں میں
سختیوں کے واسطے پیدا ہوا میں ہی تو ہوں
قیس اور فرہاد سب کا پیشوا میں ہی تو ہوں
سرِ منصورؒ برسرِ دارے
سرِ مازیرِ پائے توسنِ یار

تکرار: کلام میں کسی لفظ کا مکرر لانا تکرار کہلاتا ہے۔تکرار سے کلام کے حُسن میں اضافہ ہوجاتا ہے۔جیسے صدرالافاضل کے درج ذیل قطعے میں لفظ ''شکستہ'' کی تکرار ملاحظہ کیجیے:

شکستہ حال و شکستہ دل و شکستہ اُمید
زباں شکستہ ہوں باتیں شکستہ کہتا ہوں
شکستہ خط میں شکستہ قلم سے حالِ شکست
شکستہ دل کا شکستہ ورق پہ لکھتا ہوں

یامندرجہ شعر میں لفظ 'مرحبا' کی تکرار کی گئی ہے۔

سرمۂ نورِ بصر ہو آکے میری آنکھ میں
مرحبا ، صدمرحبا، اے خاکِ طیبہ مرحبا

درج ذیل شعر میں یہ، وہ اور ہو کی تکرار سے شعر میں صوتی ہم آہنگی پیدا ہوگئی ہے

یہ شیدا ہو ، وہ روضہ ہو ، یہ آنکھیں ہوں ، وہ جلوے ہوں
یہ طالب ہو ، وہ مطلب ہو ، یہ دِل ہو اور وہ دل داری

تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کا استعمال

تشبیہ: تشبیہ میں دو چیزوں کے درمیان مشابہت یا مشارکت ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے یا یوں سمجھیے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کی طرح کہنے کو تشبیہ کہتے ہیں: مثلا

جلوہ فرما ہیں جبینِ پاک میں آیاتِ حق
مصحفِ رُخ دیکھیے تفسیرِ قرآں دیکھیے

مصحف رُخ یعنی چہرے کی کتاب کو قرآن کی تفسیر سے تشبیہ دی ہے۔

بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کفِ پائے حبیبِ حق کو روئے ماہِ کامل سے

کفِ پا کو روئے ماہِ کامل سے تشبیہ دی ہے۔

صورت تھی انتخاب تو قامت تھی لاجواب
گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب

گیسو کو مشک ناب اور چہرے کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے۔

گل از نزاکت ِ لب ہائے دُل رُبا حاکی
قمر ز طلعتِ رُخسارِ پُر ضیا حاکی

(لبوں کی نزاکت کو گلاب سے اور رُخسار کو قمر سے تشبیہ دی ہے۔ یہ مکمل نعت تشبیہ میں ہے۔

استعارہ: اگر کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اسے مجازی معنی میں استعمال کیا جائے اور اِن دونوں معنی میں تشبیہ کا تعلق ہو تو، اسے استعارہ کہتے ہیں۔مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ کیجیے:

خورشید جلوہ گر ہوا پُشتِ سمند پر
یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اُٹھا نقاب

یہ شعر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت کا ہے اس میں صدرالافاضل نے خورشید کا استعارہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیا ہے ۔اسی طرح درج ذیل شعر میں شیر خدا حضرت علی کے لیے اور شیر خدا کا شیر حضرت علی اکبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔

لختِ دلِ امامِ حُسین ابنِ بوتراب
شیرِ خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب

اسی طرح درج ذیل شعر میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب بھی حضرت علی اکبر کا استعارہ ہے۔

صحرائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا
چمکا جو رَن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب

کنایہ: کنایہ کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ بات، کنایہ اُس لفظ یا اُن الفاظ میں ہوتا ہے جن کے لازم معنی مراد ہوں اور حقیقی معنی بھی لیے جا سکیں۔مثلاً درج ذیل شعر میں موئے سفید سے مراد بڑھاپا ہے اور سحر ہونے سے مراد ہے غفلت کی نیند کا ختم ہونا۔اس طرح اس شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ بالوں کی سفیدی بڑے صاف انداز میں کہہ رہی ہے کہ اب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ یعنی سفرِ آخرت کی تیاری کرو۔

فصاحت سے کہتے ہیں موئے سفید
کہ ہُشیار ہو اب سحر ہوگئی

صدرالافاضل کے مندرجہ بالا تمام اشعار 'ریاضِ نعیم' میں شامل ہیں۔

ریاضِ نعیم میں محاوروں کا استعمال:

دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا ایسا مجموعہ جو مصدر سے مل کر اپنے حقیقی معنی سے ہٹ کر مجازی معنی میں بولا جاتا ہے۔اُسے محاورہ کہا جاتا۔محاورے کے استعمال سے کلام میں زور اور تاثیر پیدا ہوتی ہے بشرطیکہ ان کا استعمال فنکارانہ مہارت کے ساتھ کیا گیا ہو۔

صدرالافاضل کے مختصر سے کلام میں اچھی خاصی تعداد میں محاوروں کا استعمال ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

نمک باری کرنا (نمک چھڑکنا)

رہے گی ناخنِ فرقت کی کب تک سینہ افگاری
کرے گی یاس تا کے زخم پر دل کے نمک باری

کمر توڑنا (نا اُمید کرنا)

شکستہ سی اُمیدیں زندگی کی کچھ معاون ہیں
کمر ہمّت کی توڑے ڈالتی ہے اپنی ناداری

حسرت نکلنا (آرزو پوری ہونا)، مراد بر آنا (مقصد پورا ہونا)

ذرا بھی چشمِ رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مرادیں سب بر آئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری

ناز بردای کرنا (ناز اُٹھانا،نخرے سہنا)

تمنّائیں مچلتی ہوں ، عطائیں لطف کرتی ہوں
دُعاؤں کی اجابت کر رہی ہو ناز برداری

حسرت سے دیکھنا (آرزو کرنا،خواہش کرنا)

وہ الطافِ کریمانہ ہوں ، وہ انعامِ شاہانہ

نعیم الدیں کو دیکھیں ، دیدۂ حسرت سے درباری

کلیجہ ٹھنڈا ہونا (دل خوش ہونا)

کلیجہ کیوں نہ ٹھنڈا ہو ، تمہارا نام لینے سے

محمد مصطفٰے تم ہو ، حبیبِ دوجہاں تم ہو

پھر جانا (مکر جانا)

جو تم سے پھر گیا مولٰی ، ٹھکانا ہے کہاں اُس کا

خدا بھی مہربان اُس پر کہ جس پر مہرباں تم ہو

دامن میں ڈھکنا (دامن میں چھپانا)

حسابِ زندگی درپیش ہوگا جب قیامت میں

مجھے دامن میں ڈھک لینا، پناہِ بے کساں تم ہو

سکّہ جاری ہونا (حکم چلنا)

تمہارے نام کا سکّہ ہے جاری ساری دُنیا میں

سُلیماں کس طرح کہہ دوں کہ شاہِ دوجہاں تم ہو

آفت کا آسمان ٹوٹنا (سخت پریشانی وآفت آنا)

اعدا کے نرغے ہیں جدا، اپنے ہوئے ہیں بے وفا

ہر سمت سے آئی بلا ، آفت کا ٹوٹا آسماں

جان و دل فدا کرنا (سب کچھ قربان کر دینا)

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا

پہنچے نعیمِ بے نوا آپ اگر بُلائیں تو

زبان لال ہونا (زبان بند ہونا، بولتی بند ہونا)

زبان لال ہے نطقِ خُجستہ انشا کی
عجب ہے عاجزی افکار عرش پیما کی

رو دینا (کہرام مچنا)

کاٹے ہر وار میں پرے کے پرے
رو دیے اشقیا امام حُسین

دل کانپ اُٹھنا (ڈرنا)

چہرے کو اُس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اُٹھے ہوگیا اعدا کو اضطراب

دل کباب ہونا (رنجیدہ ہونا) سینے میں آگ لگنا (سخت رنج ہونا)

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ وغضب کے شعلوں سے دل ہوگئے کباب

لرزہ براندام ہونا (کانپنا، گھبرا جانا)

مردانِ کار لرزہ براندام ہوگئے
شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

دو پارہ کرنا (ٹکڑے ٹکڑے کرنا)

کوہ پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کردیا
کی ضرب خَود پر تو اُڑا ڈالا تا رکاب

رنگ دکھانا (کیفیت دکھانا، لطف دکھانا)

آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمھیں اک ذرا ملی

آفت کی آندھی چلنا (بہت زیادہ مصیبت آنا)

آندھیاں چل رہی ہیں آفت کی
گُلِ بے خار کا خدا حافظ

رنگ پر ہونا (پُر بہار ہونا)

زخم ہائے دِل کے غنچے کھِل گئے
رنگ پر ہے بوستانِ دردِ دِل

آنکھ رکھنا (محبت کرنا، سمجھنا)

آنکھ رکھتے ہیں جو نعیم الدین
دِل سے عشقِ الٰہ کرتے ہیں

آنکھوں میں آنا (نظروں میں سمانا)

وہ آنکھوں میں آئے، وہ دل میں رہے
رقیبوں کو کیسے خبر ہوگئی

صدرالافاضل کی شاعری کی زبان:

صدرالافاضل علم وادب کا بحرِ بیکراں تھے،شاعری کی جملہ اصناف اورمتعلقہ علوم پر کامل عبور رکھتے تھے۔آپ کی شاعری کی زبان سادہ اور جدید ہے۔حسبِ ضرورت محاوروں کے استعمال سے کلام میں زوراور تاثیر پیدا کی ہے۔کلام میں ضرب الامثال کا استعمال نہیں کیا ہے لیکن روزمرّہ کا استعمال بڑی فن کارانہ مہارت کے ساتھ خوب کیا ہے۔مثلاً

کس منھ سے (ایسی خوبی نہیں کہ اتنی بڑی بات کہیں)

میں کس منھ سے کہوں؟ مجھ کو بُلا لیجیے مدینے میں
میں خود نادم ہوں آقا ، دیکھ کر اپنی سیہ کاری

کہاں میں کہاں وہ: (مدمقابل سے مماثلت نہ ہونے پر بولا جاتا ہے)

کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقّعۂ طاہر
کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیبِ حضرت باری

یا عجب!(حیرت واستعجاب کے موقع پر بولا جاتا ہے)

نعیم الدینؔ اور طیبہ کے جلوے یا عجب
مرحبا فضل و عطائے شاہِ طیبہ ! مرحبا !

اُجڑا دیار (اُجڑا ہوا گھر)

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو
اُن پہ فدا ہے دل میں مرا، ناز سے دل میں آئیں تو

کس کے سامنے سر جھکائیں؟ کس کے در پہ جائیں؟

آپ کے در پہ گر نہ آئیں کون سا در ہے جس پہ جائیں؟
سامنے کس کے سر جھکائیں، آپ ہمیں بتائیں تو

تڑپتے تڑپتے (بہت بے چینی اور پریشانی کے عالم میں وقت گزرنے پر کہا جاتا ہے)

شبِ غم بھی آخر بسر ہوگئی
تڑپتے تڑپتے سحر ہوگئی

نابینا نہیں ہوں (اگر حق بات کو چھپایا جائے تو جھنجھلاہٹ میں بولا جاتا)

بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کفِ پائے حبیبِ حق کو روئے ماہِ کامل سے

اس میں میرا کیا بس (اپنی مجبوری کا اظہار)

اس میں کیا بس ہے مرا کس لیے دیتے ہو مجھے
گرمِ نالہ پہ قسم ، آہِ شرر بار پہ حلف

مندرجہ بالا سطور میں چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے ورنہ 'ریاضِ نعیم' میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

مرادآباد کے معروف شاعر ڈاکٹر مجاہد فرازؔ صدرالافاضل کے کلام کا تجزیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''صدرلافاضل کی شاعری کی زبان سادہ اور بیان پُرکیف و پُرکشش ہے، وہ بڑی سے بڑی اور مُشکل سے مُشکل بات کو انتہائی سادہ اور سلیس الفاظ میں کہہ کر گزر جاتے ہیں۔اُن کے مجموعے سے یہ بات اچھی طرح آشکار ہوتی ہے کہ حضرت کو اُردو، فارسی اور عربی زبان کے ساتھ ساتھ ہندی زبان سے بھی بخوبی واقفیت تھی۔ اُنھوں نے اِن چاروں زبانوں کو اپنے بیانیہ کے لیے استعمال کیا ہے اور خوب استعمال کیا ہے۔حمد ہو، نعتیں ہوں، منقبت ہو یا پھر غزل ہر جگہ اُنھوں نے زبان و بیان کے جوہر دکھائے ہیں۔جسے قاری چٹخارے لے لے کر پڑھتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے۔''(۴)

چونکہ حضرت صدرالافاضل عربی، فارسی واُردو کے عالم اور کئی زبانوں کے واقف کار

تھے، آپ کا سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ تھا لہٰذا وہ حسب ضرورت اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے ادق ونامانوس الفاظ اور تراکیب کا استعمال بھی بڑی سلاست کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً

بیتابیوں کا سلسلہ بے چینیوں کا مشغلہ
ناصبریوں کا غلغلہ اور شدت دردِ نہاں
شدت پہ ہے دورانِ سر، زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رورہی ہے چشمِ تر، پھٹ کر ہوا ہے دل کتاں
ہر اک شاہ وگدا کو جن کے در سے ملتا ہے صدقہ
نعیم الدیں بھی سائل ہے اسی دربارِ باذل سے
زبان لال ہے نطق خجستہ انشا کی
عجب ہے عاجزی افکار عرش پیما کی
ہو مدح کس طرح اس لعل عالم آرا کی
گل از نزاکت لبہائے دل ربا حاکی

مندرجہ بالوں مثالوں میں ناصبریوں کا استعمال ہوا جب کہ روزمرہ میں بے صبری یا بے صبریوں بولا جاتا ہے۔ کتاں، باذل اور حاکی اُردوداں حضرات کے لیے نامانوس، نطق خجستہ انشا ایک مشکل ترکیب ہے ۔اس طرح کی کئی اور مثالیں بھی مل جائیں گی۔ لیکن یہ الفاظ وتراکیب اس سلیقے اور فن کارانہ مہارت کے ساتھ استعمال ہوئی ہیں کہ کلام کی فصاحت اور سلاست وروانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ یہ شاعر کی فنی پختگی اور مہارت پر دال ہے۔

صدرالافاضل کے کلام میں مستعمل بحریں:

جیسا کہ ابتدا میں ہی واضح ہوچکا کہ علمِ عروض وقافیہ اورفن شاعری صدرالافاضل کو ورثے میں ملا تھا۔کاش اگر صدرالافاضل نے اس جانب توجہ مرکوز کی ہوتی تو یقیناً اُردوشاعری میں کچھ اضافوں کا باعث ہوتی لیکن جو کارہائے نمایاں صدرالافاضل نے انجام دیے وہ شاعری سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری تھے۔بقول ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب:

> ''صدرالافاضل علیہ الرحمہ میں شعر گوئی کی صلاحیتیں تھیں اور خوب تھیں اگر اُنھوں نے اس طرف توجہ نہیں دی تو اچھا کیا اور اگر انھیں اس کام کے لیے وقت نہیں ملا تو اور بھی اچھا ہوا۔شاعری کے علاوہ بھی کرنے کے بہت سے کام تھے۔بہت سے کیے اور بہت سے رہ گئے۔شاعری کو گلے کا ہار بنا لیتے تو جو مفید کام کر گئے شاید وہ بھی معرضِ التوا میں پڑ جاتے اور پھر اُن کو مکمل کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔''(۵)

راقم الحروف نے 'ریاضِ نعیم' کے عروضی مطالعے کے لیے مرادآباد کے نوجوان ادیب ڈاکٹر سیّد عظیم الحسن سے درخواست کی تھی۔اُنھوں نے اپنے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صدرالافاضل نے صرف نو بحروں کے سولہ اوزان میں طبع آزمائی کی ہے اور ان میں بھی سب سے زیادہ بحر ہزج کے اوازن استعال کیے ہیں اور سب سے زیادہ کلام بحر خفیف میں کہے ہیں جن کی تعداد گیارہ ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل جدول میں پیش کی جارہی ہے:

نمبر شمار	بحر کا نام	تعداد اوزان	تعداد کلام
۱	بحرِ ہزج	۴	۹
۲	بحر رجز	۲	۲
۳	بحرِ رمل	۳	۹
۴	بحرِ متقارب	۲	۷

۵	بحرِ متدارک	۱	۱
۶	بحر مضارع	۱	۵
۷	بحرِ مجتث	۱	۴
۸	بحر خفیف	۱	۱۱
۹	بحرِ مقتضب	۱	۱
	مجموعہ تعداد	**۱۶**	**۴۹**

حوالے اور حواشی

ابتدائیہ

(۱) معین الارواح مصنفہ خادم مرادآبادی ص ۱۴۵

(۲) انوار العارفین مصنفہ صوفی محمد حسین مرادآبادی ص ۵۳۹

(۳) مرادآباد تاریخ اور صنعت مرتبہ تاباں نقوی ص ۴۶

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

(۱) حیات صدرالافاضل مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۱۷

(۲) تذکرہ شعرائے روہیل کھنڈ مرتبہ شایاں بریلوی ص ۳۴۲۰

(۳) انتخاب یادگار مرتبہ امیر مینائی۔ص ۱۰۱ / ۱۷۶

(۴) شعرائے رام پور مؤلفہ جارج فانتونؔ مرتبہ مصباح احمد صدیقی ص ۴۵

(۵) حیات صدرالافاضل مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۴

(۶) تاریخ ادب اُردو جلد دہم از پروفیسر انصار اللہ ص ۵۹

(۷) حیات صدرالافاضل مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۴

(۸) تذکرہ شعرائے روہیل کھنڈ مرتبہ شایاں بریلوی ص ۳۱۴۷

(۹) السوادِاعظم جلد ۲ نمبر ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ ص ۲۱

(۱۰) **نواب شبّیر علی خاں تنہاؔ** خلف نواب نظام الدین خاں، نواب مجید الدین احمد خاں عرف نواب مجوخاں کے چچازاد بھائی تھے۔مرادآباد کے استاد شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا، شیخ مہدی علی خاں ذکی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ان کے سب سے چھوٹے بیٹے نواب حامی الدین احمد خاں انجمن اہلسنت کے پہلے صدر ہوئے۔ان کی اہلیہ حُسینی بیگم بنت نواب علی محمد خاں علیؔ بھی بڑی مخیر اور دین دار عورت تھیں اُنھوں نے بارہ دری پر رفاہِ عام کے لیے ایک سرائے موسوم بہ حسینی بیگم تعمیر کرائی تھی۔

نواب شبّیر علی خاں تنہاؔ کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے صدرالافاضل تحریر فرماتے ہیں:

> ’’نواب شبّیر علی خاں صاحب مرحوم خلد آشیاں اور اُن کے صاحب زادے صاحب کے پشت ہا پشت سے صاحبان سلطنت اور حکومت اور ارشاد و علم رہے اور شہر مرادآباد میں مروّت اور رحم دلی میں مشہور ہیں۔۔۔نواب صاحب مرحوم خود ذی علم اور مباحث علمی کا اُن کو ہمیشہ سے شوق تھا۔۔۔

۔۔نواب صاحب مرحوم محبت رسول اکرم میں فانی اور علم اخلاق اور علم تصوف سے بخوبی خبر دار تھے
اگر چہ بظاہر امیر مگر باطن میں فقیر تھے۔'' (فیضانِ رحمت ص ۳ و ۴ طبع اوّل ۱۳۲۰ھ)

تنہاؔ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بہادر شاہ ظفر کے ہمراہ دلی میں انگریزوں کے خلاف مورچہ سنبھالا۔ اکثر مؤرخین نے انھیں شہید لکھا ہے حالانکہ ان کی وفات طبعی طور پر ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ ان کے شاگرد مولوی فرید احمد وفاؔ نے تاریخ وفات کہی:

روتا ہوں وفاؔ یہ پڑھ کے مصرعہ
تنہاؔ نہیں لطفِ شاعری کیا
۳ ۰ ۳ ۱ ھ

(۱۱) **مولوی محمد حسین تمنّا مرادآبادی** کی پیدائش ۱۲۲۷ھ/ ۱۸۱۲ء میں ہوئی اور خاص عید کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ تدفین محلہ لال باغ میں تکیہ والی مسجد سے ملحق قبرستان میں عمل میں آئی جہاں ان کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت مولوی تمنّاؔ نے شادی نہیں کی تھی۔ محلہ نئی سڑک پر واقع ایک مسجد امامت کے فرائض انجام دیتے تھے اور یہیں رہتے تھے چنانچہ یہ مسجد آج بھی عوام میں تمنّا والی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔

اُردو شاعری میں مہدی علی خاں ذکی مرادآبادی سے اور فارسی شاعری میں غالب سے تلمذ حاصل تھا۔ جب کہ تصوف وسلوک کی منازل سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مایہ ناز بزرگ و عالم دین شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے طے کیں۔ نعت گوئی سے خاص شغف تھا۔ پانچ دیوان نعتیہ اور ایک دیوان حمدیہ کے علاوہ فقہی مسائل اور ردِ عقائد باطلہ پر کئی کتب یادگار ہیں۔ اُردو نعت میں تو اور تیرا کے استعمال کے خلاف تھے۔

(۱۲) **حضرت مولانا کفایت علی کافیؔ**: مرادآباد کے محلہ نواب پورہ کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم مرادآباد میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم رام پور، بدایوں اور بریلی جیسے علمی مراکز میں حاصل کی۔ علم حدیث شاہ ابوسعید مجددی رام پوری سے اور علم طب حکیم شیر علی سے حاصل کیا۔ شاعری میں ملک الشعراذکی مرادآبادی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

مولانا کافیؔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدانہ سرگرمیوں میں شریک رہے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور اس فتویٰ کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں مختلف علاقوں کے سفر کیے۔ نواب مجو خاں کے دور ۱۸۵۸ء میں شہر کے قاضی بنائے گئے۔ کافیؔ نے پہلی جنگ آزادی ۱۰/مئی ۱۸۵۷ء مرادآباد کی جیل کی دیوار توڑ کر بے گناہ لوگوں کو قید سے آزاد کر دیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں فخر الدین نام کے شخص کی مخبری کی پر بنا

گرفتار کرلیا گیااور ۱۶؍رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۱۸۵۸ء جمعرات کے دن مرادآباد کے ایک چوراہے پر روزے کی حالت میں مجمع عام میں پھانسی دی گئی۔جب پھانسی کے لیے لے جایا جارہا تھا تو زبان پر درج ذیل اشعار تھے :

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
نامِ شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنجتن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اُس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافؔی ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولانا کافؔی کی تدفین جانوروں کے اسپتال کے سامنے قبرستان میں عمل میں آئی۔حضرت مولانا محمد عمر نعیمی کی روایت کے مطابق تدفین کے ۳۵سال بعد بھی ان کا جسد خاکی اپنی قبر میں محفوظ دیکھا گیا۔

(۱۳) السوادِاعظم جلد ۲ شمارہ نمبر ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ ص۲۱
(۱۴) السوادِاعظم جلد ۲ شمارہ نمبر ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ ص ۲۲ تا ۲۴
(۱۵) السوادِاعظم جلد ۲ نمبر ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ ص۲۱
(۱۶) تذکرہ شعرائے روہیل کھنڈ مرتبہ شایاںؔ بریلوی ص ۳۱۴۷ تا ۳۱۵۰
(۱۷) خوانِ خلیل جلد ۱ شمارہ ۳ بابت ماہ مارچ ۱۸۸۸ء
(۱۸) جگرؔ حیات اور شاعری از ڈاکٹر محمد اسلام ص۵۶ مطبوعہ ۱۹۶۶ء

حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز

(۱) اجمالی تذکرہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ از حضرت مفتی محمد عمر نعیمی مشمولہ حیات صدرالافاضل ص ۲

(۲) مضمون مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مشمولہ حیاتِ صدرالافاضل ص ۴

(۳) ڈپٹی امدادالعلی (متوفی ۱۳۰۲ھ مطابق ۸۵۔۱۸۸۴ء) نے ۱۲۹۸ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۸۱ء میں مدرسہ امدادیہ قائم کیا۔ ۲۹ نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ روزِ اوّل سے حضرت، مولانا محمد گل خاں صاحب نے یہاں تعلیم و تعلم کی خدمات انجام دیں۔ اس مدرسے کی پہلی روئیداد ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی۔ جس میں سیّد محمد علی منتظم کا کہا ہوا ایک قطعہ ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

سیّد **امدادالعلی** ڈپٹی کلکٹر باوقار
کز نہیب سطوتش اعداء پُر کیں سینہ شق
در مرادآباد زیبا مدرسہ تعمیر کرد
قدسی و غلماں بہ زانوے ادب خواندہ سبق
اہل علم و اہل دل از ہر دیار آمد بہ ذوق
تا کہ لطف امتحاں یابند بارائے ادق
مرحبا بر ہر مدرس طالباں را آفریں
گفت ہر کس چوں کشود ابوابِ علمی را ورق
مولوی گل نخل بندِ گلشنِ علم و ادب
در چمن پیرائے ایں گلستاں بردہ سبق
امتحاں کامل شد و خوش دل بگفتا ہم کناں
بانیِ ایں جلسہ را صد لطف و صد تحسیں زحق
بارک اللہ ہاتفی تاریخ گفت او منتظم
امتحاں مدرسہ زیبا شد از امداد حق
۱۲۹۹ھ

(۴) ہفت روزہ مخبر عالم مرادآباد نمبر ۳۶ مطبوعہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء ص ۲

(۵) حیاتِ صدرلافاضل مؤلفہ مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۲

(۶) مولوی فرید احمد وفاؔ مرادآبادی خلف سیّد حشمت رضا محلہ مفتی ٹولہ مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ وفاؔ ۱۸۸۸ء کو محکمہ چنگی میں ملازم ہوئے تھے۔ ان کا انتقال عیدالاضحیٰ کے دن ۱۰ نومبر ۱۹۱۳ء کو ہوا۔ وفاؔ کو شاعری میں نواب شبّیر حسن خاں تنہاؔ سے تلمذ حاصل تھا۔ ان کا دیوان غنچۂ نو بہارِ وفاؔ کے نام سے شائع ہوا جس

کے دو حصے ہیں پہلا حصہ حمد و نعت پر مشتمل ہے۔:

شبنم کی طرح شمع کے آنسو ٹپک پڑے
رویا غم حضور میں جو زار زار دل
سوئے مدینہ جائے گا پہلو کو چیر کر
بے حد مچل رہا ہے مرا بے قرار دل

(۷) **علی حسین صہبؔا** کی پیدائش ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔صوفی محمد حسین مقتولؔ مرادآبادی تلمیذ ذکی سے تلمذ حاصل تھا۔محلہ کسرول میں رہتے تھے۔بزرگ شاعر تھے،تاریخ گوئی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ صدرالافاضل کی پہلی تصنیف ''فیضانِ رحمت شائع ہوئی تو قطع تاریخ کہا:

طبیعت کیا ہی مولانا نعیم الدین نے پائی
کہ لکھا ہے قلم برداشتہ فیضانِ رحمت کو
عدو کا سر اُڑا کر یوں لکھو تاریخ اے صہبؔا
چھپائے منفعل ہو کر عدو اب اپنی صورت کو
۱۳۲۰ھ

صہبؔا صاحب کا انتقال نوے برس کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں ہوا۔قادرالکلام شاعر تھے۔نعتیہ کلام بھی بڑی بے ساختگی سے کہتے تھے جو ان کی انفرادیت کی علامت ہے۔مثلاً

دل بہت بیتاب ہے روضے کا نقشا دیکھ کر
دیکھئے کیا حال ہوگا اصل روضہ دیکھ کر
دے رہے ہیں یہ صدائیں در پہ شاہانِ جہاں
آپڑے ہیں ہم بھی اے داتا سہارا دیکھ کر
نام لیوا آپ کا اور ان برے حالوں میں ہو
دیکھئے تو کیا کہے گی ، مجھ کو دُنیا دیکھ کر

(۸) **صوفی محمد حسین مقتول** خلف صوفی غوث محمد ساکن محلہ کسرول مرادآباد شاعری میں ذکی مرادآبادی کے شاگرد تھے۔فارسی و اُردو کے دواوین اور مثنوی ضمیر مقتول کے مصنف تھے۔آپ بڑے ذکی الطبع ،فارسی اور اُردو کے نثار اور باکمال خوش نویس تھے۔سرسیّد رضا علی مرادآبادی کے اُستاد تھے اُنھوں نے آپ سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھی تھیں اور فارسی و اُردو تحریر اور خوش خطی بھی سیکھی تھی۔

(۹) **حکیم نواب حامی الدین احمد خاں**، حضرت معین الدین نزہتؔ کے دوست نواب شبّیر علی خاں تنہاؔ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ رموز الاطبا کے مطابق:

نواب حکیم حامی الدین احمد خاں صاحب نے مختلف اساتذہ سے درسیاتِ عربیہ و فارسیہ مشہورہ کی تعلیم پانے کے بعد طب کی طرف توجہ کی اور لکھنو پہنچے جہاں آپ نے پورے دس سال طب کی تحصیل اور مطب دیکھنے میں صرف کیے۔۔کچھ عرصے ریاست جے پور (راجپوتانہ) میں بھی بہ عہد مہاراجہ رام سنگھ صاحب بہادر ملازم رہے، معالج خاص دربار و زنانہ ڈیوڑھی ہونے کے علاوہ جنرل سُپر نٹنڈینٹ محکمہ گیرائی وانسداد ڈکیتی بھی تھے۔۔۔مرادآباد کے سرکاری شفاخانے کے منیجر ہیں اور وہاں کی ایک انجمن اہل سنّت والجماعت کے پریذیڈینٹ اور آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرس کی اسٹینڈں گ کمیٹی کے ممبر ہیں۔''

(رموز الاطبا مؤلفہ حکیم محمد فیروز الدین، جلد اوّل، ص ۱۱۸/ ۱۲۰، پانچواں ایڈیشن، ۱۹۵۱ء۔ لاہور)

نواب حامی الدین احمد خاں صاحب کا انتقال یکم شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۹۔۳۰ مارچ ۱۹۲۲ء کی درمیانی شب میں ہوا ہفت روزہ مخبر عالم میں خبر شائع ہوئی:

''افسوس کہ نواب حکیم حامی الدین احمد خاں صاحب جو ایک خاندانی رئیس اور مشہور طبیبِ حاذق تھے، ۲۹۔۳۰ مارچ کی درمیانی شب میں بعارضۂ ضیق النفس انتقال کر گئے۔'' (ہفت روزہ مخبر عالم مرادآباد، مورخہ یکم اپریل ۱۹۲۲ صفحہ ۳)

(۱۰) **قاضی عبدالعلی عابدؔ** مرادآباد کے معروف ہفت روزہ اخبار ''مخبر عالم'' کے مالک وایڈیٹر تھے۔ ۱۹ رصفر ۱۲۸۷ھ کو پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم مدرسہ امدادیہ اور مشن ہائی اسکول مرادآباد میں حاصل کی۔ شاعری میں داغؔ دہلوی کے شاگرد تھے۔ محلہ شیدی سرائے مرادآباد سے ۸ رجون ۱۹۰۳ء کو ہفت'' روزہ مخبر عالم'' جاری کیا۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ شاہ صندل رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ۱۳۔۱۴ نومبر ۱۹۴۲ء کی درمیانی شب میں انتقال ہوا۔ تکیہ حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ میں دفن ہوئے۔

حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور حضرت صدرالافاضل کے ممد و معاون تھے۔ مدرسہ انجمن اہلسنت یعنی موجودہ جامعہ نعیمیہ سے متعلق خبروں کو اپنے اخبار میں خاص اہمیت سے شائع کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے اپنے گھر سے متصل ایک مسجد تعمیر کی تھی جسے ''قاضی والی'' مسجد کہا جاتا ہے۔ قاضی صاحب کے اخلاف میں اس کی تولیت چلی آرہی ہے۔

(۱۱) **سیّد حسن مرادآباد** کے نامور وکلاء میں شمار ہوتے بیرسٹر مولوی ابوالحسن صاحب کے صاحب زادے اور جسٹس ضیاالحسن کے بڑے بھائی تھے محلہ فیض گنج میں رہتے تھے۔حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب کے شاگرد تھے۔مرادآباد کے سر برآوردہ وکیلوں میں شمار ہوتا تھا۔صدرالافاضل لکھتے ہیں کہ''مولوی سیّد حسن صاحب گو کہ آج کل سرآمد وکلاء عصر ہیں اُن کی ذہانت اور فطانت اور علمیت پر سب کا اتفاق ہے۔
(فیضانِ رحمت ص ۳ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ در مطبع محمود المطابع، مرادآباد)

سیّد حسن صاحب کا انتقال ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

(۱۲) **جسٹس ضیاءالحسن**، بیرسٹر مولوی ابوالحسن صاحب کے تیسرے بیٹے تھے۔علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔بریلی میں جج رہے۔صدرالافاضل کے معتقد تھے۔مدرسہ اہل سنت یعنی جامعہ نعیمیہ کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔اپنی ذاتی آمدنی سے محلہ دیوان کا بازار میں ایک بڑا مکان خرید کر جامعہ نعیمیہ کے نام وقف کیا تھا۔۷ر جنوری ۱۹۶۷ء کو انتقال ہوا۔

(۱۳) **محمد حسین دندان ساز** محلہ رفعت پورہ کے رہنے والے تھے۔اپنے وقت کے مشہور دندان ساز تھے بزرگوں اور اہل علم کے بڑے قدردان تھے۔صدرالافاضل نے جب جامعہ نعیمیہ کے لیے زمین خریدی تو اُس وقت ۱۰۰ روپے کا چندہ دیا تھا۔(ماہنامہ سوادِاعظم جلد ا نمبر ۵ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۲۷) ان کے نواسوں میں حضرت عبدالباری صاحب گھڑی والے کے سلسلۂ صابریہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔اُن کا کہنا ہے کہ محمد حسین صاحب کا انتقال غالباً ۱۹۳۰ء میں انتقال ہوا۔عیدگاہ روڈ پر واقع ایچ ایس بی انٹر کالج سے متصل اپنی خریدی ہوئی آراضی میں دفن ہوئے، مزار موجود ہے۔اور اب یہ اراضی اس خاندان کا آبائی قبرستان ہے۔

(۱۴) **ڈاکٹر احمد حسین** محلہ کالا پیادہ مرادآباد کے رہنے والے تھے۔مدرسہ کے لیے زمین خریدی گئی تو صدرالافاضل کو مبلغ ایک ہزار روپے عطیہ دیے۔(ماہنامہ سوادِاعظم جلد ا نمبر ۵ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۲۷)

(۱۵) **شیخ احمد حُسین** خلف جناب حسین بخش یارن مرچنٹ محلہ لوہا گڑھ کے رہنے والے تھے مدرسہ کی زمین خریدی گئی تو مبلغ ایک ہزار روپے کا عطیہ دیا۔(ماہنامہ سوادِاعظم جلد ا نمبر ۵ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۲۷)

(۱۶) **صوفی محمد حُسین مرادآبادی** خلف سیّد احمد حُسین مرادآباد کے مشہور صاحبِ کشف وکرامت بزرگ حضرت حافظ علی حُسین خاں المعروف بہ 'حافظ صاحب' کے مرید اور خلیفہ تھے۔صوفی صاحب کی پیدائش ۱۸۴۴ء میں ہوئی۔اِن کے جدامجد سیّد معصوم علی علاقہ ہرات سبزوار کے رہنے والے تھے۔جور ستم کے ساتھ مرادآباد آئے۔صوفی صاحب نے عربی فارسی کی تعلیم مولانا مفتی محمد صدیق صاحب سے حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب سے علوم باطنی کی تکمیل کی۔اسی دَوران عارف باللہ حضرت حافظ علی حسین

صاحب کی مقناطیسی شخصیت کے گرویدہ ہوئے اور اُن سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد خلافت پائی۔ حضرت حافظ صاحب کی توجہ سے علوم باطنی میں وہ کمال حاصل ہوا کہ پورے ہندوستان میں آپ کو شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں بتائی جاتی ہے۔

(مرادآباد: تاریخ جدوجہد آزادی مرتبہ محبوب حسین سبزواری ص ۲۲۶ تا ۲۲۸)

صوفی محمد حسین صاحب کے بارے میں محمد مظہر جلیل شوقؔ رقم طراز ہیں:

''صوفی صاحب تصوف پر گہری نظر رکھنے والے بزرگوار تھے۔ کہا جاتا ہے صوفی صاحب کو تسخیر نفوس پر دست رس ہے۔ جو شخص کچھ دیر ان کی خدمت میں حاضر رہ گیا وہ اُن کا گرویدہ ہو گیا۔ اُن کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر اُن کے یہاں رجسٹرڈ تھی۔ پنجاب کے لوگ بہت زیادہ اُن کے گرویدہ تھے۔ اسی لیے پنجاب میں ان کے مریدوں کی تعداد یوپی کے کئی شہروں سے زیادہ تھی۔ سادہ لباس پہنتے، سادہ کھانا کھاتے اور کہیں جانا ہوتا تو اکثر پیدال تشریف لے جاتے۔ مغل پورہ کے محلے میں متعدد مکانات اور مضافات میں صحرائی جائیداد چھوڑی۔''

(العلم، کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۷۹)

صوفی محمد حسین صاحب کا انتقال تقریباً ۶۸ برس کی عمر میں ۲۹ ربیع الاوّل بوقت ۱۲ بجے دن ہوا مزار محلہ مغل پورہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال بڑی دھوم دھام سے عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

(۱۷) حیات صدرالافاضل مؤلفہ مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۶)

(۱۸) محلہ کسرول کے رہنے والے ایک شخص منشی محمد شمس الدین نے ایک کتاب 'بعنوان' اتباع السنۃ خرللامتہ افاضۃ الخیرات فی کل احیان واوقات''، لکھی جس میں حضرت مولانا محمد گل صاحب کی تصنیف ''دُعائے برکت برطعام ضیافت دُعائے اموات بروز جمعرات'' کا رَد کرنے کے علاوہ حضرت مولانا محمد گل خاں صاحب کی شخصیت پر کچھ بہتان بھی لگائے تھے۔ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں مرادآباد کے شمس المطابع سے شائع ہوئی تھی۔

(۱۹) ''دُعائے برکت''، منشی شمس الدین کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی جو ۱۹۰۲ء میں مطبع محمود المطابع مرادآباد سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ۶۷ صفحات پر مشتمل تھی جس میں مولانا محمد نورعالم صاحب موحد پنجابی، مولوی فرید احمد وفاؔ مرادآبادی، منشی علی حُسین صہباؔ اور منشی ایزد بخش نیرنگؔ مرادآبادی کے قطعات تاریخ شامل ہیں۔ اس کتاب کا جدید ایڈیشن حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ کی کوششوں

سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔

(۲۰) حیات صدرالافاضل مولانا غلام معین الدین نعیمی ص

(۲۱) **نظام الملک:** یہ ایک ہفت روزہ اخبار تھا۔ مرادآباد کے محلہ قاضی ٹولہ سے ۱۵/فروری ۱۸۸۴ء کو اس کا اجراء ہوا تھا۔ اس کے امالک قاضی فہیم الدین اور ایڈیٹر قاضی احتشام الدین تھے۔ یہ اخبار ایڈیٹر کے اپنے مطبع احتشامیہ میں چھپتا تھا۔ (اُردو صحافت میں مرادآباد کا حصہ از ڈاکٹر انور حسن اسرائیلی، صفحہ ۶۳)

قاضی احتشام الدین، ذکیؔ مرادآبادی کے شاگرد تھے اور اِن کا تخلص فریادؔ تھا۔ انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر 'اکسیر اعظم' کے نام سے شائع کی تھی جو مکمل نہیں ہوسکی۔ ابتدائی دور میں سر سیّد کے ساتھ رہے بعد کو اُن کی مخالفت کی اور ردِ نیچریت کے لیے' ماہنامہ' تائیدالاسلام' سے وابستہ ہو گئے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں انتقال ہوا۔ (ایضاً صفحہ ۶۳)

(۲۲) ہفت روزہ اخبار مخبر عالم جلد ۴۶ شمارہ نمبر ۴۰ مورخہ ۲۴/اکتوبر ۱۹۴۸ ص ۷

(۲۳) ہفت روزہ اخبار مخبر عالم مرادآباد، جلد ۴۶ شمارہ نمبر ۴۱ مورخہ یکم نومبر ۱۹۴۸ ص ۱۱

(۲۴) ہفت روزہ اخبار مخبر عالم مرادآباد، جلد ۴۶ شمارہ نمبر ۴۶ مورخہ ۸/دسمبر ۱۹۴۸ ص ۷

حضرت علامہ مولانا محمد گُل خاں صاحب قدس سرہ العزیز

(۱) سہ ماہی افکارِ رضا جنوری۔ مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۵

(۲) فیضانِ رحمت بعد از دُعائے برکت مؤلفہ صدرالافاضل الطبع اوّل ص ۳

(۳) ایضاً

(۴) **ڈپٹی امدادالعلی:** حاجی مولوی سیّد امداد علی خلف سیّد غلام مصطفےٰ کی پیدائش ۱۸۲۰ء میں آگرہ میں ہوئی ابتدائی تعلیم والدین کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ فقہ و اصول، حدیث و تفسیر، منطق اور فلسفے کے عالم تھے۔ اپنے والد ہی سے بیعت تھے۔ ۱۸۴۰ء بعمر بیس سال ملازمت کا آغاز کیا تمام عمر علاوہ ملازمت کے تعلیم کی ترقی، عوام کی فلاح و بہبود اور ادب کی خدمت میں گزاری۔ ملازمت کے سلسلے میں جس شہر میں بھی رہے وہاں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ سر سیّد کے ہم عصر تھے اور اُن کے حامی تھے لیکن بعد میں اُن کے مذہبی خیالات کے مخالف ہو گئے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں مرادآباد میں ڈپٹی مجسٹریٹ اور کلکٹر رہے بعدہٗ دوسرے مقامات پر خدمات انجام دیتے ہوئے ترقی پا کر مرادآباد پہنچے اور یہاں سے ۱۸۸۱ء میں بحیثیت اسسٹنٹ کلکٹر ریٹائر ہوئے۔ ۱۸۸۳ء میں آگرہ میں انتقال ہوا۔ جس سال ریٹائر ہوئے اُسی

سال مرادآباد میں مدرسہ امدادیہ قائم کیا۔ مدرسے کے علاوہ کم وبیش ۲۴ کتب ورسائل آپ کی یادگار ہیں
(داستانِ تاریخ اُردو مؤلفہ حامد حسن قادری از ص ۳۹۶ تا ۴۵۸)

(۵) تائیداتِ محمودیہ کا جواب مرتبہ حاجی عبدالواجد مہتمم اعزازی مدرسہ امدادیہ مرادآباد ص ۱۹۔۲۰
(۶) وقائع نصیر خانی (علم وعمل جلد دوم) محشہ ومترجمہ ایوب قادری ص ۹۴
(۷) تائیداتِ محمودیہ کا جواب مرتبہ حاجی عبدالواجد مہتمم اعزازی مدرسہ امدادیہ مرادآباد ص ۲۵ بحوالہ روئدادِ ثانی مدرسہ امدادیہ، مطبوعہ مطلع العلوم واخبار نیر اعظم یکم اگست ۱۸۸۳ء)
(۸) ذخیرۃ العقبیٰ مصنفہ حضرت مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمہ آخری صفحہ
(۹) اجمالی تذکرہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ از مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مشمولہ حیات صدرالافاضل مرتبہ مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ بار دوم)
(۱۰) فیضانِ رحمت بعد از دُعائے برکت مؤلفہ صدرالافاضل الطبع اوّل ص ۶
(۱۱) ہفت روزہ اخبار مخبر عالم نمبر ۳۶ مطبوعہ ۸ را کتوبر ۱۹۰۹ء ص ۲
(۱۲) داستانِ تاریخ اُردو مؤلفہ حامد حسن قادری ص ۴۲۷، اشاعت سوم ۲۰۰۷)
(۱۳) سہ ماہی افکارِ رضا جنوری۔ مارچ ۲۰۰۴ء ص ۴۸ بحوالہ ماہنامہ ''پاسبان'' الہ آباد یوپی، (امام احمد رضا نمبر) شمارہ مئی جون ۱۹۶۲ء مطبوعہ بار دوم رضا اکیڈمی لاہور ۲۰۰۱ء ص ۱۶۵

صدرالافاضل کی شاعری

(۱) غیر مطبوعہ مقالہ 'صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی شاعری از ڈاکٹر صابر سنبھلی
(۲) صدرالافاضل ایک انقلاب آفریں مفکر از قلم مولانا مبارک حسین مصباحی، بحوالہ مضمون نذیر الاکرم نعیمی، مشمولہ ماہنامہ پاسبان نومبر دسمبر ۱۹۵۵ء، بشکریہ نبیرہ صدرالافاضل جناب سیّد محمد شبیہ الدین نعیمی
(۳) غیر مطبوعہ مقالہ 'صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی شاعری' از ڈاکٹر صابر سنبھلی
(۴) غیر مطبوعہ مقالہ 'صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی شاعری' از ڈاکٹر مجاہد فراز
(۵) غیر مطبوعہ مقالہ 'صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی شاعری' از ڈاکٹر صابر سنبھلی

مادہ ہائے تاریخ از ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

قطعہ تاریخ تصنیف

کیا کہوں کیسا ہے دیوانِ نعیمؔ
گویا گلدستے میں ہیں تازہ گلاب
ہاتفِ غیبی کی یہ آئی ندا
واقعی ہے یہ ''بہت واثق کتاب''
۱۴۳۷ھ

قطعہ تاریخ طباعت

کیا آن ہے کیا بان ہے، دیکھو دَم خم
سُننے سے بدل جاتا ہے دل کا عالم
تاریخ طلب کی تو لکھا صابرؔ نے
''اشعارِ نعیمؔ ہیں بہت نیک قدم''
۱۴۳۷ھ

رُباعیِ تاریخ طباعت

مجموعے کی ترتیب پہ خوش ہیں احباب
چہرے رہیں ان سب کے یوں ہی شاداب
تعریف بھی ہے صابرؔ تاریخ بھی ہے
ہاتف نے ندا دی ہے ''بہت خوب کتاب''
۱۴۳۸ھ

کتابیات

تاریخ وتذکرہ

اُردوصحافت میں مرادآباد کا حصہ ڈاکٹرانورحسن اسرائیلی لال مسجد روڈ،مرادآباد ۱۹۹۶ء
اُردوادب کی تاریخ جلد دہم پروفیسر انصاراللہ قومی کونسل برائے فروغِ اُردوزبان
انوارالعارفین حافظ محمد حسین مرادآبادی مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ
تاریخ جدوجہد آزادی محبوب سبزواری اسلامک بک ہاؤس مرادآباد ۲۰۰۰ء
تذکرہ انتخابِ یادگار امیر مینائی یوپی اُردواکادمی،لکھنو
تذکرہ شعرائے روہیلکھنڈ ج ۴ شایاںؔ بریلوی فرحان پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۹ء
تذکرہ ماہ وسال مالک رام مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۲۰۱۱ء
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ایوب قادری پاک اکیڈمی،کراچی ۱۹۷۶ء
داستان تاریخ اُردو حامد حسن قادری افضال الرحمٰن،جامعہ نگرنئی دلی۔۲۰۰۷ء
رموزالاطبا حکیم محمد فیروزالدین ج ا لاہور ۱۹۵۱ء
مخبرعالم اورتحریک آزادی امدادصابری جمیل حیدررضوی،کراچی ۱۹۹۹ء
مرادآباد: تاریخ اورصنعت تاباں نقوی امروہوی ترقی اُردوبیورو،نئی دہلی۔۱۹۹۳ء
وقائع نصیرخانی(علم وعمل) جلد ۲ مترجمہ ایوب قادری اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،کراچی ۱۹۶۰ء

سوانح اورشخصیت

تاریخ اسلام کی عبقری مولانا نورمحمد نعیم القادری تنظیم افکارصدرالافاضل،ممبئی ۱۴۲۲ھ
جامی حیات اورشاعری پروفیسر شمس الدین احمد گلشن پبلشرز،سری نگر ۲۰۰۱ء
جگرحیات اورشاعری ڈاکٹرمحمد اسلام ۱۹۶۶ء
حیات صدرالافاضل مولانا غلام معین الدین ادارہ نعیمیہ،لاہور نامعلوم
مولاناسیّدمحمدنعیم الدین پروفیسر اشتیاق طالب رضااکیڈمی لاہور نامعلوم

اخبارات ورسائل اور روئداد

اخبارمخبرعالم(متعددفائلیں)	ایڈیٹرقاضی عبدالعلی عابدؔ	مخبرعالم پریس،شیدی سرائے
افکاررضا(سہ ماہی)	ایڈیٹرمحمدزبیرقادری	تحریک فکررضاممبئی جنوری۔مارچ ۲۰۰۴ء
السوادِاعظم جلداوّل	مدیرمولانامحمدعمرنعیمی	انجمن اہلسنت،مرادآباد ۱۳۳۸ھ
السوادِاعظم جلددوم	مدیرمولانامحمدعمرنعیمی	انجمن اہلسنت،مرادآباد ۱۳۳۹ھ
العلم۔سہ ماہی	۔	(کراچی) جنوری تامارچ ۱۹۶۸ء
پیغام رضا(امام احمدرضانمبر)	رحمت اللہ صدیقی	رضادارالمطالعہ،سیتامڑھی بہار ۱۹۹۸ء
تائیدات محمودیہ کاجواب	مرتبہ حاجی عبدالواحد	جمہورالیکٹرک پریس نئی سڑک
خوانِ خلیل(ماہنامہ)	مرتبہ رضوان مرادآبادی	مطبع گلزارابراہیم،مرادآباد ۱۸۸۸ء

عقائد

اتباع السنۃ	مولوی شمس الدین	مطبع شمس المطابع،مرادآباد ۱۹۰۰ء
الکلمۃ العلیا	مولوی محمدنعیم الدین	مطبع شمس المطابع،مرادآباد ۱۳۲۷ھ
براہین بیّنہ	مولانامحمدگل خاں	مطبع گلزاراحمدی،مرادآباد
حرمت الغرابین الہندیہ	مولانامحمدگل خاں	مطبع احسن المطابع،مرادآباد
ذخیرۃ العقبیٰ	مولانامحمدگل خاں	مطبع گلزاراحمدی،مرادآباد
فتاوی صدرالافاضل	مرتبہ نورمحمدنعیم القادری	تنظیم افکارصدرالافاضل ممبئی ۲۰۰۷ء
فیضانِ رحمت(طبع اول)	محمدنعیم الدین	مطبع محمودالمطابع،مرادآباد ۱۹۰۲ء

فن شعراورشاعری

تحائف اشرفی	اعلیٰ حضرت اشرفی میاں	خانقاہِ اشرفیہ کچھوچھہ شریف ۱۹۹۰ء
تلخیص بحرالفصاحت	ڈاکٹرعارف حسن خاں	ادارۂ زبان وادب،مرادآباد ۲۰۰۸ء
ریاضِ نعیم(طبع دوم)	ـــ	مکتبہ نعیمیہ،سنبھل ۱۹۹۵ء
ریاض نعیم(طبع اوّل)	مولانااختصاص الدین	جامعہ نعیمیہ،مرادآباد نامعلوم
غنچہ نوبہاروفاؔ	مولوی فریداحمدوفاؔ	

فرہنگ ولغات

المورد الوسیط	پروفیسر عبدالرزاق	فرید بک ڈپو، دہلی	
جامع فارسی لغات	رفیق احمد رامیر کھوکھر	فرید بک ڈپو، دہلی	۲۰۱۵ء
فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	ادبی دُنیا، دہلی	۲۰۱۱ء
لغاتِ کشوری	مرتبہ حبیب خاں فکری	مطبع تیج کمار لکھنؤ	۱۹۹۴ء
منتخب اللغات	سیّد عبدالرشید	قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان	۲۰۱۱ء

غیر مطبوعہ مسودات

مقالات صدرالافاضل سیمنار

مقالہ ''صدرالافاضل کی شاعری''	ڈاکٹر صابر سنبھلی
مقالہ ''صدرالافاضل کی شاعری''	ڈاکٹر مجاہد فراز
بیاض اشرفی	صوفی نیاز علی اشرفی میلاد خواں
دیوانِ تمنّا	مولوی محمد حسین تمنّا مرادآبادی
تذکرہ شعرائے رام پور (فانتون)	مرتبہ مصباح احمد صدیقی امروہہ

صدرالافاضل کا مجموعہ کلام

ریاضِ نعیم

فہرست ریاضِ نعیم

الله أكبر

سب کا پیدا کرنے والا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ
سب سے افضل سب سے اعلیٰ ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

جگ کا خالق ، سب کا مالک ،وہ ہی باقی ، باقی ہالک
سچا مالک ، سچا آقا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

سب کو وہ ہی دے ہے روزی ،نعمت اُس کی ، دولت اُس کی
رازق ، داتا ، پالن ہارا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

ہم سب اُس کے عاجز بندے ، وہ ہی پالے ، وہ ہی مارے
خوبی والا ، سب سے نیارا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

اوّل ، آخر ، غائب ، حاضر ، اُس کو روشن اُس پہ ظاہر
عالم ، دانا ، واقف کُل کا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

عزت والا ، حکمت والا ، نعمت والا ، رحمت والا
میرا پیارا ، میرا آقا ، میرا مولیٰ میرا مولیٰ

طاعت سجدہ اُس کا حق ہے، اُس کو پوجو وہ ہی رب ہے
اللہ اللہ اللہ میرا مولیٰ میرا مولیٰ

مناجات

رہے گی ناخنِ فرقت کی کب تک سینہ افگاری
کرے گی یاس تا کے زخم پر دل کے نمک باری

بہیں گے دل کے ٹکڑے بن کے آنسو آنکھ سے کب تک
رہیں گے چشم پُر ارماں سے کب تک اشکِ غم جاری

یہ بے سامانیاں ، یہ ضعف اور یہ دوریٔ منزل
دلِ بے صبر کی کب تک رہے گی ایسی ناچاری

شکستہ سی اُمیدیں زندگی کی کچھ معاون ہیں
کمر ہمت کی توڑے ڈالتی ہے اپنی ناداری

نہ کچھ حُسنِ عمل ہی ہے ، نہ کوئی مادّی ساماں
جو کچھ ساماں ہے تو چھوٹی سی تھوڑی گریہ وزاری

میں کس منھ سے کہوں ؟ مجھ کو بلا لیجے مدینے میں
میں خود نادم ہوں آقا ، دیکھ کر اپنی سیہ کاری

کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقعۂ طاہر
کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیبِ حضرتِ باری

ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے
کرے وہ رحمتِ عالم خطاکاروں کی ستّاری

ذرا بھی چشم رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مُرادیں سب بر آئیں نکلیں دِل کی حسرتیں سَاری

مدینہ ہو، یہ آنکھیں ہوں، وہ سنگِ در، یہ پیشانی
وہ آقا ہوں، یہ بندہ ہو، یہ دامن، وہ گُہر بَاری

یہ شیدا ہو، وہ روضہ ہو، یہ آنکھیں ہوں، وہ جلوے ہوں
یہ طالب ہو، وہ مطلب ہو، یہ دل ہو اور وہ دل داری

زباں پر ہوں درودیں، سر جھکا ہو، ہاتھ پھیلے ہوں
مزہ ہو برسرِ جود و کرم ہو لطفِ سرکاری

زہے قسمت گدا میں ہوں اسی سرکارِ عالی کا
عطا فرمائی جس کو حق نے سرداروں کی سرداری

ملے وہ انبساط و فرحِ روحانی و ایمانی
دلِ غم دیدہ اپنا بھول جائے گریہ و زاری

تمنائیں مچلتی ہوں ، عطائیں لطف کرتی ہوں
دُعاؤں کی اجابت کررہی ہو ناز برداری

وہ الطاف کریمانہ ہوں ، وہ انعامِ شاہانہ
نعیم الدیں کو دیکھیں،دیدۂ حسرت سے درباری

نعتیں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے بہارِ زندگی بخشِ مدینہ ! مرحبا
اے فضائے ، جاں فزائے ، باغِ طیبہ! مرحبا

غنچۂ پژمردۂ دل کو شگفتہ کردیا
مرحبا ، اے بادِ صحرائے مدینہ ! مرحبا

سرمۂ نورِ بصر ہو آ کے میری آنکھ میں
مرحبا ، صد مرحبا ، اے خاکِ طیبہ ! مرحبا

تو نے اِن آنکھوں کو دکھلائی مدینے کی بہار
مرحبا ، جود و نوالِ شاہِ طیبہ ! مرحبا

دل نثارِ قبّۂ خضرائے شاہنشاہِ دیں
جاں فدائے آستانِ عرش پایہ ! مرحبا

آستانِ پاک پر اُمیّدواروں کے ہجوم
رحمتِ عالم سے کہتے ہیں کریما ! مرحبا

یہ نعیمؔ الدین اور طیبہ کے جلوے یا عجب
مرحبا فضل و عطائے شاہِ طیبہ ! مرحبا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شفیعِ روزِ محشر ، اے شہنشاہِ زماں ! تم ہو
مقیم عرشِ اعلیٰ ہو ، مکینِ لا مکاں تم ہو

شہِ والا سے بالا مرتبہ کس کا ہے دنیا میں
رفیقِ بیکساں ہو تم ، انیسِ بیکساں تم ہو

کلیجہ کیوں نہ ٹھنڈا ہو تمہارا نام لینے سے
محمد مصطفیٰ تم ہو ، حبیبِ دوجہاں تم ہو

جو تم سے پھر گیا مولیٰ ، ٹھکانا ہے کہاں اُس کا
خدا بھی مہرباں اس پر کہ جس پر مہرباں تم ہو

چلے گا قافلہ امت کا جب میدانِ محشر کو
نہیں خطرہ ہمیں جب کہ امیرِ کارواں تم ہو

حسابِ زندگی در پیش ہوگا جب قیامت میں
مجھے دامن میں ڈھک لینا ، پناہِ بیکساں تم ہو

تمہارے نام کا سِکّہ ہے جاری ساری دنیا میں
سُلیماں کس طرح کہہ دوں کہ شاہِ دوجہاں تم ہو

اَب اِس در سے کہاں جائے نعیمؔ زار اے مولیٰ !
طبیبِ دردِ دل تم ہو عِلاجِ دردِ جاں تم ہو

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے
فقیروں کو دولت عطا کرنے والے

عفو کرنے والے عطا کرنے والے
کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے

وہ صدیق اکبر وفا کرنے والے
نبی پر دل و جاں فدا کرنے والے

اِشاروں سے مُردے جِلا دینے والے
تبسّم سے دِل کی دوا کرنے والے

سُناتے ہیں تفسیرِ تنزیل محکم
جنابِ نبی کی ثنا کرنے والے

نہیں جانتے رنج و غم چیز کیا ہے
تری یاد صبح و مسا کرنے والے

ہدایت سے اُن کی ہوئے دادگستر
ستم کرنے والے جفا کرنے والے

اسیرانِ عصیاں کی ، شانِ کرم سے
شفاعات روزِ جزا کرنے والے

نعیمؔ سیاہ کار پر بھی کرم ہو
دو عالم کو دولت عطا کرنے والے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے زائرِ کوئے نبی ! اتنا تو کر اے مہرباں
شاہِ مدینہ کو سُنا ، حالِ نعیمؔ خستہ جاں

مایوسیوں کی کثرتیں ، ناکامیوں پر حسرتیں
تنہائیوں کی وحشتیں ، اندوہ و غم کی داستاں

بے تابیوں کا سلسلہ ، بے چینیوں کا مشغلہ
ناصبریوں کا غلغلہ اور شدتِ دردِ نہاں

سر میں ہے سودائے جنوں، وحشت سے حالت ہے زبوں
دل سے ہوا رخصت سکوں، آنکھوں سے اشکِ خوں رواں

شدت پہ ہے دور انِ سر، زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رو رہی ہے چشم تر، پھٹ کر ہوا ہے دل کتاں

جاتے رہے تاب وتواں اعضا میں قوت ہے کہاں
غم نے کیا ہے نیم جاں دردِ جدُائی الاماں

یہ شورشِ طوفانِ غم ، یہ سوزشِ رنج و الم
ہجراں کے یہ جور وسِتم اور یہ ضعیف و ناتواں

دن حسرتوں میں کاٹنا ، راتوں کو رونا جاگنا
ہر وقت غم کا سامنا ، ہر لحظہ آنکھیں خوں فشاں

اَعدا کے نرغے ہیں جُدا ، اپنے ہوئے ہیں بے وفا
ہر سمت سے آئی بلا ، آفت کا ٹوٹا آسماں

جور و ستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں
بیکار ہیں سب نالشیں ، مسلم کا خوں ہے رائیگاں

ہم کیا کہیں حالِ تبہ ، ہم سے ہوئے بے حد گنہ
بے شک ہیں ہم نامہ سیہ ، نادم ہیں اب ہم بے گماں

رَبِّیْ ظَلَمْنَاَ نَفْسَنَاَ تُبْنَا اِلَیْكَ رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا مَاقَدْ مَضٰی ، بخش اے رحیمِ بیکساں (۱)

یَا اَهْلِ طَیْبَۃْ اُنْظُرُوْا ، اَحْوَالَنَا ثُمَّ اذْهَبُوْا
عِنْدَالشَّفِیْعِ وَاشْفَعُوْا فِیْ حَضْرَتِهٖ بِالْجِنَاں (۲)

قُوْلُوا لَهٗ خَیْرَالْوَرٰی اِرْحَمْ عَلٰی مَنْ قَدْ عَصٰی
جَاءَ اِلَیْكَ تَائِباً کن در گذر از جرمِ آں (۳)

اے خاتمِ پیغمبراں ، اے سرورِ ہر دو جہاں
اے مالکِ کون و مکاں ، رحمے بحالِ عاصیاں

اے رحمتِ عالم مدد ، اے سیدِ اکرم مدد
اے دافعِ ہر غم مدد ، امداد اے شاہِ جہاں

فریاد اے سلطانِ دیں ، اے رحمۃ للعالمیں
تم ہو شفیع المذنبیں ، اِس در سے ہم جائیں کہاں

فریاد اے محبوبِ رب، فر یاد اے شاہِ عرب
ہم تم سے کرتے ہیں طلب ، دل کی مرادیں ہر زماں

دل کی مرادیں دیجیے ، مسرور ہم کو کیجیے
اب تو خبر لے لیجیے ، غم ہو چکے ہیں بیکراں

ہم کو خلاصی ہو عطا ، ہو دور سب رنج و بلا
آفت کی چھٹ جائے گھٹا ، چمکیں نہ غم کی بجلیاں

مسلم کو پھر شوکت ملے ، اسلام کو قوت ملے
بدخواہ کو ذِلّت ملے ، اے دین حق کے پاسباں

ذوقِ عبادت ہم کو دو ، شوقِ ریاضت ہم کو دو
سُنّت کی رغبت ہم کو دو ، ہم سے ادا ہوں نیکیاں

مسلم ہوں باہم مُتّحِد ، بھائی کا بھائی ہو مُمِد
مٹ جائے سب آپس کی ضد، رشک وحسد سے ہواماں

طیبہ میں اپنے لطف سے ، اِذنِ اِقامت دیجیے
فرقت سے دل بے تاب ہے، کب تک رہوں ہندوستاں

راہِ مدینہ دور ہے ، بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے ، امداد سلطانِ جہاں

یَا رَبَّنَا صَلِّ عَلٰی مَحْبُوبِكَ مَحْبُوبِنَا
اَزْکیٰ صَلٰوۃٍ دَائِمًا اَنْمیٰ صَلٰوۃٍ کُلِّ آں(۴)

یَا رَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
وَالْآلِ وَالصَّحْبِ اِلٰی مَادَارَ دَوْرَانُ الزَّمَانْ (۵)

(۱) اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جان پہ ظلم کیا، اے ہمارے رب پس جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا اب اُسے معاف فرما دے۔
(۲) اے مدینے والو! ہمارے حالات دیکھو اُس شفیع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر ہمارے لیے شفاعت کی درخواست کرو۔
(۳) اُن سے کہنا کہ اے خیر الوریٰ! ان گنہگاروں پر رحم فرمائیں جو تائب ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں
(۴) اے ہمارے رب! ہر آن یعنی ہر لمحہ، ہر گھڑی اپنے محبوب اور ہم سب کے محبوب یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر دائمی طور پر بہتر سے بہتر درود نازل فرما۔
(۵) اے ہمارے رب! نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور آپ کی آل واولاد اور آپ کے اصحاب سلام نازل فرما جب تک کہ زمانے کی گردش قائم ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو
اُن پہ فدا ہے دل مرا ، ناز سے دِل میں آئیں تو

چہرۂ پاک سے نقاب ، آپ ذرا اُٹھائیں تو
حُسنِ خدا نما کی شان ، شانِ خدا دکھائیں تو

درد و الم کے مبتلا ، جن کی کہیں نہ ہو دوا
دیکھیں وہ شانِ کبریا ، آپ کے دَر پہ آئیں تو

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم ، کیوں ہو کسی کو رنج و غم
مَولِدِ مصطفےٰ کی ہم ، عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور ، آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سُنائیں حالِ دل ؟ تم کو نہیں سُنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں کون سا در ہے جس پہ جائیں؟
سامنے کس کے سر جھکائیں ، آپ ہمیں بتائیں تو

حال مرا تباہ ہے نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے ، آپ اگر بچائیں تو

دل کی مُراد اُن کی دید، دید ہے اُن کی دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید لطف سے گر بلائیں تو

صدمے فراق وہجر کے کس سے یہ غم زدہ کہے
تم ہی اگر کرم کرو دردِ نہاں سنائیں تو

رفع ہیں فتح کے اثر ، پیش ہیں کسر کے ضرر
زیر کو کیجیے زبر ، نصبِ عدو اُٹھائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا
پہنچے نعیمؔ بے نوا آپ اگر بلائیں تو

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شبِ غم بھی آخر بسر ہوگئی
تڑپتے تڑپتے سحر ہوگئی

مرے دردِ دل کی خبر ہوگئی
جو چشمِ کرامت اِدھر ہوگئی

دیارِ نبی میں گذر ہوگئی
یہ تقدیر کس اوج پر ہوگئی

مدینے کا دیدار مشکل نہیں
نگاہِ عنایت اگر ہوگئی

لیے قلبِ مضطر مدینے گیا
تسلّی زمیں چوم کر ہوگئی

نگاہیں فدا روضۂ پاک پر
جبیں عاشقِ سنگِ در ہوگئی

مواجہ میں عرضِ صلوۃ و سلام
مری آبرو اس قدر ہوگئی

میسّر ہوا بوسۂ سنگِ دَر
یہ عزت تری نامہ بر ہوگئی

غموں میں مرے اک اضافہ ہوا
دوا درد کی دردِ سر ہوگئی

غمِ عشق تھا دل کے اندر نہاں
مری پردہ در چشمِ تر ہوگئی

نعیمؔ خطا کار پر یہ کرم
شفاعت نبی کی سپر ہوگئی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پابجولاں دیکھیے
چلیے اٹھیے اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھیے

اپنے ہی سینے میں کیجے اپنے دِلبر کی تلاش
مصر میں کیا جایئے کیا چاہِ کنعاں دیکھیے

ازرہِ بندہ نوازی چشمِ پُر انوار سے
دیکھیے میری طرف ختمِ رسولاں دیکھیے

دیکھیے سیمائے انور ، دیکھیے رُخ کی بہار
مہرِ تاباں دیکھیے ماہِ درخشاں دیکھیے

دیکھیے وہ عارض اور وہ زُلفِ مُشکیں دیکھیے
صبح روشن دیکھیے شامِ غریباں دیکھیے

جلوہ فرما ہیں جبینِ پاک میں آیات حق
مصحفِ رُخ دیکھیے تفسیرِ قرآں دیکھیے

یہ نعیمؔ زار کیسا ہجر میں بیتاب ہے
دیکھیے اس کی طرف اے شاہِ شاہاں! دیکھیے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عطائیں پوچھیے سرکار کی محتاج سائل سے
اُٹھائے ہوں جنھوں نے فیض ان کے بحرِ ساحل سے

مذاقِ دل ہے شیریں کام ان شیریں خصائل سے
مُشامِ جاں ہوا ہے مست اُس گل کے شمائل سے

امامِ اعظم و محبوبِ سبحانی شہِ سمناں
پہنچتے ہیں نبی تک ہم انھیں اعلیٰ وسائل سے

وہ روئے حق نما ، مظہر ہے حُسنِ بے مثالی کا
جمال اُن کا مُنزّہ ہے مقابل سے مماثل سے

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نورٌ علیٰ نورٌ
کمِشکوٰۃٍ ہے شان اُن کی اُنھیں کیا واسطہ ظِل سے

بفضلِ اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کفِ پائے حبیب حق کو روئے ماہ کامل سے

دلیلِ قدرتِ حق ہے مرا ہونا فنا ہونا
شہادت اپنی دلوالیتے ہیں وہ حق و باطل سے

جنابِ شیخ آئیں خدمتِ پیرطریقت میں
یہ عقدے حل نہیں ہو سکتے منطق کے مسائل سے

نگاہِ لطف لِلّٰہ اے قرارِ خاطر مضطر
کہ اب تو آ گیا ہوں تنگ میں بیتابیِ دل سے

غرض کیا ہم کو بلبل سے اوراس کے گرم نالوں سے
نہیں گر دردِ دل میں فائدہ ذکرِ عنادل سے

ہر اک شاہ وگدا کو جن کے دَر سے ملتا ہے صدقہ
نعیمؔ الدیں بھی سائل ہے اسی دربارِ باذِل سے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کھول دو سینہ مرا فاتح مکہ آ کر
کعبۂ دل سے صنم کھینچ کے کر دو باہر
پردے غفلت کے نگاہوں سے ہٹا دو یکسر
مجھ سیہ کار پہ فرما دو عنایت کی نظر

نور ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

دلِ تاریک ، کرم ہو تو مجلّٰی ہوجائے
تیرہ آئینہ ، توجہ سے مصفّٰی ہوجائے
سینہ ، انوار گہہِ جلوۂ مولٰی ہوجائے
دل میں تم آؤ تو دل عرشِ معلّٰی ہوجائے

نور ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُر نور کا جذبہ بھر دو

دل میں حرص وہوس وخواہشِ دُنیا نہ رہے
آپ کا عشق رہے غیر کا خطرہ نہ رہے
آپ کی یاد ہو سر میں کوئی سودا نہ رہے
دل مدینہ رہے اور دیر وکلیسا نہ رہے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رُخ پُر نور کا جذبہ بھر دو

جلوہ فرمایئے قالب میں مری جاں ہوکر
سلطنت کیجیے اس جسم میں سلطاں ہوکر
آپ میں ہوکے فنا آپ پہ قرباں ہوکر
قدسیوں کوبھی تو دِکھلا دوں میں حیراں ہوکر
نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رُخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو
بندۂ درگہِ عالی یہ نعیمؔ بے کس
شامتِ نفس سے ہے آہ گرفتارِ ہوس
کیجیے اس کو رہا توڑیئے سب بند وقفس
وِردِ لب تادمِ آخر رہے نامِ اقدس
نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رُخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تضمین بر کلام بیدمؔ شاہ وارثی

رَبِّ احمد کی قسم احمدِ ذیشاں کی قسم
اپنے آقا کی قسم شاہِ رسولاں کی قسم
دردِ دل کی قسم اپنے دلِ پنہاں کی قسم
مٹ گئے عشق میں خاکِ درِ جاناں کی قسم
پھر بھی بے چین ہے دل جنبشِ داماں کی قسم

ملتی ہے تیری غلامی سے نجاتِ ابدی
تجھ میں گم ہونے کو کہتے ہیں ثباتِ ابدی
تجھ پہ مٹ جاؤں تو حاصل ہوں صفاتِ ابدی
تجھ پہ مرنے کو سمجھتا ہوں حیاتِ ابدی
آرزوؤں کی قسم حسرت و ارماں کی قسم

دیکھنے والوں کے پھر ہوش اڑا دے جلوہ
آج ہر ذرّے کو خورشید بنادے جلوہ
حسرتیں اس دلِ شیدا کی مٹادے جلوہ
حشر ہے آج تو بے پردہ دکھادے جلوہ
تجھ کو محبوب مرے چاک گریباں کی قسم

دلِ وحشی ہے ترے ہجر میں ہر دم مغموم
درِ اقدس پہ پہنچتا یہ کہاں تھے مقسوم
آگے تقدیر میں کیا ہے یہ نہیں کچھ معلوم
تیرہ بختی نے رکھا وصل سے اب تک محروم
شب ہجراں کی قسم شامِ غریباں کی قسم

خسروِ حُسن ترے حُسن کی یکتا ہے بہار
دل تو کیا چیز تری زلف پہ کونین نثار
یہ تو منعمؔ نہ کسی طرح کہے گا زنہار
دل اُلجھتا ہے خدا کے لیے زلفوں کو سنوار
اپنے بیدمؔ کے تجھے حالِ پریشاں کی قسم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تضمین بر غزل خود

زبان لال ہے نطق خُجستہ انشا کی
عجب ہے عاجزی افکارِ عرش پیما کی
ہو مدح کس طرح اُس لعلِ عالم آرا کی
گل از نزاکتِ لب ہائے دل رُبا حاکی
قمر زطلعتِ رُخسار پُرضیا حاکی

حواس وعقل وخرد، فہم و دانش وفطنت
جلالِ حُسن سے سب کو ہے عالمِ حیرت
زمین والے کریں کیا کمال کی مدحت
نجوم واصفِ لمعانِ نورِ دندانت
خور از جبینِ پُرانوار مصطفی حاکی

تمہاری مدح کی خاطر چمن میں غنچوں نے
ہزار نازش و انداز سے دہن کھولے
ترانہ سنجی بہت کی زبانِ سوسن نے
سپہرِ رفعتِ قدِ ترا ثنا گوئے
صنوبر از قدِ دلجوئے خوش ادا حاکی

تمہارے حسن کے مدّاح ہیں زمین وزماں
تمہاری خوبی کا چرچا نہیں جہاں میں کہاں
جمالِ مہر ہے وَصّاف عارضِ رَخشاں
زپردہ داریِ زلفِ تو شبِ شبینہ خواں
سحر زتابشِ رُخسارِ باصفا حاکی
ترانہ سنج تھی گلشن میں آج یوں بلبل
تمہارا چہرۂ انور کہاں ، کہاں یہ گل
تمہارے قدموں پہ قربان بوستاں بالکل
زحُسنِ حلقۂ زلفت وظیفہ خواں سنبل
بذکر چشم تو نرگس بصد حیا حاکی
کریمِ خُلق ہو واصف ہے آپ کا رحماں
کریم خَلق ہو ، مدّاح آپ کا قرآں
کرم تمہاری کریمی کا بندۂ احساں
بمدحِ جودِ تو اَبرِ محیط رطبِ لساں
زفیضِ عامِ تو در بحر و بر صبا حاکی

تڑپ رہا ہے عجب طرح سے دلِ مشتاق
غمِ جدائی ہے قلبِ حزیں پہ بے حد شاق
اُمیدوارِ نگاہِ عنایت و اشفاق
نعیمؔ تفتہ جگر خستہ دل اسیرِ فراق
ز دردِ ہجر تو شام وسحر شہا حاکی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نہ کر فکر اے دل وہ کیسے ملیں گے
عنایت کریں گے کرم سے ملیں گے
مدینے کے عاشق مدینے چلا چل
مدینے کے رستے میں کعبے ملیں گے
نکیرو نہ پوچھو مرے دل کو دیکھو
فضاؤں میں دل کی مدینے ملیں گے

مناقب

منقبت امام عالی مقام

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عابدِ کبریا امام حسین ۔۔۔ زاہدِ بے ریا امام حسین

دین کے پیشوا امام حسین ۔۔۔ رہنما مقتدا امام حسین

گلِ گلزار سید عالم ۔۔۔ ِمہ جبیں خوش لقا امام حسین

حضرت فاطمہ کے نورِ نظر ۔۔۔ دینِ حق کی ضیا امام حسین

قرۃ العین حضرتِ حیدر ۔۔۔ سیدِ اولیا امام حسین

سبطِ اکبر کے راحتِ دل وجاں ۔۔۔ قوت مجتبیٰ امام حسین

جملہ اصحاب کے قرارِ دل ۔۔۔ وارثِ انبیا امام حسین

جاں نثاران دین کے سرخیل ۔۔۔ ہادی و پیشوا امام حسین

وہ شہادت کو ناز ہو جن پر ۔۔۔ اہل صبر و رضا امام حسین

صاحبِ عدل و داد وحلم وکرم ۔۔۔ تاج اہل سخا امام حسین

حامیِ دین ناصرِ ملّت ۔۔۔ دین حق پر فدا امام حسین

کربلا کی زمیں پہ خوں سے لکھا ۔۔۔ تم نے نامِ وفا امام حسین

تم نے دکھلا دیا زمانے کو ۔۔۔ نقش صدق و صفا امام حسین

دھوم عالم میں ہے شجاعت کی ۔۔۔ کام ایسا کیا امام حسین

کیسے کیسے ستم ہوئے تم پر ۔۔۔ عاشقِ کبریا امام حسین

راہِ حق میں کٹایا سب کنبہ مرحبا مرحبا امام حسین
پیاس سے تین دن تڑپتا رہا تیرا سب قافلہ امام حسین
نونہال اپنے تم نے نذر کیے فخر صبر و رضا امام حسین
فوج ظالم کی روسیاہ ہوئی کر کے ظلم و جفا امام حسین
تیری صولت سے تیرے اعدا میں تہلکہ پڑ گیا امام حسین
تیری تلوار کا جہاں میں ہے آج تک غلغلہ امام حسین
کاٹے ہر وار میں پرے کے پرے رو دیے اشقیا امام حسین
جلوہ افروز کربلا میں ہوئے سید انبیا امام حسین
آپ کو دائمی حیات ملی اے امام ہدیٰ امام حسین
سب جہاں میں تمہارا قبضہ ہُوا فاتح کربلا امام حسین
ساری خلقت میں ہو گئے رسوا تیرے اعداء شہا امام حسین
سارے عالم کے مومنوں کے لیے رب سے کیجیے دُعا امام حسین
آپ سے رکھتے ہیں امید کرم رنج کے مبتلا امام حسین
اس نعیمؔ گناہ گار پہ لطف اے شہِ اصفیا امام حسین

منقبت درشانِ شہزادۂ عالی جاہ

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نورِ نگاہِ فاطمہ آسماں جناب
صبرِ دلِ خدیجۂ پاکِ ارم قباب

لختِ دلِ امامِ حسین ابن بو تراب
شیرِ خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب

صورت تھی انتخاب تو قامت تھی لاجواب
گیسو تھے مشکِ ناب تو چہرہ تھا آفتاب

چہرے سے شاہزادے کے اٹھا ہی تھا نقاب
مہرِ سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب

کاکل کی شام رُخ کی سحر موسمِ شباب
سنبل نثارِ شام ، فدائے سحر گلاب

شہزادۂ جلیل علی اکبر جمیل
بستانِ حسن میں گلِ خوش منظر شباب

پالا تھا اہل بیت نے آغوشِ ناز میں
شرمندہ اُس کی نازکی سے شیشۂ حباب

صحرائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا
چمکا جو رَن میں فاطمہ زہرہ کا ماہتاب

خورشید جلوہ گر ہوا پشتِ سمند پر
یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اٹھا نقاب

صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے لی رکاب

چہرے کو اُس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کا نپ اُٹھے ہو گیا اعدا کو اضطراب

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ وغضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب

نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یا اژدہا تھا موت کا یا اَسوء العِقاب

چمکا کے تیغ مَردوں کو نامرد کر دیا
اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب

مردانِ کار لرزہ بر اندام ہو گئے
شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

کوہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کر دیا
کی ضرب خَود پر تو اُڑا ڈالا تا رکاب

تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا
یا از برائے رجمِ شیاطین تھا شہاب

چہرے میں آفتابِ نبوّت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صولتِ سرکارِ بوتراب

پیاسا رکھا جنھوں نے ، اُنھیں سیر کر دیا
اِس جود پر ہے آج تری تیغِ زہر آب

میداں میں اُس کے حسن و ہنر دیکھ کر نعیمؔ
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

بیت درصنعتِ مقلوب مستوی

بشانِ امام اہلسنّت مجدد دین وملت، فاضل بریلوی
اعلیٰ حضرت مولانا محمد احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز

اَضَرَّ دَمَّحَ اَحْمَدُ رِضَا اَعْلَامَ کُفْر
فَکَمَا لَعَا اَضَرَّ دَمَّحَ اَحْمَدُ رَضَا

ترجمہ (از حضرت مفتی محمد سلیمان صاحب نعیمی)

اَضَرَّ = تکلیف پہنچانا، مجبور کرنا ، دَمَّحَ = سر جھکانا، عاجز کرنا
اَعْلَامَ = علامت، نشان، عَلَم کی جمع ، فَکَمَا = پس جس طرح
لَعَا = بدخلق، کمینہ، لالچی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کفر کے مناروں کو سر جھکانے پر مجبور کردیا۔ پس جس طرح بھی (اور جس انداز میں بھی) کفر کے مناروں نے کمینہ پن دکھایا، امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اُنھیں سر جھکانے پر مجبور کردیا۔

قطعات تاریخ وفات

حامی السنۃ الحاج محمد اشرف الشاذلی غفرلہ

خَلِیلُ اَلْطَفُ حَبِیْبُ اَنْفَسُ　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ مُعِینُ سُنَّۃ
اَھَانَ کُفراً اَعَانَ حَقًّا　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ نَصِیرُ مِلَّۃ
رَاٰی بَقَلِبِہ ضِیَاءَ اَحْمَدُ　　فَمَاتَ شَوقًا فَقَالَ حَسرَۃ
لِعَامِ وَ صُلَۃ بِرَاسِ اِمَن　　مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ تَبَارَکَ اللہ
ا　　۱+۱۳۶۲ھ = ۱۳۶۳ھ

حاجی اشرف کہ حامیِ دیں بود　　عمر در سعیِ دین صرف نمود
بہ وِلائے جناب ختم رسل　　عاقبت یافت از خدا محمود
سالِ رحلت چو جُستم از ہاتف　　نَوَّرَ اللہُ شَاذِلِی فرمود
۱۳۶۷ھ

۶ جمادی الاوّل ۱۳۶۳ھ مطابق ۳۰/اپریل ۱۹۴۴ء

در مذمّت قاتلانِ اہل بیت

اے ابن سعد رَے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم وجفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی

اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی

اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلِ بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی

کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے
گھورے پہ گور کو بھی تمہاری نہ جا ملی

رُسوائے خلق ہوگئے بر باد ہو گئے
مردودو! تم کو ذِلّتِ ہر دو سرا ملی

تم نے اجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی

دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی

آخر دکھا یا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی

پائی ہے کیا نعیمؔ انُھوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

عارفانہ کلام

دلِ افگار کا خدا حافظ
تنِ بیمار کا خدا حافظ

گریۂ غم رفیقِ ہردم ہے
چشمِ خوں بار کا خدا حافظ

بے زری بیکسی میں عزمِ حرم
ایسے ناچار کا خدا حافظ

دشمنوں کے برے ارادے ہیں
مسلمِ زار کا خدا حافظ

آندھیاں چل رہی ہیں آفت کی
گلِ بے خار کا خدا حافظ

آہ کرتی ہے آہ کش کو ذلیل
دل کے اسرار کا خدا حافظ

چل دیے باغ سے چمن پیرا
گل و گل زار کا خدا حافظ

کیا ظالم نے آشیاں ویراں
بلبلِ زار کا خدا حافظ

جس کو لینا ہے عشق کا سودا
اُس خریدار کا خدا حافظ

بندہ تنہا ، مصیبتیں بے حد
منعمِ زار کا خدا حافظ

کیجیے کس سے بیانِ دردِ دل
کس سے کہیے داستانِ دردِ دل

غیر کی مِنّت اُٹھانا کیا ضرور
حال کہہ دے گی زبانِ دردِ دِل

سوزشِ غم کا بیاں ہے آہِ گرم
چشمِ تر ہے قصہ خوانِ دردِ دل

عاشقِ شوریدہ سے کیا پوچھنا
زرد رُخ ہے ترجمانِ دردِ دِل

دیکھ کر اُن کو شگفتہ ہوگیا
کیا دکھاتا میں نشانِ دردِ دل

تابشِ رُخ سے سحر کر دیجیے
ہے شبِ تیرہ جہانِ دردِ دل

زخم ہائے دل کے غنچے کھِل گئے
رنگ پر ہے بوستانِ دردِ دل

درد سچا ہے تو ہوگی چشمِ لطف
ہے یہی بس امتحانِ دردِ دل

اے صبا جاکر مدینے میں سُنا
حالِ زارِ نیم جانِ دردِ دل

لطف ہو منعمؔ سے فرمائیں حضور
ہے مزے کی داستانِ دردِ دل

قتیلِ خنجرِ بیداد ہوں میں
فدائے ناوکِ صیّاد ہوں میں

اسیرِ عشق ہوں آزاد ہوں میں
غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں

مجھی سے ہے جہاں میں نامِ اُلفت
حدیثِ عشق کی اسناد ہوں میں

مصائب کے پہاڑوں کا نہیں خوف
کہ اپنے وقت کا فرہاد ہوں میں

نکالے چشمے اُس بت کو رُلا کر
ترا اے کوہ کن اُستاد ہوں میں

میں یہ چاہوں کہ تم ہو خانہ آباد
یہ چاہو تم مروں ، برباد ہوں میں

یہ پایا آپ کی اُلفت کا ثمرہ
لگایا جب سے دل ناشاد ہوں میں

چمن میں کس طرح میرا گزر ہو
اسیرِ پنجۂ صیّاد ہوں میں

کیا ایسا غموں نے مجھ کو رنجور
کہ محوِ نالہ و فریاد ہوں میں

مٹادی اُس نے میری سرگرانی
رہینِ مِنّتِ جلّاد ہوں میں

گل و نسریں پہ دل مائل نہیں ہے
فدائے قامتِ شمشاد ہوں میں

نعیمؔ بے خطا پر یہ جفائیں
غنیمت ہے کہ اُن کو یاد ہوں میں

نالہ کرتے ہیں آہ کرتے ہیں
یہ بھی کوئی گناہ کرتے ہیں

پاؤں زخمی ہوئے تو ہونے دو
سر کو ہم وقفِ راہ کرتے ہیں

آپ کے ہجر میں اسیرِ الم
گریہ اے بادشاہ کرتے ہیں

دَور دُوری کا دُور ہوجائے
یہ دُعا صبح گاہ کرتے ہیں

گرچہ عاصی ہیں، تیری رحمت کی
ہم اُمید اے اللہ کرتے ہیں

نااُمیدی ہے کام کافر کا
یاس وہ روسیاہ کرتے ہیں

آپ کے غم میں جان دی ہم نے
آپ کو ہم گواہ کرتے ہیں

اُن کے حُسنِ جمیل کی توصیف
انجم و مہر و ماہ کرتے ہیں

حالِ دل اُن سے کیا کہے کوئی
سُن کے وہ واہ واہ کرتے ہیں

عشق کرتے ہیں جو پری رو سے
نامہ اپنا سیاہ کرتے ہیں

حسنِ فانی بھی حسن ہے کوئی
عمر کو کیوں تباہ کرتے ہیں

آنکھ رکھتے ہیں جو نعیمؔ الدین
دل سے عشق اللہ کرتے ہیں

وہ کہنے لگے شب بسر ہوگئی
اُٹھو بھی کہ اب تو سحر ہوگئی

وہ آنکھوں میں آئے وہ دل میں رہے
رقیبوں کو کیسے خبر ہوگئی

اشارے مؤثّر ہوئے غیر کے
مری آہ بھی بے اثر ہوگئی

فصاحت سے کہتے ہیں موئے سفید
کہ ہشیار ہو اب سحر ہوگئی

خودی سے گزر چل خدا کی طرف
کہ عمرِ گرامی بسر ہوگئی

محبّت کو اُن کی مروّت کو بھی
خدا جانے کس کی نظر ہوگئی

رہا صبح دم تک ترا انتظار
تری شکل تیری کمر ہوگئی

بسا ہے وہ مجھ میں ، مَیں ڈھونڈوں کہاں
تلاش اُس کی دشوار تر ہوگئی

غم و خونِ دل کھاتے پیتے رہے
غریبوں کی اچھی گزر ہوگئی

نعیمؔ حزیں ہوگا جنّت نشیں
جو شاہِ جہاں کی نظر ہوگئی

کمالِ حسن پر وہ مستِ نازِ لااُبالی ہے
سنبھل کر اے دلِ مضطر ! ترا اللہ والی ہے

نہیں کچھ سینہ کاوی چل دیا شاید کہیں دلبر
کہ دل پہلو سے غائب ہے ہمارا سینہ خالی ہے

یہ کس نے روند ڈالا ؟ لاشۂ بیکس کو قدموں سے
کہ آنکھیں کھل گئیں، جاں آ گئی ، کیا پائمالی ہے

پھلیں نخل و شجر، گلزار پھولیں ، چشمے ہوں جاری
برس اے چشمِ خوں افشا جہاں میں قحط سالی ہے

فنا ہو اُس پہ جس کو ہو نہیں سکتی فنا ہرگز
وہ ہستی جس پہ تو مفتوں ہے تصویرِ خیالی ہے

ہُنر ہی سے جہاں میں آدمی کی قدر ہوتی ہے
نعیمؔ بے ہُنر مشہور تیری بے کمالی ہے

سیر دل کی جسے میّسر ہے
عیشِ دُنیا اُسے مکدّر ہے

اُس کے نزدیک زینتِ عالم
خس وخاشاک سے بھی کمتر ہے

اصل نعمت بقا ہے لیکن وہ
کون سی چیز کو میسّر ہے؟

کونسی چیز کو زوال نہیں
نیستی سب کی یاں مقدر ہے

ہے تغیّر میں روز ماہِ مُنیر
اِسی چکر میں مہر خاور ہے

نقش برآب کی طرح ہیں وجود
بے ثباتی ہر اک کی اظہر ہے

سب حقیقت میں نقشِ باطل ہیں
جاہ ہے یا حکومت و زر ہے

دل کی دُنیا عجیب دُنیا ہے
رازِ ہستی کا اس میں مضمر ہے

دل کو خالی کرو کدورت سے
جلوہ گاہِ جنابِ داور ہے

سارے عالم میں جو سما نہ سکے
جلوہ فرما وہ دل کے اندر ہے

تم اُسے ڈھونڈنے چلے ہو کہاں
دلِ بےغِل ہی یار کا گھر ہے

پرتوِ حسنِ لم یزل پہ مٹو
جس سے مومن کا دل منور ہے

ظِل کو لے کر نہ اصل کو چھوڑو
سایہ بے اصل بے مُصوَّر ہے

ظِل کو ظِل جان کر کرو توقیر
کیوں کہ یہ بھی اُسی کا مظہر ہے

رازِ وحدت کھلے نعیم آلدین
اشرفی کا یہ فیض تجھ پر ہے

مجاز سے انحراف

سبزہ ہو فصل گل ہو لبِ جوئے بار ہو
وہ مہر مہر سے شب مہ ہمکنار ہو
میں ہوں وہ گل ہو نام ونشاں ہو نہ غیر کا
پھر دیکھیے بہار کی کیسی بہار ہو

داغِ جگر کا حال اگر آشکار ہو
مہر منیر مہ کی طرح داغ دار ہو
ہوگی کبھی حسینوں میں لیلیٰ بھی کوئی چیز
گر آج ہو کنیزوں میں تیری شمار ہو
غیروں پہ لطف کرتا ہوا ایسا بھی کوئی ہے
دل جس کا میری طرح سے یوں داغ دار ہو

وعدے پہ بھی نہ جس کے ذرا اعتبار ہو
حیرت یہ ہے کہ اُس کا ہمیں انتظار ہو
بے مہریوں کی یار کا ہم کیا گلہ کریں
دل ہی پہ اپنے جب نہ ہمیں اختیار ہو

اے آنکھ اپنے حال پہ اب اشک بار ہو
اے سر خدا کی راہ میں اب تو نثار ہو
اے دل نکل تو سینے سے یا حرص کو نکال
بن عرشِ حق کہ جلوہ حق آشکار ہو
اے نفس تا بکے تری سرتابیوں کا زور
بندہ بن اب خدا کا اطاعت شعار ہو
ایماں پہ خاتمہ ہو تو منعمؔ ملے مراد
حاصل رضائے حضرتِ پروردگار ہو

ہے کون جو شائق ہو مری طرح ستم کا
مشتاق دل و جان سے ہوں درد کا غم کا

یکتا ہوں وہ غمگیں کہ کہیں جز مرے گھر کے
ڈھونڈو تو پتہ تک نہ ملے رنج و الم کا

وہ اپنا جفا کاری میں ثانی نہیں رکھتے
معلوم نہیں کس سے لیا درس ستم کا

وعدے تو وہ کر لیتے ہیں ایفا نہیں کرتے
کچھ پاس نہ وعدے کا اُنھیں ہے نہ قسم کا

اے کاش کوئی اُس بتِ طناز سے کہتا
ہے چاہنے والا ترا مہماں کوئی دَم کا

دُزدیدہ نگاہوں سے مجھے آپ نے دیکھا
ممنون ہوں میں آپ کے اس لطف وکرم کا

سُنتے ہیں نعیمؔ آتے ہیں وہ بہرِ عیادت
کیا آج ستارہ مری تقدیر کا چمکا

کس کے وعدے پہ اعتبار رہا
مرتے مرتے بھی انتظار رہا

بزمِ اعدا میں رات جاگے ہیں
آنکھ میں شام تک خمار رہا

آنکھ وہ کیا جو اشک بار رہی
دل ہی کیا وہ جو بے قرار رہا

آنکھ وہ دید سے جو شاد رہی
دل جو دلبر سے ہم کنار رہا

نہ وفا کی جناب نے مجھ سے
نہ مجھے دل پہ اختیار رہا

روتے روتے گزر گئیں راتیں
دلِ بے صبر بے قرار رہا

انتہا ہے سیاہ بختی کی
دل گرفتارِ زُلفِ یار رہا

ہائے منعمؔ کی بے کسی افسوس
نزع میں بھی وہ اشک بار رہا

تکتے رہتے ہیں عجب طرح سے راہِ اُمید
حسرتِ دید تماشائے نگاہِ اُمید

بے نیازی نے تری مار ہی ڈالا ہوتا
خیر سے بچ گئے ہم پا کے پناہِ اُمید

ہم سے کھنچتے ہو مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کبھی
کھینچ ہی لائے گی حضرت کو سپاہِ اُمید

روزِ غم بھی ہیں شبِ ہجر کی صورت تاریک
ہیں خوش آئند مگر شام و پگاہِ اُمید

آپ اتنا تو سمجھیے کہ لگی رہتی ہے
آپ کے لطف پہ سرکار نگاہِ اُمید

آپ جاتے ہیں مرے گھر سے تو یہ یاد رہے
چھوڑ کر آئے ہیں منعمؔ کو تباہِ اُمید

کبھی تو آ مرے دل میں قرارِ دل ہوکر
کبھی ہو آتشِ غم سرد مشتعل ہوکر

پھر ایسا جلوہ دکھا حُسنِ بے مثالی کا
ہرے ہوں زخمِ دلِ زار مندمل ہوکر

مٹادے مجھ کو کہ جلوہ نما ہو ہستیِ حق
مرے وجود کا پندار مضمحل ہوکر

عروجِ عالمِ روحانیت کہاں وہ کہاں
جو پھنس گیا ہو عناصر میں پا بہ ِگل ہوکر

یہ عشقِ مادیّت ، راہزن ہے مہلک ہے
پہنچنے دے گا نہ منزل پہ جاں گُسِل ہوکر

عجب مقام ہے تدبیر ہائے عالم سے
خلل فراغ میں آئے نہ مشتغل ہوکر

ہم اُٹھا بیٹھے ہیں اُس شوخ کے دیدار پہ حلف
جان دینے کے لیے ابروئے خم دار پہ حلف

وعدۂ وصل کیا اور قسم بھی کھائی
پھر جو کچھ سمجھے تو انکار اور انکار پہ حلف

آپ کی آنکھوں نے بیمار بنایا ہم کو
ہو اگر شک تو رکھو نرگسِ بیمار پہ حلف

اس میں کیا بس ہے مرا کس لیے دیتے ہو مجھے
گرمِ نالہ پہ قسم ، آہِ شرر بار پہ حلف

وعدہ کیا شئے ہے وہ خوبی سے اُڑا دیتے ہیں
ایک ہی جنبش ابروئے ستم گار پہ حلف

اے نعیمؔ آج جو مشہور وفا دشمن ہیں
رکھتے ہیں عہدِ وفا کا وہ وفادار پہ حلف

قصّہ اُن کے ستم کا کہتے ہیں
اشکِ خوں آنکھ سے جو بہتے ہیں

ہم ہی ہیں وہ جو آپ کے طعنے
سُنتے رہتے ہیں اور سہتے ہیں

آپ کا حُسن بے زوال نہیں
مہر و مہ بھی کبھی تو گہتے ہیں

پردہ در پردہ پردہ در پردہ
آپ آنکھوں میں میری رہتے ہیں

اِس کا انکار تو غلط ہوگا
دلِ منعمؔ میں آپ رہتے ہیں

تختۂ مشقِ جفائے کج ادا میں ہی تو ہوں
گردِ رہوارِ عتابِ دل رُبا میں ہی تو ہوں

سختیوں کے واسطے پیدا ہوا میں ہی تو ہوں
قیس اور فرہاد سب کا پیشوا میں ہی تو ہوں

خاک ہوکر میں نے اُن کا رُتبہ بالا کر دیا
مِس کو جو کر دے طلا وہ کیمیا میں ہی تو ہوں

بانیِ ظلم و ستم جور و جفا تم ہی تو ہو
ناز بردارِ ستم عینِ وفا میں ہی تو ہوں

کشتۂ تیغ ، ستمِ رنجور نازِ فتنہ زا
منعمِ افگار مشکورِ جفا میں ہی تو ہوں

۞

تڑپنے سے دل کو نہ فرصت کبھی ہو
نہ جاں کو کبھی رنج سے مخلصی ہو

غم و درد ہو رنج ہو بے کلی ہو
مرا حال ابتر ہو افسردگی ہو

مسیحا مرے ! درد کے چارہ گر ہو
معالج فلاطون و بقراط اگر ہو

ترقی مرے درد کو دم بہ دم ہو
سرِ مو بھی تکلیف کوئی نہ کم ہو

نیا دَرْد ہو دل میں تازہ الم ہو
لبوں پر ہو فریاد اور چشم نم ہو

مگر بے قراری فزوں ہوتی جائے
مری آنکھ بھی اشکِ خوں روتی جائے

قطعہ

شکستہ حال و شکستہ دل و شکستہ اُمید
زباں شکستہ ہوں باتیں شکستہ کہتا ہوں
شکستہ خط میں شکستہ قلم سے حالِ شکست
شکستہ دل کا شکستہ ورق پہ لکھتا ہوں

فارسی کلام

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جہاں زیر نگینِ شاہِ عالم
درخشاں مہر دینِ شاہِ عالم

فزوں در مرتبہ از عرشِ اعلیٰ
زہے قدرِ زمینِ شاہِ عالم

امامِ قدسیانِ سدرہ منزل
یکے از خادمینِ شاہِ عالم

جُمَیلِ آسمانی خانہ زادے
ز انوارِ جبینِ شاہِ عالم

نعیم آلدین عاصی ہیچ کارہ
غلامِ کمترینِ شاہِ عالم

ترجمہ

(از مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

دُنیا شاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت میں ہے اور آپ کے دین کا سورج چمک رہا ہے۔

اُس زمین (جہاں شاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم! آرام فرما ہیں) کا مرتبہ عرش سے بھی بلند ہے۔

فرشتوں کے امام یعنی حضرت جبرئیل امین شاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ایک ہیں۔

آسمان اور اُس پر رہنے والوں کی زینت شاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے نور سے ہے۔

(صدرالافاضل بطور عجز و نیاز فرماتے ہیں)
یہ گناہ گار و بے کار نعیم الدین شاہِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک ادنیٰ ترین غلام ہے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اندر دلم ہوائے تو یا سیّدالوریٰ
کونین از برائے تو یا سیّد الوریٰ

اندر دلم ہوائے تو یا سیّد الوریٰ
عرشِ دلم سرائے تو یا سیّد الوریٰ

ایمان و دل ولائے تو یا سیّد الوریٰ
قرب اتم لقائے تو یا سیّد الوریٰ

کافی ست بہرِ جملہ مریضانِ جاں بلب
یک حرف از دُعائے تو یا سیّد الوریٰ

سلطانیِ جہان ، شراکِ نعالِ پاک
محبوبیت ردائے تو یا سیّد الوریٰ

رَوْحِیْ فِدَاکَ یَسْرَعُ مَوْلَاکَ فِیْ ھَوَاکْ
مطلوبِ حق رضائے تو یا سیّد الوریٰ

یابد نعیمِ خلد ، نعیمؔ سیاہ کار
میرد چو مبتلائے تو یا سیّد الوریٰ

ترجمہ

(از ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب مدظلہ العالی)

یاسیّدالوریٰ! آپ کا عشق میرے دل میں بسا ہوا ہے
اور دونوں جہان آپ کے لیے ہی بنائے گئے ہیں۔

یاسیّدالوریٰ! آپ کا عشق میرے دل میں بسا ہوا ہے
میرے دل کا عرش آپ کی قیام گاہ ہے۔

یاسیّدالوریٰ! ایمان اور دل، دونوں آپ کے عاشق ہیں۔
(کیوں کہ) آپ کی محبت قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے

یاسیّدالوریٰ! اُن تمام مریضوں کے لیے جن کی جان لب پر آچکی ہے،
آپ کی دُعا کا ایک ہی حرف کافی ہے۔

یاسیّدالوریٰ! دُنیا کی بادشاہت (کی حقیقت) آپ کے نعلین پاک کا
تسمہ ہے، اور آپ کی چادرِ مبارک محبوبیت کا وتیرہ ہے ۔

یاسیّدالوریٰ! میری جان آپ پر قربان ہو کہ آپ کا مولیٰ آپ کی خواہش
کو فوراً پورا کر دیتا ہے (کیوں کہ) آپ کی رضا مولیٰ کا مطلوب ہے۔

(حضور صدرالافاضل بڑی عاجزی کے ساتھ فرماتے ہیں)
یاسیّدالوریٰ! گناہ گار نعیم الدین جنت کی نعمتوں کو پالے گا (اس حال
میں کہ) آپ کے عشق میں اس دُنیا سے رخصت ہو۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

گل از نزاکتِ لب ہائے دِل رُبا حاکی
قمر ز طلعتِ رُخسارِ پُر ضیا حاکی

نجوم واصفِ لمعانِ نورِ دندانت
خور از جبینِ پُر انوارِ مصطفیٰ حاکی

سپہر رفعتِ قدِّ ترا ثنا گوئے
صنوبر از قد دل جوئے خوش ادا حاکی

ز پردہ داریٔ زُلفِ تو شب شبینہ خواں
سحر زتابشِ رُخسارِ باصفا حاکی

زحسنِ حلقۂ زُلفت وظیفہ خواں سنبل
بذکرِ چشمِ تو نرگس بصد حیا حاکی

بمدحِ جودِ تو ابرِ محیط رطب لساں
زفیضِ عام تو در بحر و بر صبا حاکی

نعیمؔ تفتہ جگر ، خستہ دل ، اسیرِ فراق
زدردِ ہجرِ تو شام و سحر شہا حاکی

ترجمہ

(ازمفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

گلاب کا پھول آپ کے لبوں کی نزاکت اوردل رُبائی کا حال بیان کرتا ہے
اور چاند آپ کے روشن رُخساروں کی طلعت کا حال بیان کرتا ہے۔

آسمان کے تارے آپ کے دندانِ مبارک کے نور کی تعریف بیان کرتے ہیں توسورج آپ کی روشن پیشانی کی حکایت بیان کرتا ہے۔

آسمان کی بلندی آپ کے قدمبارک کی ثناخوانی کرتی ہےاور صنوبر کا طویل قامت درخت آپ کے دل پسند قد کی حکایت کرتا ہے۔

آپ کی زُلف مبارک شب بیداروں (کے عیبوں) کی پردہ کرنے والی ہےاور صبح آپ کے پاک صاف رخساروں کی کہانی کہتی ہے۔

سنبل آپ کے گیسوؤں کے حلقوں کا وظیفہ پڑھتی ہے۔اور نرگس بہت شرم وحیا کے ساتھ آپ کی شرمگیں آنکھوں کی تعریف کرتی ہے۔

چاروں طرف چھایا ہوابادل، آپ کے جودوکرم کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور صبا یعنی کہ ہواہر خشکی اور تری میں آپ کے فیض عام کی تعریف بیان کرتی پھرتی ہے۔

اے بادشاہ (یارسول اللہ) یہ تفتہ جگر، خستہ دل اور فراق میں گرفتارنعیم الدین صبح وشام آپ کے ہجر کا درد بیان کرتا ہے

ترکِ عصیاں کن اعتذار چہ سود
توبہ کن توبہ انتظار چہ سود

ہوش کن ہوش ، فکر عقبیٰ کن
مستیٔ بادہ و خمار چہ سود

راہ در دل بجوئی سوئے حبیب
سجدۂ خاکِ رہ گزار چہ سود

روحِ اعمالِ بندہ اخلاص است
زاہدا صومِ افتخار چہ سود

چوں نماندست التفات بغیر
پس نظر سوئے گل عذار چہ سود

ترک کن این و آن و ما و من
قصد مقصد کن از غبار چہ سود

گوشۂ گیر چوں نعیمؔ الدین
صوفیا! گردشِ دیار چہ سود

ترجمہ

(از مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

گناہوں کو چھوڑ معذرت سے کیا فائدہ
توبہ کر توبہ انتظار سے کیا فائدہ

ہوش کو صحیح رکھ آخرت کی فکر کر
شراب کی مستی وخمار سے کیا فائدہ

محبوب کے دل تک پہنچے والے راستے کو تلاش کر
،راستے کی خاک پر سجدہ کرنے سے کیا فائدہ

بندے کی اعمال کی روح اخلاص ہے
اے زاہد! دکھاوے کے روزے سے کیا فائدہ

جب غیر کی جانب توجہ سے باز نہیں رہتا تو پھر
محض خوب صورت چہرے دیکھنے سے کیا فائدہ؟

یہ اور وہ، میں اور ہم کو چھوڑ اصل مقصد کی طرف
توجہ دے۔ غبار پر توجہ سے کیا فائدہ؟

اے صوفیو! نعیم الدین کی طرح تنہائی اختیار
کرلو دیار یعنی گھر میں گھومنے سے کیا فائدہ؟

اے دل از انتظارِ یار چہ سود
و زغمِ ہجرِ بے قرار چہ سود

گر نہ باشد مکانِ دوست بہ دل
نالہ و آہ و چشمِ زار چہ سود

گر تو در دل بہارہا داری
پس ترا سیرِ لالہ زار چہ سود

چوں نباشد بہار در باطن
فصلِ گل موسمِ بہار چہ سود

داغ در سینہ ، یار اندر دل
سیرِ گل زار و لالہ زار چہ سود

خانۂ دل زغیر خالی کن
بر رُخِ آئینہ ، غبار چہ سود

ترجمہ

(از مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

اے دل محبوب کے انتظار سے کیا فائدہ؟
اور جدائی و بے قراری کے غم سے کیا فائدہ؟

اگر محبوب دل میں نہ ہوتو رونے اور، آہ کرنے اور آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟

اگر تیرے دل میں بہار بسی ہوئی ہوتو تجھے باغ کی سیر کرنے سے کیا فائدہ

اگر تیرے دل میں ہی بہار نہ ہوتو پھر گل و بہار کے موسم سے کیا فائدہ؟

سینے میں (عشق کا) داغ ہواور محبوب دل میں بسا ہوتو پھر پھلواریوں اور باغوں میں سیر سے کیا فائدہ

اپنے دل کے گھر کو غیر کی محبت سے خالی کر کیوں کہ آئینے پر دھول جمی ہوتو اس سے کیا فائدہ؟

دل کہ اَسرار گاہِ دل دارست
غیر را اذنِ دخلِ یار چہ سود

فکرِ دُنیا خس است ، آتش زن
خار وخس در مقامِ یار چہ سود

ہمچو ویرانۂ نعیمؔ الدیں
خانۂ دل خراب و خار چہ سود

دل محبوب کے راز و نیاز کا ٹھکانہ ہے تو پھر اس ٹھکانے
میں غیر کو داخل ہونے کی اجازت دینے سے کیا فائدہ؟

دُنیا کی فکر کوڑا ہے، اس کو آگ لگا دے کیوں کہ محبوب کے
ٹھہرنے کی جگہ پر کوڑے کرکٹ کا کیا کام؟

(صدرالافاضل بطور عجز و نیاز فرماتے ہیں)
نعیم الدین (کا دل) ویرانے کی طرح ہے۔ دل کا خانہ
خراب ہو چکا ہے اب پچھتانے سے کیا فائدہ؟

گفت دانا و عارفِ اسرار
لَیسَ فِیْ الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیّار

سرِ منصور بر سر دارے
سرِ ما زیر پائے توسَنِ یار

فرقِ ایں قدر لازمی آید
درمیانِ اراذل و سردار

بہئے ما جُرعۂ بُوَد کافی
بہرِ او اندکے عُیون و بحار

ماندایم ظرفِ یک قطرہ
اُو نیارد محیط را بشمار

دلِ ماتنگ و تیرہ ہست نعیمؔ
دلِ او ہست مشرقِ انوار

ترجمہ

(از مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

عقل مندوں اور راز کو جاننے والوں نے کہا ہے
کہ اِس دُنیا میں اُس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے

حضرت منصورؒ نے اپنا سر دار پہ رکھا اور
میرا سر میرے محبوب کی سواری کے قدموں کے نیچے ہے

(کیوں کہ) سرداروں اور (اُن سے) کم درجہ لوگوں
کے درمیاں اتنا فرق آنا لازمی ہے

ہمارے لیے ایک گھونٹ ہی کافی ہے، جب کہ اُس کے
لیے چشمے اور سمندر بھی کم ہیں

ہم ایک قطرے کا ظرف بھی نہیں رکھتے اور وہ سمندر کو بھی
گنتی میں نہیں لاتے۔

حضرت صدرالافاضل فرماتے ہیں:
اے نعیم الدینؒ میرا دل تنگ وتاریک ہے (جب کہ)
اُس کا دل منبع انوار ہے

تضمین بر غزل جامی

اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡنَا حُسۡنَا
بَارَكَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیۡنَا
نَحۡنُ فِی سِکَّۃِ بَلۡدِكَ طُفۡنَا
شرفِ کعبہ بُوَد کوئے ترا
زَادَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی شَرَفَا

زانکہ بُد از مئے عشقش سرمست
دلق اندر بغل و کاسہ بدست
دلق انداختہ و کاسہ شکست
زائر کوئے تو از کعبہ گذشت
سر کوئے تو کجا کعبہ کجا

کرد فرمانِ خداوند قدیر
خاک ما از مئے الفت تخمیر
عشقِ ابروئے تو اے مہرِ منیر
ساخت ہمچوں مہ و ماہ شدہ پیر
میل ابروئے تو ام پشت دوتا

ترجمہ

(ازمفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

اللہ نے ہم پر احسانِ عظیم فرمایا
اور بے شمار برکتوں سے نوازا
(اے محبوب) ہم آپ کے کوچے میں گھومتے رہتے ہیں
آپ کے کوچے کو کعبے پہ شرف حاصل ہے
اے اللہ! اس شرف میں اور اضافہ فرما

جو کہ آپ کی شرابِ عشق سے مست ہوئے (اُن کی
حالت یہ ہے کہ) اُن کی بغل میں گدڑی اور ہاتھ میں
پیالہ ہے۔ (اُنھوں نے) گدڑی کو پھینکا اور پیالہ توڑا۔
آپ کی گلی کا چکر لگاتے ہوئے کعبے سے گزرے
کہاں تیرے کوچے کی حد اور کہاں کعبہ

قدرت والے خدا نے
ہماری خاک کو آپ کی اُلفت کے خمیر سے گوندھا
اے روشن سورج! آپ کی چاند کی مانند ابروؤں کے عشق
میں ہم بوڑھے ہو گئے (یہاں تک کہ) تیری ابروؤں
کے عشق میں میری کمر جھک گئی (لیکن میں آج بھی اس
عشق میں مبتلا ہوں

عشق را طُرفہ مگر بنیاد است
برلبِ دوست از وفریاد است
کہ تنم ہمچو دلم بر باد است
سرِ من غرقہ بخوں اُفتاد است
تا فتادست زتیغ تو جدا

مے بہ میناست مگر ساقی نیست
رُقیہ موجود مگر راقی نیست
جز تو از درد مرا واقی نیست
بے تو باجانِ گرم باقی نیست
جاں اگر رفت ترا یادِ بقا

نہ رَوَد نزدِ اطبّا نہ رَوَد
فکر دارد و مداوا نہ کند
مِنَّتِ نازِ طبیباں نہ کشد
ہر کجا درد دوا نیز بُوَد
چو تو بے درد فتادی چہ دوا

عشق انوکھا ہے مگر بنیادی چیز ہے
دوست کے لبوں پر اس کی وجہ سے فریاد ہے
میرے دل کی طرح میرا تن بھی برباد ہے
یہ بھی مصیبت ہے کہ میرا سر خون میں ڈوبا ہوا ہے
اور تیری تلوار سے جدا پڑا ہے

مینا میں شراب موجود ہے مگر پلانے والا نہیں ہے
منتر تو ہے مگر پڑھنے والا نہیں ہے
تیرے سوا مجھے کوئی درد سے بچانے والا نہیں ہے
تیرے بغیر جان میں گرمی باقی نہیں ہے
اگر جان چلی جائے (تو جائے) تیری یاد باقی ہے

حکیموں کے پاس نہیں جاتا نہیں جاتا
وہ فکر تو رکھتا ہے مگر علاج نہیں کرتا
طبیبوں کا احسان نہیں اُٹھانا چاہتا
جہاں کہیں درد ہے دوا بھی ہوگی
اگر تو بغیر درد (عشق) کے پڑا ہے تو اس کا کیا علاج

يَلْحَقَ الضَّيْرُ بِأَصْحَابِ وِلَا
مَابِهِ الْحُظُّ لِاَهْلِ الْاَهْوَا
چوں نعیم ست گرفتارِ بلا
داشت در بیتِ حزن جائی جا

جَاءَهُ مِنْكَ بَشِيْرٌ فَنَجَا

عشق والوں کو درد لازم ہے
دُنیاداروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے
جیسا کہ نعیم بھی عشق میں مبتلا ہے
اور جامیؔ کے بیت حزن میں بھی جگہ رکھتا ہے
(لہٰذا) اس کے پاس بشارت دینے والا آ گیا

تضمین بر غزل جامیؔ

یہ ہجراں و حرماں کے صدمے اشد
یہ دوری کے رنج و الم بے عدد
ہمارے غموں کی نہیں کوئی حد
نہ پیکے کہ از ما پیامش بَرَد
نہ بادے کہ روزے سلامش برد

نہ بے چینی میں کچھ کمی ہے نہ کاست
نہ دل را قرارے نہ غم را دواست
ہو کس طرح سے کوئی تدبیر راست
مرا طاقتِ دیدنِ او کجاست
کہ بیخود شود ہر کہ نامش برد

بہت فکر کی ہم نے شام و پگاہ
بہت روئے راتوں بہت کھینچی آہ
نظر آئی تدبیر یہ صبح گاہ
بُوَد سُرمۂ دیدہ آں خاکِ راہ
کہ مردم بہ صد اہتمامش برد

ترجمہ

(از مفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

یہ جدائی اور محرومی کے بڑے صدمے
اور اس دوری کے بے شمار رنج والم
ہمارے غموں کی کوئی حد نہیں ہے
کوئی قاصد نہیں کہ میرا پیغام اُن تک پہنچائے
نہ کوئی ہوا ہے کہ کسی دن میرا سلام ہی اُن تک پہنچا دے

نہ میری بے چینی میں کوئی کمی ہے
نہ دل کو کوئی سکون اور نہ غم کی دوا ہے
کوئی تدبیر کس طرح درست ہو
مجھ میں اُن کو دیکھنے کی طاقت کہاں ہے
کہ جو اُن کا نام لیتا ہے وہ خود ہی بے ہوش ہو جاتا ہے

صبح وشام میں نے بہت سوچا
راتوں کو بہت رویا اور آہ کی
تو صبح کو ایک تدبیر نظر آئی
کہ اُن کی راستے کی دھول کو آنکھوں کا سرمہ بنالوں
کہ لوگ اس کو بڑے اہتمام سے لے جائیں

بہت فکر میں تھا دلِ چارہ جو
یہ کرتا تھا خود آپ سے گفتگو
میں دیکھوں اُنھیں اور وہ ہوں روبرو
چہ نیکوست بودن گرفتارِ او
خوشا دل کہ راہے بدامش برد

وہ سیمائے انور وہ نورِ انام
وہ رُخ کی تجلی وہ حُسنِ تمام
خجل مہر ہو ایسی روشن ہو شام
چو آں می کند جلوہ از طرفِ بام
فلک رشک از طرفِ بامش برد

مجھے دیکھ کر ایسا وحشت زدہ
نسیمِ سحر کو رحم آگیا
براہِ عنایت بشانِ سخا
مرا سوئے سروِ سہی چوں صبا
ہوائے قدِ خوش خرامش برد

اُن کے عشق میں گرفتار ہونا کتنا اچھا ہے
کتنا اچھا ہے وہ دل جو اپنے دامن کو اُن کے راستے میں بچھائے

جب وہ اپنے بام (بلندی) سے جلوہ دکھاتے ہیں
تو اُن کے بام (بلندی) پر فلک کو بھی رشک آتا ہے

مجھے وحشت زدہ دیکھ کر نسیم سحر کو بھی رحم آ گیا
اور وہ مہربانی کے راستے سے سخاوت کی شان کے ساتھ
صبا کی طرح اُڑا کر اُس سرو کی طرف لے گئی
اور میں اُس قدِ زیبا کی محبت میں چلا گیا

نعیمِؔ سیہ کار بے حد ہے بد
مگر لطف کی اُن کے گر ہو مدد
تو حاصل ہو بے شک نعیمِ ابد
بہ میخانہ جامی بخود چوں رود
مگر ہمتِ شیخ جامش برد

صدرالافاضل بصد عجز و نیاز فرماتے ہیں کہ:

نعیمِ سیاہ کار بہت بُرا ہے
لیکن اگر اُن کا لطف مدد گار ہو تو
یقیناً اُسے ابدی نعمت حاصل ہو جائے (کہ)
شیخ کی توجہ سے اُسے جام مل جائے

تضمین بر غزل جامیؔ

مَرِیْضُ الْحُبِّ یَا مَوْلَایَ یَہْوَاکَ
وَلَا یَغْشِیْہِ شَیٌٔ غَیْرَ لُقْیَاکَ
کرم کن بر غریباں طابَ ھَمْشَاکَ
زہجراں برلب آمد جانِ غم ناک
اَلَا یَالَیْتُ شِعْرِیْ اَیْنَ اَلْقَاکَ

رہے غیر از رہِ عشقت نہ پویم
حدیثے جز ثنائے تو نہ گویم
ز لوحِ قلب نقشِ غیر شویم
بہ ہر جمعیتِ وصلِ تو جویم
لَعَلَّ اللّٰہُ یَجْمَعُنِیْ وَ اِیَّاکَ

بدیدارِ تو باشد کی برابر
نظر کردن بخلدِ پاک منظر
نہ بردارم ز خاکِ پائے تو سر
نعیمِ خلد اگر گردد میسر
لَعُمْرِیْ لَا یَطِیْبُ الْعَیْشُ
لَوْلَاکَ

ترجمہ

(ازمفتی محمد ایوب خاں صاحب مدظلہ العالی)

اے میرے آقا! مریض محبت کو آپ کا عاشق بنا دیا
(اب) آپ کی ملاقات کے سوا اس کی کوئی دوا نہیں ہے
آپ کا چلنا مبارک ہو، غریبوں پر کرم فرمائیں
جدائی کے غم سے عشق کی جان لب پر آ گئی ہے
اے کاش! میں جانتا کہ آپ سے کہاں ملوں

(آپ کے) عشق کے علاوہ کسی راستے پر نہیں دوڑوں گا
آپ کی تعریف کے علاوہ کوئی بات نہیں کروں گا
اپنے دل کی تختی سے غیر کا نام دھو دوں گا
ہر مجمع میں آپ سے ملاقات کا راستہ تلاش کروں گا
اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ سے ملا دے گا

آپ کے دیدار کے برابر کیا ہے؟
آپ کی نگاہِ خلد منظر سے عرض ہے کہ مجھ پر بھی کرم کی نظر ہو
آپ کی خاکِ پا سے سر نہ اُٹھاؤں (اگرچہ)
مجھے خلد کی نعمت بھی مل جائے
مجھے اپنی زندگی کی قسم آپ کے بغیر میری زندگی اچھی نہیں

ز خود رفتم کہ یابم از تو ہستی
چو سایہ ہمرہت باشم دوامی
مرا حاضر حضورِ خویش یابی
عنانِ عزم ہر سوئے کہ تابی
سِوَی الْقَلْبِ الْمُتَیَّمِ لَیْسُ
مَاوَاکَ
فغان و آہ و شیون ہا شنیدی
بچشمِ لطف سوئے من نہ دیدی
چرا اے جانِ من از من رمیدی
شدم خاکِ رہِ دامن کشیدی
زمن چوں شاخِ گل حاشاک وحاشاک
اگر برگردنِ عاشق نہی تیغ
فدائے تیغ گردم سیّدی تیغ
برائے جانِ منعمؔ می بُری تیغ
بہ قصدِ قتلِ جامیؔ می بُری تیغ
کرم ہا می کنی اَللّٰہُ اَبْقَاکَ

آپ کو پانے کے لیے میں نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا
سائے کی طرح ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں
مجھ کو اپنی بارگاہ میں حاضر پائیں گے
ارادے کی لگام خواہ کسی طرف بھی چمکے
میرے دل کے علاوہ آپ کا کوئی ٹھکانہ نہیں

تو میری رونے اور آہ کرنے کو سُنتا رہا
لیکن چشمِ عنایت میری طرف نہیں کی
اے میری جان! تو مجھ سے بھاگتا کیوں ہے
میں تیری راہ کی دھول بن گیا اور تو نے دامن بچا لیا
پھول کی پتی کی طرح، اللہ کی پناہ اللہ کی پناہ

اگر تو عاشق کی گردن پر بھی تلوار رکھتا ہے تو
یا سیدی! تری تلوار پر فدا ہونے کے لیے میں گردش کرتا ہوں
اگر تو نے منعمؔ کی گردن پر تلوار اُٹھالی ہے
جامیؔ کی جان لینے کا ارادہ کرتے ہوئے تلوار اُٹھالی ہے
تو واقعی اللہ کا کرم ہے، اللہ آپ کو سلامت رکھے

تضمین برغزل جامی

نہ روزے کہ مغموم ومحزوں نہ گریم
نہ شامے کہ من ہمچوں مجنوں نہ گریم
نہ وقتے کہ ازسیل افزوں نہ گریم
نہ گزردمے کزغمت خوں نہ گریم
زوصلت جُدا ماندہ ام چوں نہ گریم

بسلطانِ خوباں مرا ہست رازے
بدرگاہِ سرکار دارم نیازے
باہلِ جہاں گی کند قلب سازے
نہ بینم بطرفِ چمن سروِ نازے
کہ ازشوق آں قدِّ موزوں نہ گریم

بکارم کجا آید ایں تاک زادہ
خمارم زعشق ست ہر دم زیادہ
مرا ساقیم ذوقِ پاکیزہ دادہ
نیارم گہے سوئے لب جام بادہ
کہ بریادِ آں لعلِ میگوں نہ گریم

(ترجمہ از ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب)

کوئی دن (ایسا) نہیں کہ غم وحزن سے نہ روتا ہوں
کوئی شام (ایسی) نہیں کہ مجنوں کی طرح نہ روتا ہوں
کوئی وقت ایسا نہیں کہ تیز بہاؤ کے ساتھ نہ روتا ہوں
کوئی سانس ایسا نہیں گزرتا کہ تیرے غم میں خون نہ روتا ہوں
وصل سے محروم ہوں تو کیوں نہ روؤں؟

(تمام) خوبیوں کے بادشاہ کے ساتھ میری راز داری ہے
سرکار کی بارگاہ میں نیاز مندی رکھتا ہوں
دُنیا والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو قلب سازی کرے
میں باغ کی طرف (یعنی وہاں موجود) سرو کو نہیں دیکھتا
(کیوں کہ) میں اُس موزوں قد کے عشق میں روتا ہی نہیں

یہ انگور کی شراب کس کام کی ہے (کہ بغیر شراب کے)
عشق کے سبب ہر دم نشہ بڑھنے پر ہے (کیوں کہ)
میرا ساقی پاکیزہ ذوق رکھتا ہے (لہٰذا)
میں کبھی اپنے ہونٹوں تک جامِ شراب نہیں لاتا (کیوں کہ)
میں اُس بادہ رنگ لعل کی یاد میں نہیں روتا

مرا یادِ محبوب ہر لحظہ باید
گہے التفات سوئے کس نشاید
دلم جانب مہوشاں کے گراید
زلیلیٰ مرا ہیچ گہہ یاد ناید
کہ بر محنت و دردِ مجنوں نہ گریم

حقیقت شناسے کہ وصفت شنیدہ
تعلق زخوبانِ عالم بُریدہ
ہراں را کہ ذوقِ غمِ او چشیدہ
نہ خونِ جگر ماند و نے آبِ دیدہ
نہ از بے غمی داں کہ اکنوں نہ گریم

نعیمآ بسے ہست ہشیار جامی
کہ دارد نیازے بسرکار جامی
زعشقِ نبی گنجِ اَسرار جامی
نہ بینم گہے گریہ بازار جامی
کہ از دیدہ و دل بروخوں نہ گریم

مجھے (اپنے) محبوب کی یاد ہر پل چاہیے۔
کبھی کسی (دوسرے) شخص کی طرف توجہ نہیں چاہیے۔
میرا دل حسینوں کی طرف کب راغب ہو۔
مجھے لیلیٰ کی کبھی یاد نہ آئے۔
اس لیے کہ میں مجنوں کی محنت و تکلیف پر نہیں روتا۔

حقیقت کو جاننے والے کہ جن کی خوبیاں سنی ہوئی ہیں (وہ)
دُنیا کے حسینوں سے تعلق قطع کیے ہوئے ہیں
ہر وہ شخص کہ جس نے اُس (محبوبِ حقیقی) کے غم کا مزہ چکھا ہے
نہ اُس کے جگر میں خون رہا اور نہ آنکھوں میں آنسو
(اسی لیے) نہ میں بے غمی کو جانتا ہوں اور نہ روتا ہوں

اے نعیمؔ! حضرت جامیؔ بہت ہوشیار ہیں
کیوں کہ حضرت جامی سرکار دوعالم کے ساتھ نیاز مندی
رکھتے ہیں۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں جامی
چھپی ہوئی باتوں کا خزانہ بن گئے ہیں (اسی لیے تو)
کبھی جامی کو زور زور سے روتے ہوئے نہیں دیکھا
کیوں کہ اُس پر دل اور آنکھ کبھی خون نہیں روتے

تضمین بر غزل جامی

نہ مرا دردِ ستم کاری و وعدہ شکنی
نہ مرا خوفِ جفا جوئی و عشاق کُشی
کہ بچسپد بدلم زخرف دُنیائے دنی
لِی حَبِیۡبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قَرَشِی
کہ بُوَد درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

گو بظاہر نہ میسر شدہ دیدارِ نبی
بُوَد دل جلوہ گہِ حسنِ ملیحِ نبوی
از سرِ صدق ہمی گفت اویسِ قرنی
لِی حَبِیۡبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قَرَشِی
کہ بُوَد درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

میں گناہ گار خطا کار سیہ کار سہی
کون سی ایسی بدی ہے کہ جو مجھ سے نہ ہوئی
باوجود اس کے شفاعت کی ہے اُمید قوی
لِی حَبِیۡبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قَرَشِی
کہ بُوَد درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

(ترجمہ از ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب)

نہ مجھے ستم کیے جانے کی تکلیف ہے اور نہ وعدہ ٹوٹنے کی
نہ مجھے بے وفائی کا ڈر ہے اور نہ عاشقوں کے مارے جانے کا
اس لیے کہ میرے دل پر گھٹیا دُنیا کی چمک دمک لپٹی ہوئی ہے
(اس لیے) میرے دل کی مراد پیارے عربی، مدنی اور قریشی نبی ہیں
(کہ جن کی وجہ سے) میرے دُکھ درد خوشی میں بدل سکتے ہیں۔

اگرچہ ظاہر میں مجھے پیارے نبی کا دیدار نہیں ہوا
(پھر بھی) میرا دل پیارے نبی کے حسنِ ملیح کی جلوہ گاہ ہے
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سچ ہی کہتے تھے کہ
میرے دل کی مراد پیارے عربی، مدنی اور قریشی نبی ہیں
(کہ جن کی وجہ سے) میرے دُکھ درد خوشی میں بدل سکتے ہیں۔

تضمین بر غزل جامی

الذات عن العیوب خالی
والوصف من البیانِ عالی
فَرْدٌ صَمَدٌ عَنِ الْمِثَالِ
اے مظہر حسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ذاتِ تو ز عیب و نقص خالی
وصفِ تو ز اوجِ وصف عالی
در ذات و صفات و بے مثالی
اے مظہر حسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ہر عیب سے ذاتِ پاک خالی
توصیف و ثنا سے وصف عالی
ثابت ہوئی تیری بے مثالی
اے مظہر حسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

(ترجمہ از ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب)

آپ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے خالی
آپ کا وصف ہمارے بیان سے بلند ہے
آپ کی ذات یکتا اور بے نیازی کی مثال ہے
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے زوال حسن کے مظہر ہیں
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رب ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہیں

تیری ذات عیب وکمی سے خالی ہے
تیری خوبی بلندی اور کسی دوسری خوبی سے بلند ہے
تیری ذات وصفات بے مثل ہیں
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے زوال حسن کے مظہر ہیں
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رب ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہیں

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے زوال حسن کے مظہر ہیں
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رب ذوالجلال کے جمال کا آئینہ ہیں

مخمور ز بادۂ تمنّا
مجبور ز قلبِ ناشکیبا
می جست بہ کوہِ طورِ موسیٰ
انوارِ تجلی قِدم را
رخسار تو احسن المجالی

دیدن نتواں جمالِ حق را
بے پردہ دریں سرائے دُنیا
بر طور کہ می بجست موسیٰ
انوارِ تجلی قِدم را
رخسارِ تو احسن المجالی

اے قدوۂ رہبرانِ کامل
اے ہادئ سالکانِ منزل
حلاّل صعب ہائے مشکل
درشانِ کمالِ تست نازل
آیاتِ مکارم و معالی

شرابِ آرزو کے نشے میں چور
دل کی ناشکیبائی کے ہاتھوں مجبور
حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تلاش کرتے تھے
قدمِ تجلّی (یعنی تجلیٔ باری تعالیٰ) کے انوار کی
بہترین جلوہ گاہ آپ کے رُخسار مبارک ہیں

جمالِ الٰہی کو (کوئی) نہیں دیکھ سکتا
اس دُنیا میں بے پردہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تلاش کرتے تھے
قدمِ تجلّی (یعنی تجلیٔ باری تعالیٰ) کے انوار کو

اے کامل رہبروں کے پیشوا!
اے راہ چلنے والوں کے رہنما!
اے سخت ترین دُشواریوں کو حل کرنے والے!
آپ کی کمالِ شان میں نازل ہوئیں
بلندی اور بزرگی کی نشانیاں

بر حُسنِ رُخَت فدا بہار است
قربان دو چشمِ لالہ زار است
صبح ست کہ تابشِ عذار است
رویت طرفٌ من النّہار است
زُلفت زُلفاً من اللیالی

شیدائے جمالِ بے مثالش
مستِ مئے حُسنِ بے زوالش
جوید پئے بادۂ حلالش
میخانہ کہ ساحتِ جلالش
باد از غبارِ غیر خالی

آن کج کلہاں کہ ارجمندند
واں ناموراں کہ عقلمندند
ویں مدعیاں کہ خود پسندند
احرامِ حریمِ آں نہ بندند
جز درد کشانِ لااُبالی

آپ کے چہرے کے حسن پر بہار فدا
آپ کی دونوں آنکھوں پر لالہ زار قربان
صبح ہے یا آپ کے رخساروں کی چمک ہے
آپ کا روئے مبارک صبح کی طرح روشن ہے
آپ کی زُلفوں کا سایہ رات کی تاریکی طرح گھنا ہے

بے مثال حسن و جمال کے شیدا
بے مثال حسن کی شراب (نشے) میں مست ہیں
حلال شراب کے لیے تلاش کر رہے ہیں
(وہ) شراب خانہ جو تیرے جلال کا میدان ہے
اور جس کی ہوا غبارِ غیر سے خالی ہے

وہ کج کلاہ جو عزّت دار ہیں
اور وہ شہرت یافتہ جو ذہین بھی ہیں
اور وہ مدعی جو خود پسند ہیں
وہ اُس حریم میں احرام نہیں باندھتے
سوائے تلچھٹ پینے والے بے فکروں کے

مُلّا بشاغل تورُّع
صوفی بہ تخضع و تخشع
منعّم بہ نمائش و تصنّع
جامی بہ وظائف و تضرّع
مشغول بُوَد علی التوالی

مُلّا تورع میں مشغول ہے
صوفی تخضع و تخشع میں مشغول ہے
منعمؔ نمائش و دکھاوے میں مشغول ہے
جامیؔ کا وظیفہ تضرع ہے
اور وہ اُس میں متواتر مشغول ہے

منقبت بجناب اعلیٰ حضرت شبیہِ غوث الثقلین
حضرت شاہ علی حسین الاشرفی جیلانی نوراللہ مرقدہ

شُد قبلۂ دِلم چو بکعبہ طواف را
پر نور کردا ز رُخِ روشن مطاف را

بارید دُر ز نرگس و سیراب تر نمود
گل را و چاہ را و صراحئِ صاف را

اے مہر جلوۂ چو رُخِ مہر ما بکن
ورنہ خجل نشیں کہ چہ حاجت گزاف را

افشاند گل ولعل و زاں گُل بساعتے
بخشید نور آئینۂ کوہِ قاف را

دل پارہ پارہ کرد خدنگِ نگاہِ یار
ہم تیر او بدوخت لبِ ہر شگاف را

آوردہ ایم کاسئہ سر را بخدمتش
زاں آرزو کہ بِشکَنَد آں مہ صحاف را

اے دستگیر ، دستِ نعیمؔ حزیں بگیر
آنجا کہ حزن نیست مَر اہلِ عفاف را

(ترجمہ از مفتی محمد ایوب خاں صاحب نعیمی)

میرے دل کا قبلہ (حضور اشرفی میاں) جب کعبے کے طواف کے لیے گیا
تو اُس نے اپنے رُخِ روشن سے مطاف (طواف کی جگہ) کو پُرنور کر دیا

(چشمِ) نرگس سے موتی برسے (جن سے) پھول، کنواں اور صراحی
جیسی چیزیں بھی صاف ستھری اور سیراب نظر آئیں

اے سورج! تو اپنا جلوہ میرے سورج سورج (یعنی میرے شیخ) کی
طرف مت کر، ورنہ شرمندہ ہوگا، شیخی کرنے کی ضرورت نہیں ہے

اُس گُل کی ساعت میں پھول اور لعل چھڑکے ہیں
تونے ہی کوہِ قاف کے آئینے کو نور بخشا ہے۔

محبوب کی نظر کے تیر نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا
اور اُس تیر نے ہونٹوں کے ہر شگاف کو سی دیا

اپنے سر کے پیالے کو اُن کی خدمت میں لائے ہیں
اس آرزو کے ساتھ کہ وہ۔۔۔۔۔۔تو ڑ ڈالے

اے دستگیر، غم زدہ نعیم کا ہاتھ بھی پکڑ لیجیے، اُس جگہ کہ جہاں نیکوں کو کوئی
ملال نہیں ہوتا

غیر مطبوعہ کلام

یہ کلام صوفی نیاز علی اشرفی میلاد خواں کی بیاض سے دستیاب ہوا
جو ابھی تک غیر مطبوع تھا، پہلی بار شائع ہو رہا ہے
چونکہ یہ اضافہ مرتب کی طرف سے ہوا ہے
اس لیے اسے الگ رکھا گیا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کیا منھ کہ آرزو ترے دیدار کی کرے
قابل نہ ہو جو دید بھی زوّار کی کرے

اعمال زِشت، نامہ سیاہ اور عمل خراب
کیا تاب ہمّت آپ کے دربار کی کرے

تیرا کرم معاف کرے جُرمِ بے حساب
رحمت خطائیں محو گنہ گار کی کرے

کافر کا کفر دور کرے اک نگاہ میں
اصلاح اک نظر میں بد اطوار کی کرے

بختِ سیاہ ایک نظر میں چمک اُٹھے
گر لطف ، چشم ، سیّدِ ابرار کی کرے

قرباں ترے کرم کے ، میں ڈوبا مجھے بچا
طوفان کشتی غرق ،نہ مجھ خوار کی کرے

ہوجائے اِذن گر ، تو یہ عبدِ ذلیل بھی
آ کر زیارت آپ کے دربار کی کرے

ہندوستاں میں کیوں پھرے آوارہ در بہ در
برداشت کیوں جفائیں یہ اغیار کی کرے

حاضر ہو آستانِ معلّٰی پہ یہ حقیر
اور جبہ سائی عُتبۂ سرکار کی کرے

خاکِ حرم کو سُرمہ بناؤں میں آنکھ کا
پُر نور دل ، ضیا در و دیوار کی کرے

پھر پھر کے گرد روضۂ عالی کے بار بار
دل کو نثار ، جان طلب گار کی کرے

جاروب ارضِ پاک میں پلکوں سے دے نعیمؔ
تقدیر یاوری جو گنہ گار کی کرے

تضمین برغزل جامی

الا اے قلبِ مضطر نالہ سر کن
الا اے نالۂ خونیں اثر کن
بحالِ زارِ رنجورے نظر کن
نسیما جانبِ بطحا گذر کن
پیمبر را ز احوالم خبر کن

گرت یاور شود بخت و مقدّر
سرت گردم بہ رسی بر آں در
بنہ باصد نیاز و عاجزی سر
بگو کاے آفتابِ ذرّہ پرور
ببر از روضہ و شام و سحر کن

نصیبِ دُشمنانت عذر و انکار
در انجاح مرام عاشق زار
مگر از رُعبِ آں شاہِ جہاں دار
نسیما گر نیابد از تو ایں کار
بیا بہرِ خدا کارِ دِگر کن

ترجمہ

اے قلب مضطر تو نالہ بلند کر
اے میرے خونیں نالے تو اثر دکھا
غم زدہ کے حال پر نظر کر
اے نسیم بطحا کی جانب سفر کر
اور پیمبر کو میرے حال سے باخبر کر
اگر تیری تقدیر اور نصیب یاوری کرے
تو اُس در پہ پہنچے تو میں تیرا سر ہو جاؤں
اور تو بصد عجز و نیاز اُس سر کو اُس در پر رکھ
اور کہہ کہ اے ذرّے کو آفتاب بنانے والے
اس روضے پر میری شام وسحر کر
عذر وانکار تو دشمنوں کا نصیب ہے
فتح وکامیابی عاشقوں کے لیے ہے
مگر اُس شہ دوسرا کے رُعب سے
اے نسیم اگر تو یہ کام نہ کر سکے
تو خدا کے واسطے کوئی دوسرا کام کر

تمنّائے دل صد پارہ پارہ
شکیبائی قلبِ ناشکیبا
ندایت کردم اے محبوبِ دل ہا
ببر ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیرالبشر کن

غریباں درخروش از رنجِ بے حد
اسیران در غمِ ہجراں مقیّد
جہانے بر درت محتاج آمد
توئی سلطانِ عالم یا محمد
زروئے لطف سوئے من نظر کن

نہ باشد دُور از لطفِ گرامی
نگاہے گاہے اے مولی الکرامی
نعیم الدیں بنازد بر غلامی
مُشرف شُد ز لطفش گرچہ جامیؔ
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

اے میرے ٹوٹے ہوئے دل کی تمنّا
اے میرے بے صبر وقرار دل کے صبر وقرار
اے دلوں کے محبوب میں نے تجھے پکارا ہے
میرے اس مشتاق دل کو وہاں لے جا
اور خیر البشر کے روضے پر فدا کر
مسافر بے حد رنج سے چیخ رہے ہیں
آپ کے اسیر ہجر کے غم میں گرفتار ہیں
دُنیا بھر کے محتاج آپ کے در پر آئے ہیں
اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی عالم کے سلطان ہیں
میری طرف لطف وکرم کی نظر کیجیے
آپ کے لطف وکرم سے دُور نہ رہے
اے مولیٰ کریم کبھی مجھ پر بھی نگاہِ کرم کیجیے
نعیم الدّین اس غلامی پر نازاں ہے
اگرچہ جامی آپ کے الطاف سے مشرف ہو چکے
اے خدا یہ کرم ایک بار اور فرما

فرہنگ ریاضِ نعیم (اُردو)

آب آب ہونا	شرمندہ ہونا، محاورہ ہے پانی پانی ہونا جس کا فارسی میں ترجمہ کر دیا گیا ہے
آغوش	گود، گلے لگانا
آہ کش	آہ کرنے والا یا آہ کھینچنے والا
آہِ گرم	ناراضگی کی آہ
اُس گُل کے شمائل	اُس گل یعنی نبی اکرم، شمائل یعنی عادت واخلاق
ابروئے خم دار	ٹیڑھی بھنویں
اجابت	قبول ہونا
اجڑا دیار	اُجڑا ہوا گھر، مراد ہے وہ دل جو اللہ اور اُس کے نبی کی یاد سے غافل ہو۔
اذن	حکم، اجازت
ازکیٰ	بہتر سے بہتر
اَسرار	بھید (سِر کی جمع ہے)
اَسوءالعقاب	بدترین عذاب
اسیرانِ عصیاں	گناہوں میں گھرے ہوئے
اشفاق	شفقت کی جمع یعنی مہربانیاں، محبتیں
اشقیا	شقی کی جمع یعنی سخت دل، ظالم
اشک	آنسو
اظہر	خوب ظاہر، بہت کھلا ہوا
اعدا	عدو کی جمع یعنی بہت سے دشمن
اعضا	عضو کی جمع یعنی جسم کے حصّے

اعمالِ سیاہ	بُرے اعمال، گناہ کے کام
افگار	زخمی
الاماں	اللہ کی پناہ
انبساط	خوشی
اندوہ وغم	اندوہ کے معنی بھی غم کے ہیں، زیادہ زور دینے کے لیے مرکب بولا جاتا ہے
انشا	لکھنا، دل سے نئی بات پیدا کرنا
انوار گہِ جلوۂ مولیٰ	جس جگہ اللہ کا جلوہ اور اُس کا نور ہو
باذِل	سخی، بخشنے والا
باقی	اللہ تعالیٰ کا ایک نام جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنے والا
باقی	بچا ہوا
باگ تھامنا	روانہ ہونا، چل پڑنا
بتِ طناز	اِترا کر چلنے والا معشوق
بحرساحل	سمندر کا کنارہ
بخت سیاہ	بُری قسمت
بخششِ مدینہ	مدینے کا عطیہ
بداطوار	بُری عادتوں والا
بدخواہ	بُرا چاہنے والا
بزمِ اعدا	دشمنوں کی بزم، دشمنوں کا جماؤ
بستان	باغ
بعید	دُور
بقعہ طاہر	روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین
بندوقفس	قید

بوتراب	حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم کی کنیت
بوستاں	باغ
بیکراں	بہت زیادہ، جس کی حد نہ ہو
بےثباتی	ناپائیداری، فنا
بےزری	پیسہ نہ ہونا، غربت
بےنوا	بےسروسامان، بےکس
پُشتِ سمند	گھوڑے کی پیٹھ
پابجولاں	پاؤں میں بیڑی پڑی ہونا، مجبور، محتاج
پابہ گل	جس کے پاؤں مٹی میں ہوں یعنی بےبس
پرتو	جھلک
پری رو	خوب صورت چہرے والی
پژمردہ	مُرجھایا ہوا، مایوس
پنجۂ صیّاد	شکاری کا پنجہ
پندار	خیال۔غرور
پوجنا	عبادت کرنا
پیش	سامنے، آگے
تاب وتواں	طاقت، حوصلہ
تابشِ رُخ	چہرے کی چمک
تاکے	کب تک
ترانہ سنجی	گیت گانا، نغمہ پڑھنا
تشنگانِ خون	خون کے پیاسے
تغیر	تبدیلی

تفتہ	تپا ہوا، عاشق، بے قرار، پریشان
تنزیلِ محکم	قرآن مجید
تیرہ آئینہ	اندھا آئینہ، ایسا آئینہ جس میں کچھ دکھائی نہ دے
تیغِ زہر آب	زہر میں بجھی ہوئی تلوار
تیغ	تلوار
ثباتِ ابدی	ہمیشہ قائم رہنے والا
ثنا	تعریف
جاروب	جھاڑو
جاں فزا	دل خوش کرنے والی
جاں گُسِل	جان یا دل کو تکلیف پہنچانے والی
جبہ سائی کرنا	ماتھا رگڑنا
جحیم	جہنّم
جنابِ داور	حق تعالیٰ
جنبشِ ابرو	بھووں کا ہلنا، بھوں سے اشارہ کرنا
جنبشِ داماں	آنچل یا دامن کا ہلنا
جود	مہربانی، بخشش، سخاوت
جود و نوال	مہربانی، بخشش، سخاوت
جور و ستم	ظلم و ستم
چاہِ کنعاں	استعارہ ہے یوسف علیہ السلام کا
چشمِ لطف	عنایت کی نظر
چشمِ خوں بار	جس آنکھ سے خون ٹپکے
چشم	آنکھ

چمن پیرا	باغ بان، مالی
حُسنِ لم یزل	ہمیشہ رہنے والا حسن، مراد ہے ذات حق تعالیٰ
حاکی	حکایت کرنے والا، بات کرنے والا، بیان کرنے والا
حالت زبوں ہونا	حالت خراب ہونا
حواس	ہوش، اوسان
حیاتِ ابدی	ہمیشہ کی زندگی
خَود	لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں پہنی جاتی ہے
خُجَستہ	مبارک
خجلت	شرمندگی
خرد	عقل، سمجھ
خس وخاشاک	گھاس پھوس
خسروِ حُسن	حسن کا بادشاہ یعنی سب سے زیادہ خوبصورت
خَلاّصی	رہائی، چھٹکارا پانا
خنجرِ بیداد	ظلم وستم کرنے والا چھرا
خوار	ذلیل
خوش لِقا	خوب صورت
خون رونا	ندامت وشرمندگی کے آنسو بہانا
دُزدیدہ نگاہ	کن انکھیوں سے دیکھنا، نظریں چرانا
دَیر	بت خانہ، مندر
دادگستر	انصاف کرنے والا، حق تعالیٰ
دافع	دور کرنے والا، ہٹانے والا، حفاظت کرنے والا
دانا	عقل مند

دانش	عقل
دردِنہاں	چھپا ہوا درد
دلبر	محبوب
دو پارہ کرنا	دوٹکڑے کرنا
دید	نظر، دیکھا ہوا
رَن	جنگ کا میدان
رَے	ایران کا ایک علاقہ۔ جسے یزید نے ابن سعد کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔
رائیگاں	بے کار
رجز خواں	بہادری کے گیت گانے والا
رجم	پتھر مارنا
رحمے بحالِ عاصیاں	(اے اللہ) گناہ گاروں کے حال پر رحم فرما
رطب اللسان	بہت تعریف کرنے والا
رفع	اُونچا اُٹھنا، چھوڑنا
رکاب لینا	گھوڑے پر چڑھنا، سوار ہونا
رنجور	رنج میں مبتلا
رنگ پر ہونا	بہار یا شباب پر ہونا
روسیاہ	گناہ گار
روئے ماہِ کامل	چودھویں کے چاند کی طرح یعنی خوب چمک دار چہرہ ہونا
ریاضت	نفس پر کنٹرول کرنا، محنت، عبادت
زِشت	بُرا، ناکارہ
زُلف مشکیں	خوشبو میں بسے ہوئے بال
زائر	زیارت کے لیے جانے والا

زنداں قیدخانہ

زنہار ہرگز

زوّار زائر کی جمع، زیارت کرنے والا

سِپَر ہونا ڈھال بن جانا یا دیوار بن کے کھڑا ہونا

سبطِ اکبر بڑے نواسے مراد ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ

ستّاری چھپانا

سرتابی نافرمانی، حکم نہ ماننا

سرخیل سردار، مُکھیا

سرگرانی ناراضگی

سکہ جاری ہونا حکم چلنا

سودائے جنوں عشق کا جنون کی حد تک پہنچنا

سوزشِ غم غم کا درد

سوسن آسمانی رنگ کا ایک پھول جسے شاعر زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔

سیاہ بختی بدقسمتی

سیاہ کار گناہ گار

سیمائے انور چمکتی ہوئی پیشانی

سینہ افگاری سینہ زخمی ہونا، دل دکھانا، تکلیف پہنچانا

سینہ کاوی بہت زیادہ محنت

سیہ کاری گناہ

شاق مشکل، سخت، دشوار

شامِ غریباں مصیبت کی شام، پردیس کی شام

شام وپگاہ دن رات، ہر وقت، صبح وشام

شبِ تیرہ	اندھیری رات
شبِ مہ	چاندنی رات
شجاع	بہادر
شگفتہ	کھِلا ہوا، خوش
شہِ اصفیا	نیکوں کے امام
شہاب	وہ ستارہ جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔ ٹوٹا ہوا تارہ
شیخ و شاب	بوڑھے اور جوان یعنی سب لوگ
شیدا	فدائی، شیدائی، عاشق
شیر افگن	بہادر
شیریں خصائل	اچھی عادتوں والا م، خوبیوں والا
شیریں کام	میٹھے بول بولنے والا
صبح گاہ	صبح کے وقت، علی الصبح
صبح و مسا	صبح و شام
صفاتِ ابدی	وہ خوبیاں جو ہمیشہ رہیں گی
صنوبر	ایک قسم کا پیڑ جس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں
صولت	دبدبہ، رعب، ہیبت
ضرب	مار، چوٹ،
ضرر	نقصان، تکلیف
ضعف	کمزوری
ضیا	روشنی
طاعت	حکم ماننا

طلا	سونا
ظِل	سایہ
عارضِ رخشاں	چمکتے ہوئے گال
عارض	رُخسار، گال
عاشقِ شوریدہ	عشق میں دیوانہ
عبدذلیل	ذلیل بندہ
عتبہ	روضہ
عرش پایہ	بہت بلند، عالی مرتبہ
عرش پیما	عرش تک پہنچنے والا
عفو	درگزر کرنا، معافی
عقدے	مشکل باتیں (جمع ہے عقدہ کی)
عنادل	بلبلیں
عناصر	عنصر کی جمع، اصلی اجزا
غِل	کینہ، دل میں برائی رکھنا
غم دیدہ	غم زدہ، مصیبت کا مارا
فتح	جیت، کامیابی
فراغ	مہلت، خوش حالی
فرح	خوشی
فرقت	دوری، جدائی
فرہاد	ایک افسانوی کردار جس نے اپنی محبوبہ شیریں کے لیے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی تھی، کنایہ ہے عاشق صادق کا
فصاحت	ایسی بات جو سیدھے سمجھ میں آ جائے

فضا	ماحول، آب و ہوا
فطنت	عقل مندی، ہوشیاری
فہم	عقل، سمجھ
قِباب	جمع ہے قبہ کی (قبہ معنی کلس یا گنبد)
قامتِ شمشاد	شمشاد کی طرح قد والا
قبۂ خضرا	گنبدِ خضریٰ
قتیل	قتل کیا ہوا
قرارِ خاطرِ مضطر	بے قرار دل کو قرار پہنچانے والا
قرۃ العین	آنکھوں کی ٹھنڈک
قلبِ مضطر	بے چین دل
قلبِ حزیں	غم زدہ دل
قیس	مجنوں، عامری کا نام جو لیلیٰ پر عاشق تھا۔
کاکل	زُلفیں
کتاں	اس کے کئی معنی ہیں۔ یہاں اس کے معنی ہیں دل کا تار تار ہونا۔ ریشم کے کوئے کو اُبالتے ہیں تو وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتا ہے، اس عمل کو کتان کہتے ہیں
کثرتیں	کثرت کی جمع یعنی زیادہ ہونا
کریمِ خَلق	اچھی طرح بنانے والا
کریمِ خُلق	اچھی عادتوں والا
کسر	کمی، کسر کھانا یعنی دبنا،
کفِ پا	پیر کے نشان
کلیجہ ٹھنڈا ہونا	سکھ اور چین حاصل ہونا
کلیسا	گرجا گھر

کمشکوٰۃٍ	دیکھیے پارہ نمبر ۱۸ سورۂ نور آیت نمبر ۳۵
کنیز	خادمہ، ملازمہ
کوہ پیکر	خوب ڈیل ڈول والا
کوہ کن (فرہاد)	پہاڑ توڑنے والا
کوئے نبی	مدینہ
گہُرباری	موتی بکھیرنا
گردِرہوار	گھوڑے کے چلنے سے اُٹھنے والی دھول
گریہ وزاری	رونا پیٹنا
گور	قبر
گہرباری	موتی برسانا
گھورا	کوڑا اڈالنے کی جگہ
لمعانِ نور	نور سے چمکنے والا
مُصَوَّر	تصویر بنایا گیا
مَولِد مصطفٰے	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ یا پیدائش کا وقت
مِس	تانبا
مُشامِ جاں	دماغ کا وہ حصہ جس میں سونگھنے کی صلاحیت ہے
مُنزّہ	عیبوں سے پاک
مُمِد	مددگار
مادّی	دُنیاوی
ماہِ مُنیر	چمکتا ہوا چاند
مجلّٰی	چمک دار
محوکرنا	دُور کرنا، مٹانا

مدحت	تعریف
مذاقِ دل	دل کا میلان، دل کا جھکاؤ،
مشتعل	بھڑکتا ہوا
مشتغل	مشغول
مشکِ ناب	اصلی مشک
مشکورِ جفا	بے وفائی پر مشکور ہونا
مصحفِ رُخ	چہرہ کی کتاب مراد ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک
مصفّیٰ	صاف
مضمحل	کمزور، ڈُھل مُل
مضمر	چھپا ہوا
معاون	مددگار
مغفور	مغفرت کیا گیا
مغموم	غم زدہ
مفتوں	فتنے میں پڑا ہوا، شیدا، فریفتہ
مقابل	سامنے
مقسوم	تقسیم کیا گیا، نصیب
مکدر	غم گین
مماثل	مثل، برابر، مشابہ
مندمل	بھرنے والا
منعم	نعمت دینے والا، سخی
مواجہ	روضۂ اقدس کی جالی، روبرو، سامنے
موئے سفید	سفید بال

مہرخاور	چمکتا ہوا سورج
مہر	سورج
مہر	محبت
نَصب	زبر، کھڑا کرنا، قائم کرنا
نابکار	نکما، بے کار
ناتواں	کمزور
ناچاری	بے بسی، مجبوری
نادم	شرمندہ
نازبرداری	ناز اُٹھانا
ناصبریوں	بےصبریوں، بےقراریوں
نالش	نالاں ہونا، فریاد کرنا، شکایت، دُہائی
نالہ	بلند آواز سے دکھے دل کا حال کہنا، روتا ہوا
نامہ	اعمال نامہ کا مخفف، لکھا ہوا خط
ناوکِ صیّاد	شکاری کا تیر
نجاتِ ابدی	ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہونا
نخل	پیڑ، پودا
نرغے	بھیڑ، چال بازیاں
نرگسِ بیمار	مخمور آنکھ، مست آنکھ
نطق	بات کرنا، بولنا، گویائی
نقشِ باطل	دکھاوا، فنا ہونے والا، تحریر جو حق نہ ہو
نقش برآب ہونا	پانی پہ بنا ہوا نقش، یعنی ناپائیدار
نمک باری	نمک چھڑکنا

نورِبصر	آنکھ کا نور
نیارا	انوکھا، عجیب، نرالا
نیم جاں	آدھی جان والا، اَدھ مرا
وصّاف	وصف بیان کرنے والا
ہالک	ہلاک ہونے والا
ہجراں	دوری
ہردوسرا	دونوں جہان
ہرزماں	ہرزمانہ
ہمکنار ہونا	ملنا
ہیچ	کم
یاس	نااُمیدی
یاعجب	عام طور حیرت کے وقت بولا جاتا ہے، عجیب بات
یکسر	بالکل

مؤلف کا تعارفی خاکہ

نام	محمد آصف حسین
ولدیت	جناب زاہد حسین
تاریخ پیدائش	۱۹؍جولائی ۱۹۷۲ء
تعلیم	بی. ایس سی، بی ایڈ
	ایم. اے. (اُردو) پی. ایچ ڈی.
رُکنیت	بانی جنرل سکریٹری حمد و نعت فاؤنڈیشن، مرادآباد
ادبی خدمات	
مطبوعہ کتب	● محمد حنیف قریشی کا اجمالی تعارف (۲۰۰۲ء)
	● فاضل بریلوی، حیات وخدمات (۲۰۰۴ء)
	● عارف حسن خان: شخصیت اور ادبی خدمات (۲۰۱۳ء)
	● مرادآباد کے غیر مسلم شعرا (۲۰۱۵ء) ہندی ایڈیشن (۲۰۱۶ء)
	صدرالافاضل اورفن شاعری (۲۰۱۷ء)
منتظر اشاعت	● مرادآباد میں نعت گوئی کی روایت
	● تذکرہ شعرائے مرادآباد (ابتدا سے ۱۹ویں صدی تک)
	● مضامین کیف مرادآبادی
	● خاورؔ مرادآبادی کا نعتیہ مجموعہ ''سرمایہ خاور''
زیر ترتیب	● خانوادۂ نواب مجو خاں کی علمی وادبی خدمات
	● قمر مرادآبادی کی نعتیہ شاعری
	● مرادآباد کے علماء اور مشائخ
	● خواتین مرادآباد کی علمی ادبی خدمات
	● شہید وطن مولانا کفایت علی (مونوگراف)